

# حیاتِ اہم حضرت

تصانیف — تالیفات — کتابیات

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ • لاہور

ایلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں پر کتابِ مُستطاب

# حیاتِ ایشی حضرت

تصانیف — تالیفات — کتابیات

— تالیف لطیف —

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی

— ترتیب و تہذیب —

حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ • لاہور

.....☆☆☆.....

نام کتاب	_____	حیاتِ اعلیٰ حضرت
نام مؤلف	_____	ملک العلماء محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
موضوع کتاب	_____	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصانیف، تالیفات و کتابیات
سال تصنیف	_____	۱۹۳۸ء
سال طباعت	_____	۲۰۰۳ء
ترتیب نو و تہذیب تازہ	_____	مفتی مطیع الرحمن صاحب رضوی مضطر
تصحیح و نظر ثانی	_____	مولانا مفتی عبدالحمین صاحب قادری رضوی
بشکریہ	_____	رضا اکیڈمی ممبئی (انڈیا)
صفحات	_____	۵۹۲
ناشر	_____	مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ لاہور
تقسیم کار	_____	مکتبہ نبویہ و مرکزی مجلس رضالاہور
قیمت اعلیٰ ایڈیشن	_____	۳۰۰ روپے
کوڈ نمبر	_____	2M64

ملنے کے تے

☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا جاپان مینشن ریگل چوک کراچی

☆ افکارِ رضا ۱۶ ڈم ٹم کر روڈ بمبئی (انڈیا)

☆ اجمیری بک ڈپو ۱۶ ڈم ٹم کر روڈ بمبئی (انڈیا)

☆ ماہنامہ ”کنز الایمان“ نیا محل شاہ جہانی مسجد دہلی (انڈیا)

نوٹ:-

یہ کتاب ریسرچ سکالرز اور اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

مرکزی مجلس رضا کے اراکین اور جہان رضا کے معاونین نصف ہدیہ ادا کریں گے

مختصر فہرست مضامین حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
6	تصانیف	1
10	فہرست تصانیف	2
50	فہرست فنون و موضوعات	3
51	تفصیل کتب باعتبار فن و موضوع	4
52	تصانیف باعتبار فن	5
52	علم عقائد	6
54	کلام	7
56	تجوید	8
57	تفسیر	9
58	اصول حدیث	10
59	حدیث	11
61	اصول فقہ	12
62	فقہ	13
71	فرائض	14
74	رسم خط قرآن مجید	15
75	الادب العربی	16
77	لغت	17
78	سیر	18
79	فضائل	19
81	مناقب	20
83	سلوک	21
84	اخلاق	22

	ترغیب و ترہیب	25
88	تاریخ	26
89	مناظرہ	27
90	تکسیر	28
92	وفق	29
93	توقیت	30
94	ہینت	31
95	حساب	32
98	ارثماطیقی	33
97	ریاضی	34
98	ہندسہ	35
99	جبر و مقابلہ	36
100	زیجات	37
101	جفر	38
102	نجوم	39
104	شٹی	40
116	تصنیفات باعتبار موضوع	41
118	رد نصاریٰ	42
118	رد ہنود	43
122	رد آریہ	44
123	رد نیچریہ	45
124	رد فادیانیہ	46
131	رد روافض	47
143	رد نواصب	48
148	رد وہابیہ	49
149	رد غیر مقلدین	50
163	رد ندوہ	51
168	رد مفسقہ	52
204		

206	رد تفضیله	53
208	رد متصوفہ	54
210	رد مولوی اسماعیل دہلوی	55
225	رد مولوی قاسم نانوتوی	56
228	رد مولوی رشید احمد گنگوہی	57
235	رد مولوی اشرف علی تھانوی	58
239	رد مولوی نذیر حسین	59
240	بعض تصنیفات پر تبصرہ	60
240	الفروضات الملکیہ لمحہ الدولۃ الملکیہ	61
264	نفی الفی عن اضاء کل شیء	62
277	انفس الفکر فی قربان البکر	63
293	اقامة القيامة علی طاعن القيام لنبی سرہامہ	64
330	منیر العین فی حکم تقبیل الابرہامین	65
370	الاهلی من السکر لطلبہ بکر روبر	66
393	انوار الانتباه فی هل نداء یا رسول اللہ	67
403	نجلی الیقین بان نبینا بید المرسلین	68
423	ھیات الموات فی بیان سماع الاموات	69
452	انوار الانوار من یم صلوة الامرار	70
478	ازهار الانوار من صبا صلوة الامرار	71
484	اسماع الاربعمین فی شفاعۃ بید المحبوبین	72
496	النسوی الاکید عن الصلوة وراء عمدی التقليد	73
528	ازکی الالہلال بابطال ما احدثت الناس فی امر الہلال	74
550	صفات اللجین فی کون التصافو بکفی الیدین	75
562	التحیر بباب التقدير	76
577	تلو الصدہ للیمان القد	77

## تصانیف

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پیدائش اور نشوونما اس خاندان میں ہوئی جو علمی و عملی خاندان تھا، جہاں درس و تدریس و وعظ و تقریر اور سب سے زیادہ تصنیف و تالیف، انشاء و تحریر کا دستور تھا۔ اس لیے آپ نے ہوش سنبھالتے ہی تصنیف و تالیف کا چرچا دیکھا۔ (کذا) اس لیے قدرتنا آپ کی طبیعت کا میلان تدریس و تقریر سے کہیں زیادہ تصنیف و تالیف کی طرف تھا۔ اس کے علاوہ قدرت کو آگے چل کر انہیں مجرد مائتہ حاضرہ بنانا اور ان کے علوم و فنون سے زمانہ دراز تک عرب و عجم، روم و شام اور تمام ممالک اسلامیہ کو فیضیاب کرنا تھا، اس لیے بھی ضروری تھا کہ حضور تدریس و تقریر کے اعتبار سے تصنیف و تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں۔

اس لیے کہ تدریس و تقریر کا اثر محدود، خام اور جلد ختم ہونے والا ہوتا ہے۔ اور تصنیف و تحریر کا اثر غیر محدود و پختہ اور رہتی دنیا تک باقی رہنے والا ہوتا ہے۔ دنیا میں علمائے کرام لاکھوں کیا کروڑوں ہوئے، جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں عالم کو اپنے علوم و فنون سے مستفیض فرمایا۔ جہاں میں اپنے علوم کی روشنی پھیلا کرتا رہی و جہالت دور کی۔ مگر آج ہم ان کے نام سے بھی واقف نہیں کہ وہ کون کون تھے؟ کہاں کہاں تھے؟ کن کن علوم کے جامع تھے؟ بہتوں کے ناموں اور ان کے معارف کا کچھ پتا بھی چلتا ہے، تو دوسرے علمائے معاصرین یا

بعد کے لوگوں کی تحریر ہی کی بدولت۔ بخلاف امام غزالی، امام رازی، اسحاب صحاح ستہ، ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ان کی تالیفات وتصنیفات کی بدولت آج (لوگ) براہ راست ان کے علوم و فنون سے مستفید ہوتے ہیں۔

محرر المذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی برکت سے امام الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف اور اجتہادیات زندہ ہیں۔ تصوف کی معلومات امام غزالی کی احیاء العلوم، حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین عالم ہیں۔

ان سب وجوہ سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے بھی تدریس و وعظ کے اعتبار سے تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ جس وقت آٹھ سال کی عمر شریف تھی، آپ نے لہدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں تالیف فرمائی۔ اس کے بعد جب تیرہواں سال عمر شریف کا ہوا، اس وقت حمد و ہدایت کی تعریف میں عربی زبان میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا، جس کا نام ضوء السیرۃ فی اعلام العبد والسرۃ ہے۔

میں نے ۱۳۲۷ھ میں حسب فرمائش مولانا المکرم حبیبنا الائمہ جناب مولانا مولوی سید محمد عبدالجبار صاحب قادری حیدرآبادی غفرلہ رحمۃ اللہ علیہ سے واسطہ بوم بناری السناری، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پچاس علوم و فنون میں تصانیف کثیرہ کی فہرست مع فن و زبان و کیفیت و مضمون و سال تصنیف کے بیان میں، ایک رسالہ مسمیٰ بنام تالخی المجلد المورد لتالیف الہجرہ تحریر کیا تھا، جو اسی زمانے میں مطبعہ پٹنہ میں باہتمام



حضرت مولانا ابوالساکین محمد ضیاء الدین صاحب پبلی بھتی رحمة اللہ علیہ چھپ کر شائع ہو چکا تھا۔ اس میں ساڑھے تین سو تصنیفات و تالیفات کی مفصل فہرست درج تھی۔

اس کے بعد جب ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ میں چار مہینے کی فرصت لے کر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلے میں بریلی شریف قیام کا موقع ملا۔ تو ۱۳۲۷ھ کے بعد سے سال وصال تک جس قدر تصنیفات ملی تھیں، ان کو بطور ضمیمہ اس رسالہ کے، اضافہ کیا، تو تصنیفات چھ سو سے فاضل ہوئیں۔ جو چار قسموں پر منقسم ہیں۔

- ① تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی ہیں۔
  - ② وہ تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی نہیں۔
  - ③ تصنیفات اصحاب و قدسی احباب جن کے نام تاریخی ہیں۔
  - ④ وہ تصنیفات اصحاب جن کے نام تاریخی نہیں۔
- قسم سوم و چہارم، اگرچہ بنام تلامذہ و اصحاب ہیں، لیکن درحقیقت (ان کو) اعلیٰ حضرت ہی کی تصنیف سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ وہ کتابیں ہیں، جو تلامذہ نے لکھ کر بغرض اصلاح پیش کیں، لیکن ان پر اصلاح کیا ہوئی! وہ مستقل تصنیف ہی ہو گئیں۔ اس لیے ایسی کتابوں کو اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ فرمایا۔ ————— علاوہ بریں یہ اساتذہ علما کی قدیم عادت ہے کہ مصلحت سے اپنی کسی کتاب کو کسی شاگرد کی طرف نسبت کر دیتے ہیں، اور قدیم زمانہ سے حال تک، اس کا بلا تلییر رواج ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ۱۳۲۷ھ تک ساڑھے تین سو تھیں، جن کا بیان میں نے اپنے رسالہ المجمع المور و تالیفات

المجدد میں کیا ہے۔ پہلے ان سب کو اسی ترتیب سے ذکر کروں گا۔ اس کے بعد پھر ان کو بترتیب فنون و علوم ذکر کر کے جو کتابیں میرے پاس ہیں، یا میری نظر سے گذری ہیں، ان کے کچھ تفصیلی حالات لکھوں گا۔ ورنہ فقط نام اور ثمنل حالت پر اکتفا کروں گا۔ اس کے بعد بطور ضمیمہ رسالہ المجمع المورن ۱۳۲۷ھ کے بعد سے سال وفات تک کی تصنیفات کو اسی طرح چار حصے کر کے ان کا شمار، سال تصنیف، نام کتاب، فن، زبان، کیفیت مضمون لکھوں گا۔ اس کے بعد پھر ان سب کو بھی بترتیب علوم و فنون ذکر کر کے تفصیلی حالت بیان کروں گا۔

وباللہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق۔

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نعمہ ونصلي على رسولہ الكريم

## تصانیف خاصہ

س. نمبر	سن تصنیف	نام کتاب	ف. ن.	زبان	کثرت	مضمون کتاب
۱	۱۲۸۵	ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد والہدایۃ	کلام	ع	مبیشہ	حمد و ہدایت کی تعریف
۲	۱۲۸۸	حل خطاء الخط	رد و ہایہ	ع	مبیشہ	رد خطا ستمعیل دہلوی
۳	۱۲۹۰	السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور	کلام	ع	مسودہ	مسئلہ صفات باری تعالیٰ و تحقیق مذہب اہل سنت
۴	۱۲۹۳	معتبر الطالب فی شیون اہل طالب	کلام	ع	مبیشہ	شرح اہل طالب میں داخل کر دیا گیا
۵	۱۲۹۵	نقاء النیرۃ فی شرح الجوہرہ ملقب بہ النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ	فقہ	ع	مطبوعہ نکستہ	مسائل حج و زیارت کا بیان یہ رسالہ بار اول کے حج میں مکہ مکرمہ میں ایک دن میں تالیف فرمایا [م]
۶	۱۲۹۶	اطائب الاکسیر فی علم التکسیر	تکسیر	ع	تمام	علم تفسیر اور مصنف کے ایجادات کثیرہ
۷	=	نقی النبی عن بنورہ انار کل شیء	فضائل	ع	مبیشہ	اس بارے میں کہ نبی ﷺ کا سایہ [م]
۸	۱۲۹۷	الکلام الہن فی تشبہ الصدیق بالنبی	مناقب	ع	مبیشہ	صدیق اکبر کی سید عالم ﷺ سے مشابہتیں
۹	=	وجد المشوفی محلوة اسماء الصادقین والفاروق	مناقب	ع	مبیشہ	صدیق و فاروق کے صد ہا نام کہ احادیث میں آئے

تفصیل شیخین پر کمال مبسوط کتاب [م]	مبیضہ	ھ	عقائد	مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین	=	۱۰
فضائل اقدس میں ایمان افروز کتاب [م]	مسودہ	ھ	فضائل ورد	سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری	=	۱۱
اللہ ورسول و آل واصحاب کے باب میں اہل سنت کے اعتقاد [م]	مبیضہ	ھ	عقائد	اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفیٰ والآل والاصحاب	۱۲۹۸	۱۲
مال حرام والے کے ساتھ معاملات اور اس کے نققات	اکثر مبیضہ	ھ	فقہ	احکام الأاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام	=	۱۳
ہندوستان میں گائے کی قربانی جاری رکھنا واجب ہے [م]	مبیضہ	ھ	فقہ ورد ہنود	انفس الفکر فی قربان البقر	=	۱۴
جبریل امین خادم مصطفیٰ ﷺ ہیں	مسودہ	ھ	فضائل	اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل	=	۱۵
اہلک الوہابین میں شامل کیا گیا [م]	مطبوعہ	ھ	فقہ ورد	الامر باحترام المقابر	=	۱۶
مسئلہ قیام مجلس میاں مبارک [م]	مبیضہ	ھ	فقہ ورد وہابیہ	اقامة القيامة علی طاعن القيام لنبي تہامہ	۱۲۹۹	۱۷
نبی ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے باب میں ایک مخالف کارڈ [م]	مبیضہ	حذر	فضائل ورد	هدی الحیران فی نفی الفی عن شمس الاکوان	۱۲۹۹	۱۸
جماعت اولیٰ اور مسجد واجب ہے۔	مسودہ	ع	فقہ	حسن البراعة فی تنفيذ حکم لجماعة	=	۱۹

۲۰	=	النعم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم	فقہ ورد	۵	مطبوع	رشافة الکلام میں شامل کیا گیا
۲۱	۱۳۰۰	الزلال الاتقی من بحر سبقة الاتقی	تفسیر ورد تفضیله	۵	مبعض	آیة ان اکرمکم عند الله اتقاکم کی تفسیر [۴]
۲۲	=	بذل الصفا لعبد المصطفی	عناد ورد رہاب	۵	سودہ	عبدالنبی غلام مصطفیٰ نبی بخش ناموں کا جواز
۲۳	=	البشری العاجلة من تحف آجله	عناد ورد مصنف	۵	مطبوع	تفضیلیہ و مفسقان امیر معاویہ کا رد
۲۴	=	النذیر الهائل لكل جلف جاهل	ماطرہ ورد رہاب بلخصوص نور حسن	۵	سودہ	مجلس میلاد مبارک کے بارے میں مولوی نذیر احمد دہلوی کے ایک فتویٰ کا انہیں کے دوسرے فتوے سے رد
۲۵	۱۳۰۱	منیر العین فی حکم تقیل الایہامین	فقہ ورد	۵	مطبوع	اذان میں نام پاک سن کراگوٹھے چومنا
۲۶	=	المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة	فقہ	۵	سودہ	جو بدعت کفری رکھتا ہو تمام احکام میں مثل مرتد ہے
۲۷	=	المحمل المسدد ان ساب المصطفی مرند	فقہ	۵	مبعض	حضور اقدس ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے۔
۲۸	۱۳۰۲	اجود القرئ لمن یطلب الصحة فی اجارة القرئ	فقہ	۵	مبعض	دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام اور جواز کی صورت
۲۹	=	نسیم الصبا فی ان الادان بحول الوباء	فقہ ورد وہابیہ	۵	سودہ	دفع و با کو اذان

۳۰	۱۳۰۳	الاحلیٰ من السكر لطلبہ سکرروسر	فقہ	۵	مطبوع حنفیہ	شکرروسر وغیرہ صد ہا جزئیات کا قانون
۳۱	۱۳۰۳	الاهلال بفیض الاولیاء بعد الوصال	رد وہابیہ	۵	بہیمی	حیات الموت میں شامل کیا گیا [م]
۳۲	=	محیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم	مناقب	ف	مبیضہ	فضائل سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۳	=	جمال الالجمال لتوفیق حکم الصلاة فی النعال	فقہ	ع	مسودہ	نیا جوتا پہنکر نماز پڑھنا کیسا ہے اور استعمالی جوتا پہنکر پڑھنے اور مسجد میں جانے کا حکم
۳۴	=	منزع الحرام فی التداوی بالحرام	فقہ	ع	نا تمام	حرام چیز بطور دوا بھی استعمال نہیں ہو سکتی
۳۵	۱۳۰۴	مقامع الحديد علیٰ حد المنطق الجديد	کلام	۵	مبیضہ	فلسفہ جدیدہ کا مخالف عقائد ہونا [م]
۳۶	=	معدل الزلال فی اثبات الهلال	فقہ	۵	مبیضہ	انجمن اسلامیہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی پر تنبیہ اور مسائل شرعیہ کی تعلیم
۳۷	=	طوالع النور فی حکم السرج علی القبور	فقہ ورد وہابیہ	۵	نا تمام	قبروں پر چراغ جلانے کے تفصیلی احکام
۳۸	=	البارقة اللمعا علی سامد نطق بالكفر طوعا	فقہ	ع	مسودہ	جو قصد اکلمہ کفر کہے اگرچہ معتقد نہ ہو کافر ہے

۳۹	=	جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیة	فقہ	ع	مسودہ	مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے اس کو گناہ کہنا خطا ہے
۴۰	=	انوار الانتباه فی حل نداء یارسول اللہ	فقہ ورد	ھ	مسودہ	یارسول اللہ یا علی کہنے کا جواز
۴۱	=	التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل	اصول فقہ	ع	نا تمام	لفظ کان یفعل دوام میں نہیں
۴۲	۱۳۰۵	تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین	عقائد	ھ	مطبوع تاریخ بریلی	سید انبیاء ﷺ کے سب انبیاء سے افضل ہونے پر دلیل (تین سو حدیثیں)
۴۳	=	حیة الموات فی بیان سماع الاموات	عقائد و رد وہابیہ	ھ	مطبوع بہی	اموات کے دیکھنے سننے کا ثبوت اور بعد وصال اولیاء کے فیوض و برکات [۴]
۴۴	=	انہار الانوار من یم صلاة الاسرار	فقہ ورد	ھ	مطبوع بریلی	نماز غوثیہ کا ثبوت مطبوع
۴۵	=	ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار	اذکار	ع	مبعضہ	طریقہ و نکات نماز غوثیہ [۴]
۴۶	=	اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین	حدیث ورد وہابیہ	ع ھ	مبعضہ	شفاعت اقدس ﷺ میں چہل حدیث [۴]
۴۷	=	البسط للمسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل	فقہ	ھ	مبعضہ	زوجہ بعد وطی بھی مہر موجب لینے کے لیے اپنے نفس کو روک سکتی ہے

غیر مقلدوں کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے [م]	مبیضہ	۵	فقہ ورد عبر مقلدیں	النہی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید	=	۴۸
حرمین میں مہاجر بن کر رہنا کیسا ہے [م]	مبیضہ	ع	فقہ	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	=	۴۹
چاندنی خبر میں تار اور خط پر اعتبار نہیں [م]	کلت	۵	فقہ و رد گنگومی	ازکی الاملال بابطال ماحدث الناس فی امر الهلال	=	۵۰
شامل رسالہ بذل الصفا کیا گیا	مبیضہ	۵	فقہ ورد وعلیہ	باب غلام مصطفیٰ	=	۵۱
حدیث لولاک کا ثبوت	مسودہ	ع ۵	حدیث	تلاو الافلاک بجلال حدیث لولاک	=	۵۲
تقدیر پر ایمان کے ساتھ تدبیر سنت ہے اور منکر گمراہ [م]	مبیضہ	۵	فقہ	التحجیر التدبیر	=	۵۳
کیا کیا کام مسجد میں ناروا ہیں	نا تمام	۵	فقہ	احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنه المساجد	=	۵۴
فرض و نفل میں تعدہ فرض ہے یا واجب	نا تمام	ع	فقہ	ازین کافل لحکم القعدة فی المکتوبة والنوافل	=	۵۵
درود میں شجرہ طیبہ کے اسماء بمعنی دیگر [م]	مبیضہ	ع	اذکار	زهر الصلاة من شجرة کارم الهداة	=	۵۶
مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے [م]	اہل سنت	۵	فقہ ورد عبر مقلدیں	صفائح اللحن فی کون التصافح بکفی البدین	۱۳۰۶	۵۷



۵۸	=	جاء القصيدة البغدادية منقبة به الزمزمة القمرية في الذب عن الخميرية	شتی	۵	مطبع اہل سنت بریلی	قصیدہ غوثیہ پر بعض جہال کے اعتراض کا رد
۵۹	=	اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام	فقہ	۶	مبعضہ	ہندوستان دار الحرب نہیں [۲۱]
۶۰	=	تبیان الموضوع	فقہ	۵	مبعضہ	وضو غسل کی احتیاطیں [م]
۶۱	=	الحلاوة والطلاوة فی موجب سجود التلاوة	فقہ	۶	مسودہ	جدہ تا اوت کتنا پڑھنے سے واجب ہوتا ہے
۶۲	=	الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه	رد روافض	۵	مبعضہ	روافض کہ اذان میں کلمہ بلا فصل بڑھانے میں انہیں کی کتب سے ۱- کاروان پر لعنت [م]
۶۳	=	الاشکال الاقیدس لتکسیر اشکال اقلیدس	ہندسہ	۶	مسودہ	اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراض
۶۴	=	غروس الاسماء الحسنی فیما لینبنا من الاسماء الحسنی	فضائل	۶	نا تمام	حضور اکرم ﷺ کے لیے ہزار سے زائد اسماء
۶۵	=	نائل الراح فی فرق الریح والریاح	تفسیر	۶	مبعضہ	اطلاق ریح وریاح کا فرق

۶۶	۱۳۰۷	حکم رجوع من ولی فی نفقة العرس والجهاز والحلی	فقہ	۵	مبیضہ	جسے بہن کو جمیز دیا اور شادی میں خرچ اٹھایا وہ اس کی واپسی کا دعویٰ کرتا کیا حکم ہے اور شوہر کی طرف سے بری میں جو زیور یا جوڑا آتا ہے وہ کس کی ملک ہے
۶۷	=	المنع الملبحہ فیما نہی من اجزاء الذبیحہ	فقہ	ع	سودہ	ذبیحہ سے بائیس چیز کھانے کی ممانعت [م]
۶۸	=	سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح	عقائد ورد وہابیہ	۵	مطبوعہ لکھنؤ پٹنہ	امکان کذب کارو
۶۹	=	الزهر الباسم فی حرمة الزکاة علی بنی ہاشم	فقہ	۵	مطبوعہ حنفیہ پٹنہ	سادات پر زکاة حرام ہے ان کے دیئے ادا نہ ہوگی
۷۰	=	تجلی المشکاة لانارة امثلة الزکاة	فقہ	۵	حنفیہ پٹنہ	مسائل زکاة کے نفیس قانون [م]
۷۱	=	التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد	فقہ	۵	مبیضہ	مسجد کا صحن بھی مسجد ہے [م]
۷۲	=	شرح الحقوق لطرح العقوق	اخلاق	۵	مبیضہ	ابوین، زوجین، استاذ وغیرہ کے حقوق [م]
۷۳	=	حک العیب فی حرمة تسويد الشیب	فقہ	۵	مبیضہ	سیاہ خضاب حرام ہے [م]
۷۴	=	حفة المرجان لمہم حکم الدخان	فقہ	۵	حنفیہ	حقے اور تمباکو کے احکام [م]

۷۵	=	عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار	فقہ	ھ	مبیضہ	صرف مردوزن کے اس اقرار سے کہ ہم زن و شوہیں نکاح نہیں ہوتا [م]
۷۶	=	الحجة الفاتحة بطیب لتعین والفاتحة	فقہ و دوہابیہ	ھ	مبیضہ	دن معین کرنے اور دیگر تقییدات فاتحہ کا حکم [م]
۷۷	=	سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاة العید	فقہ و رد وہابیہ	ھ	مبیضہ	نماز عید کے بعد دعائے مانگنے کا ثبوت [م]
۷۸	=	الصفیة الموحیہ لحکم جلود الاضحیہ	فقہ و رد گنگوہی	ع	مبیضہ	پوست قربانی مسجد و مدرسہ میں صرف کرنا [م]
۷۹	=	الطرة فی سطر العورة	فقہ	ع	مسودہ	ستر عورت مردوزن کی تفصیل
۸۰	۱۳۰۸	کشف حقائق واسرار و دقائق	تصوف	ھ	مطبوعہ سیتاپور	سوالات تصوف کا جواب
۸۱	=	الحرف الحسن فی الكتابة علی الکفن	فقہ و وہابیہ	ھ	مبیضہ	کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا مسئلہ [م]
۸۲	=	ابر المقال فی استحسان قبلہ الاجلال	فقہ و وہابیہ	ھ	مبیضہ	دست و پائے مشائخ و علما و آستانہ مزارات وغیرہ پر بوسہائے تعظیسی کا بیان [م]
۸۳	=	فتح الملک فی حکم التملیک	فقہ	ع	مبیضہ	تمایک نامہ و جبہ نامہ میں فرق نہیں

تصور برزخ کا جواز	اہل سنت بریلی	ھ	سلوك ورد وھابہ	الياقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ	۱۳۰۹	۸۴
دربارہ تقلید غیر مقلدوں کے بعض شبہات کا جواب [م]	مبعضہ	ھ	رد غیر مقلدین	النیر الشھابی علی تدلیس الوھابی	=	۸۵
جو زکاۃ نہ دے اس کا صدقہ قبول نہیں [م]	مبعضہ	ھ	ترغیب و ترہیب	اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکاۃ	=	۸۶
چاندی سونے کی کیا چیزیں مردوں عورتوں کو جائز ہیں اور کیا کیانا جائز [م]	مبعضہ	ھ	فقہ	الطیب الوجیز فی امتعۃ ا لورق والابریز	=	۸۷
رد امکان کذب و ابطال خرافات رسالہ تقدیس القدر	مسودہ	ھ	عقائد ورد وھابہ	سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس	=	۸۸
نفاق اعتقادی و عملی کا فرق اور اس کے بارے میں احادیث کثیرہ کا جمع کرنا	مسودہ	ھ	حدیث	انباء الحداق بمسالك النفاق	=	۸۹
اجابت دعا کے کیا کیا معنی ہیں اثر ظاہر نہ ہوتا دیکھ کر بیدل ہو جانا حماقت ہے	مسودہ	ف	تفسیر	انوار الحلم فی معانی میعاد استجب لکم	=	۹۰
کن کن عمل کے سبب حقوق العباد سے نجات مل سکتی ہے [م]	مبعضہ	ھ	حدیث	اعجب ا لامداد فی مکفرات حقوق العباد	۱۳۱۰	۹۱
اولاد کے پیدا ہونے بلکہ شکم مادر میں آنے سے پہلے جو حقوق ہیں [م]	مبعضہ	ھ	اخلاق	مشعلۃ الارشاد لئلی حقوق الاولاد	=	۹۲

۹۳	=	رفیع المدارک فی حکم السوائب وطرح الملك	فقہ	ہ	مبیضہ	بجار اور ہندو گنگا میں گہنا ڈالتے ہیں ان کا حکم
۹۴	=	جلی الصوت لنہی المدعوۃ امام الموت	فقہ	ہ	مبیضہ	اہل میت کی طرف سے اغنیا کی دعوت منع ہے [۴]
۹۵	=	یسر الزاد لمن ام الضاد	فقہ	ع	مسودہ	تحقیقات حرف ضاد وراہ مارہرہ گم شد
۹۶	۱۳۱۱	الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء	فقہ وفضائل وروایہ	ہ	مطبوع اہل سنت	فضائل اقدس ورد شرک و بابیہ میں بے مثل کتاب [۴]
۹۷	=	منیہ اللیب ان التشریح بید الحیب	فضائل	ہ	اہل سنت	تمام احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں، شامل الامن والعلیٰ
۹۸	=	برکات الامداد لاهل الاستمداد	فقہ ورد	ہ	اہل سنت	اولیاء سے استعانت کا ثبوت
۹۹	=	بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز	فقہ ورد وہابہ	ہ	مطبوعہ بیہی	نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کا جواز
۱۰۰	=	الهدایۃ المبارکہ فی خلق الملئکہ	حدیث	ہ	مبیضہ	ملئکہ کی پیدائش و موت کا بیان [۴]
۱۰۱	=	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	فقہ	ہ	مبیضہ	۱۳۰ الفاظ طلاق کا بیان کہ ان سے بائن پڑتی ہے اور ان سے جمعی [۴]

۱۰۲	=	فیج النسرین بحواب الاسئلة العشرين	ردوہایہ	ھ	مسودہ	وہابیہ کے متعلق ۲۰ سوالوں کا جواب
۱۰۳	=	بوارق تلوح من حقیقۃ الروح	تصوف	ع	مسودہ	روح کی شئی ہے
۱۰۴	=	المنی والدرر لمن عمد منی آردر	فقہ ورد گنگوہی	ھ	مسودہ	منی آرڈر کرنا روا ہے اور فتوائے گنگوہی کا رد [م]
۱۰۵	۱۳۱۲	الکوکبة الشہایة فی کفریات ابی الوہابیہ	کلام ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	سترجمہ سے امام وہابیہ پر فقہا کے نزدیک لزوم کفر [م]
۱۰۶	=	سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ	ایضا	ھ	مطبوع حنفیہ پٹنہ	الکوکبة الشہابیہ کا خلاصہ [م]
۱۰۷	=	وشاح الحید فی تحلیل معانقۃ العید	فقہ ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	عید کے بعد معانقہ نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے [م]
۱۰۸	=	وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح	فقہ ورد غیر مقلد	ھ	اہل سنت	ختم تراویح میں ایک ہی بار بسم اللہ باواز پڑھیں اور گنگوہی کا رد [م]
۱۰۹	=	السیوف المخیفہ علی عائب ابی حنیفہ	اصول فقہ ورد غیر مقلدین	ھ	مبعضہ	فتاویٰ ماٹیری سے اس قول کی شرح کہ بمجلس قیاس امام اعظم کو ناحق ہے کاتب
۱۱۰	=	العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار	اذکار	ھ	مبعضہ	دعائے افطار افطار سے پہلے ہو یا بعد [م]

اشرف علی تھانوی کے چار فتووں پر تحریر [م]	مبیضہ	فقہ	الفلادة المرصعة في نحر الاجوبة الاربعة	=	۱۱۱
مدار کے مرغ اور چہل تن کی گائے وغیرہ کا حکم [م]	اہل سنت	فقہ ورد و ہابیہ	سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء	=	۱۱۲
ڈھیلے اور تنگ پانجاموں اور تہبند کا حکم	مبیضہ	فقہ	ستر جمیل فی مسائل السراویل	=	۱۱۳
سوالات تصوف کا جواب	مسودہ	تصوف	التلطف بجواب مسائل التصوف	=	۱۱۴
نکاح ثانی میں وہابیہ کا تشدد باطل ہے [م]	مبیضہ	فقہ ورد و ہابیہ	اطائب التہانی فی النکاح الثانی	=	۱۱۵
قط دو با میں مسلمانوں کی دعوت نافع ہے	مبیضہ	فقہ	راد القحط والوباء بدعوة الجیران ومواساة الفقراء	=	۱۱۶
مولیٰ علی پر کبھی بالبعج بھی لفظ کفر نہیں آیا [م]	مبیضہ	فضائل	نزہة السکانة الحبلریة عن وصية عهد الحاملیة	=	۱۱۷
شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی جناب میں عقیدت	مبیضہ	ع مناقب	انجاء البری عن رسواس المفتری	=	۱۱۸
صحیح یہ ہے کہ کتے کا صرف لعاب نجس ہے	مبیضہ	ع ف	سلب التلب عن القائلین بطہارة الکلب	=	۱۱۹
تہجد نفل ہے یا سنت	مبیضہ	فقہ	رعاية المنہ فی ان التہجد نفل اوسنہ	=	۱۲۰

۱۲۱	=	حق الاحقاق فی حادثة من نوازل الطلاق	فقہ	ھ	مبیضہ	ایک مسئلہ طلاق کی نفیس تحقیق
۱۲۲	=	جمیل ثناء الائمہ علیٰ علم سراج الامہ	مناقب ورد غیر مقلد	ھ	مسودہ	ائمہ نے امام اعظم کی کیا کیا مدح کی
۱۲۳	=	عرش الاعزیز والاکرام لاول ملوک الاسلام	عقائد ورد مفسقہ	ھ	مسودہ	فضائل امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۲۴	=	اعلام الصحابة الموافقین للامیر معوویہ وام المؤمنین	تاریخ ورد مفسقہ	ھ	نا تمام	کون کون صحابہ امیر معاویہ اور ام المؤمنین کے ساتھ تھے
۱۲۵	=	ذب الایواء الوہیہ فی باب الامیر معاویہ	عقائد ورد مفسقہ	ھ	نا تمام	امیر معاویہ پر سے مطاعن کادغ
۱۲۶	۱۳۱۳	اعز لنکات بحواب سوال لركات ملقب به الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحديث فہر منہی	اصول فقہ	ھ	اہل سنت	حدیث پر چلنے کے لیے کیا کیا درکار ہے اور غیر مقلدین کی جہالت کا رد
۱۲۷	=	فتاویٰ القنوة لكشف دفعین النوة	عقائد ورد	ھ	قادری	رد عقائد ندوہ
۱۲۸	=	مراسلات سنت ندوہ	مناظرہ ورد ندوہ	ھ	مطبع نظامی	ناظم ندوہ سے دربارہ ندوہ جو خط و کتابت ہوئے



ندوہ پر ستر سوال جن کے جواب سے علمائے ندوہ آج تک عاجز ہیں۔	مطبوعہ بداون وکلکتہ	د ندوہ	سوالات حقائق نما بروس ندوہ العلما	=	۱۲۹
سفر میں دو نماز ملا کر پڑھنا جائز نہیں ورداشدندیر حسین دہلوی	مطبوعہ اہل سنت	فقہ ورد غیر مقلدین	حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلا تین	=	۱۳۰
حدیث ضعیف پر عمل کے احکام	بیبئی	اصول حدیث	الہاد الکاف فی حکم الضعاف	=	۱۳۱
جمہ کے لیے شہر شرط اور چار رکعت احتیاطی کا بیان	مبعضہ	فقہ ورد غیر مقلدین	لوامع البہافی المصر للجمعة والاربع عقبہا	=	۱۳۲
طلاق میں زوجہ کی طرف اضافت کا بیان	مبعضہ	فقہ	الکاس الدماق باضافة الطلاق	=	۱۳۳
کتب حدیث کا تفرقہ مراتب	مبعضہ	اصول حدیث	مدارج طبقات الحدیث	=	۱۳۴
جماعت ثانیہ کا جواز اور اس کی تفصیل [م]	مبعضہ	فقہ ورد گنگوہی	القطوف الدانیہ لمن أحسن الجماعة الثانیة	=	۱۳۵
مناقب امیر معویہ کی حدیثیں	مسودہ	حدیث ورد مسندہ	الاحادیث الراویة لمدح الامیر معویہ	=	۱۳۶
دربارہ جماعت ثانیہ فتویٰ گنگوہی کا رد	مسودہ	فقہ ورد گنگوہی	الرد الاشد البہی فی مجر الجماعة علی الگنگوہی	=	۱۳۷

دودھ کی جھنجھی حرام ہے اور ایک بیباک کا رد	مبیضہ	ع	فقہ	نقد البیان لحرمة ابنة اخی اللبان	۱۳۱۲	۱۳۸
چھ مہینے کی بھیڑ قربانی میں روا ہے	مبیضہ	ہ	فقہ	ہادی الاضحیۃ بالشاء الہندیۃ	=	۱۳۹
داڑھی رکھنے کا وجوب اور اس کے کتروانے والے پر سخت سخت وعیدیں	مطبوعہ حیدرآباد	ہ	فقہ ورد نیجریہ	لمعة الضحی فی اعفاء اللحن	۱۳۱۵	۱۳۰
ایک جنازہ پر دو بار نماز جائز نہیں ہے	بانگی پور	ہ	فقہ ورد غیر مفلین	النہی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز	=	۱۳۱
نقشہ مزار اقدس و نعل مبارک کا ادب	حقیقہ	ہ	فقہ ورد وہابیہ	شفاء الوالہ فی صور الحبيب ومزارہ ونعالہ	=	۱۳۲
ڈاکٹروں کے ادعا اور پادریوں کا رد [م]	مبیضہ	ہ	تفسیر ورد نصاری	الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام	=	۱۳۳
عورت کو کہاں کہاں جانا جائز ہے [م]	مسودہ	ہ	فقہ	مروج النجا لخروج النساء	=	۱۳۴
سورہ فاتحہ سے نبی کریم ﷺ کے فضائل کا ثبوت اور وہابیہ کا رد	مبیضہ	ہ	تفسیر وفضائل ورد وہابیہ	النفحة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة	=	۱۳۵
حرف ضاد کی تحقیق [م]	مبیضہ	ف	تجوید	نعم الزاد لروم الضاد	=	۱۳۶

۱۳۷	=	تجویز الرد عن تزویج الابد	فقہ	مبیضہ	ہنی الابد کا نکاح کیا ہوا کس صورت میں رد ہو سکتا ہے اور ہنی اقرب سے کیا مراد ہے۔
۱۳۸	=	شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام	فضائل	مبیضہ	منور اللہ کے والدین آدم درجات عبد اللہ وآمنہ تک سب اہل توحید و نجات ہیں
۱۳۹	=	ہبة النسانی تحقیق المصاهرة بالزنا	فقہ ورد غیر مقلد	مطبوعہ کا پور	سائس کو شہوت سے چھوٹنے سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔
۱۵۰	=	الاعلام بحال البخور فی الصیام	فقہ	مبیضہ	دھویں کے پاس جانے یا دھوئیں کا کام کرنے سے روزہ نہیں جاتا [م]
۱۵۱	=	المقصد النافع فی عصبوبة الصنف الرابع	فرائض	مبیضہ	جو عصبہ مثلاً بیس پشت میں جا کر ملے اس کی وراثت میں شبہات کا جواب
۱۵۲	=	التحریر الجید فی بیع حق المسجد	فقہ	اہل سنت	مسجد میں سے کوئی ٹھنی بیچنے کے احکام
۱۵۳	۱۳۱۶	شرح المطالب فی مبحث ابی طالب	کلام	بہی	ابو طالب کی موت اسلام پر نہ ہوئی
۱۵۴	=	الوفاق المتین بین سماع اللغین وجواب الیمین	فقہ ورد و ہایہ	اہل سنت	سماع موقی کے جواب میں مسئلہ قسم سے استدلال اور وہابیہ کا رد جلیل

۱۵۵	=	ازالة العار بحجر الکراتم عن کلاب النار	فقہ ورد وہابیہ	۵	مبیضہ	بد مذہب سے شادی کرنا منع ہے [۲]
۱۵۶	=	تفاسیر الاحکام لفدية الصلاة والصيام	فقہ	۵	مبیضہ	بعد موت نماز روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل [۲]
۱۵۷	=	جمان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج	سیر	ع ۵	مبیضہ	معراج سے پہلے نماز کس طرح تھی [۲]
۱۵۸	=	انجح الجد فی حفظ المسجد	فقہ	۵	مبیضہ	مسجد قدیم پر سے دعوے کا رد
۱۵۹	۱۳۱۷	جزاء الله عدوه باباته ختم النبوة	عقائد ورد	۵	اہل سنت	منکران ختم نبوت کے رد میں سودیشیں
۱۶۰	=	الشرعة البهية فی تحديد الوصیه	فقہ	۵	مبیضہ	وصیت کی جامع مانع تعریف کیا ہے اور اس کی دونوں قسموں کا بیان
۱۶۱	=	ماحی الضلالة فی انکحة الهندو بنجاله	فقہ	۵	مبیضہ	ہندوستان و بنگالہ میں نکاح کے جو طریقے رائج ہیں، ان کی اصلاح
۱۶۲	=	نطق الهلال بارخ ولاد الحبيب والوصال	سیر	۵	حنفیہ پنڈ	نبی کریم ﷺ کے روز و ماہ و تاریخ ولادت اقدس و وفات کی جلیل تحقیق
۱۶۳	=	فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین	عقائد وردندو	ع	بہمنی	رد ندوہ میں حرمین شریفین کے فتاویٰ

۱۶۳	=	ترجمة الفتوى وجہ هدم البلوى	=	ہ	بہین	فتاویٰ مذکور کا ترجمہ
۱۶۵	=	خلص فوائد فتویٰ	=	ہ	بہین	خاصہ مضامین فتاویٰ مذکور
۱۶۶	=	الجام الصاد عن سنن الصاد	فقہ ونحوید	ہ	حنفیہ پنہ	مسائل حرف ضاد اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ
۱۶۷	=	طب الامعان فی تعدد الجهات والابدان	فرائض	ع	مبیضہ	ذوی الارحام میں تعدد جہات فروع سے تعدد اصل کی تحقیق مفرد
۱۶۸	۱۳۱۸	اتباء المصطفى بحال سر و اخفى	فضائل ورد وہبہ	ہ	بہین و مرادباد	مسئلہ علم غیب کا مجمل و کافی بیان
۱۶۹	=	اللولو المکنون فی علم البشر بماکان وما یكون	فضائل ورد وہابہ	ہ	مسودہ	مسئلہ علم غیب کا مفصل و شافی بیان
۱۷۰	=	مالی الحیب بعلوم الغیب	=	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب کے متعلق احادیث و اقوال ائمہ کا ذخیرہ
۱۷۱	=	ابجل ابداع فی حد الرضاع	فقہ	ع	نا تمام	مدت رضاعت میں قول امام کی تحقیق
۱۷۲	=	قولر ع القہار علی المجسمۃ الفجار	عقائد ورد فہ مقلدین	ہ	مبیضہ	وہابیہ کے اس خیال کا رد کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے [۴]
۱۷۳	=	لب الشعور باحکام الشعور	فقہ	ہ	مبیضہ	مبوءے سروریش کے متعلق احکام
۱۷۴	=	خبر الامال فی حکم الکسب والسوال	فقہ	ہ	مبیضہ	کمانے اور سوال کرنے کا علم [۴]

۱۷۵	=	المنة الممتازة في دعوات الجنائز	اذکار	ع ھ	مبیضہ	جنائزہ میں جو دعائیں حدیث میں ہیں ان کا بیان [م]
۱۷۶	=	رادع التعسف عن الامام ابی یوسف	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	حیلہ زکاۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدوں کے اعتراض کا جواب۔ [م]
۱۷۷	=	الفقه التسجيلی فی عجین النارجیلی	فقہ	ع	مسودہ	دربارہ اشربہ قول امام کی تحقیق اور سیندھی اور نان پاو کا حکم [م]
۱۷۸	=	افصح البیان فی حکم مزرع ہندوستان	فقہ	ع ھ	حنفیہ	ہندوستان کی زمین پر شرعی وظیفہ کیا ہے اور کیونکر ادا کریں
۱۷۹	۱۳۱۹	المقال الباهر ان منکر الفقه کافر	کلام ورد	ھ	مبیضہ	فقہ کا منکر کافر ہے
۱۸۰	=	نقاء السلافہ فی البيعة والخلافة	سلوک	ھ	مبیضہ	بیعت و خلافت کے احکام [م]
۱۸۱	=	اطائب الصبب علی ارض الطیب	اصول فقہ	ع ھ	اہل سنت	فرضیت تقلید
۱۸۲	=	عزم البازی فی جو الرياضی	ریاضی	ع ھ	مبیضہ	مختلف علوم ریاضی میں تحریرات نفیسہ
۱۸۳	=	الموهبات فی المربعات	ارثما طبقی	ع	مسودہ	ہم ایک مربع بنانا چاہتے ہیں کہ جس قدر مربع منظور ہوں ان کا مجموعہ ہو اور ایسے مربعات کے مسائل کا بیان

۱۸۴	=	اقمار الانشراح لحقیقۃ الاصباح	ہیات	ع	مسودہ	صحیح کیونکر ہوتی ہے اور اس کا سبب کیا ہے اور اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی کے اعتراضات کا جواب
۱۸۵	=	الصراح الموجز فی تعدیل المركز	ہیات	ف	مبیضہ	ہیت قدیمہ و جدیدہ دونوں پر مرز تیس کی تعدیل معلوم کرنے کا طریقہ جس سے تقویم حاصل ہو
۱۸۶	=	الانجب الانیق فی طرق التعلیق	توقیت	ف	مبیضہ	نماز روزہ کے اوقات کلیہ سے مہینہ کے اوقات جزئیہ نکالنے کے طریقے
۱۸۷	=	اعالی العطایا فی الاضلاع والزویا	ہندسہ	ع ف	مبیضہ	ثلاث مسلح و ثلاث کروی کے اضلاع و زویا میں معلوم سے مجہول کا جاننا اور شکل معنی و ظلی و مانع کا بیان
۱۸۸	=	کلام الفہیم فی سلامل الجمع والتقسیم	حساب	ع	مبیضہ	سلسلہ جمع و تفریق و سلسلہ ضرب و تقسیم کا بیان اور علوم تازہ کا اضافہ
۱۸۹	۱۳۱۹	زیح الاوقات للصوم والصلوات	توقیت	ھ	تمام	ہندوستان بلکہ تمام ایشیا کے شہروں میں ہر روز کے لیے اوقات نماز و روزہ کا استخراج
۱۹۰	۱۳۲۰	المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد	کلام	ع	اہل سنت	عقائد اہل سنت کا بیان اور طوائف باطلہ کا رد
۱۹۱	۱۳۲۰	السوء والعقاب علی المسیح للکتاب	عقائد	ھ	=	قادیانی کی تکفیر [۲]
۱۹۲	=	رد الرفضہ	کلام	ھ	=	روافض زمانہ سنی کے وارث نہیں [۳]

بعض ناموں کا جواز و عدم جواز	حنفیہ	۵	فقہ	الحلیۃ الاسماء لحکم بعض الاسماء	=	۱۹۳
مجلس میلاد مبارک میں فتویٰ گنگوہی کا رد	مبیضہ	۵	ردو مابہ و گنگوہی	الجزاء المہیا لغلمۃ کنہیا	=	۱۹۴
ثبوت ہلال کے سات طریق شرعی کا بیان [م]	مبیضہ	۵	فقہ	طرق اثبات الہلال	=	۱۹۵
معانی محراب اور اسکے قیام امام کی تحقیق [م]	مبیضہ	ف	فقہ	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	=	۱۹۶
بحار کا بیہ	مبیضہ	ع	فقہ	نور الجوہرہ فی السمرۃ و السكرہ	=	۱۹۷
احتمام اور تری دیکھنے کی صورتیں اور ان کے حکموں کی تحقیق [م]	مسودہ	ع	فقہ	الاحکام و العلل فی اشکال الاحتلام و البلل	=	۱۹۸
مقدمہ غیر مقلدین آرہ ۱۹۶ معاملات اہل سنت و وہابیہ و دیوبند میں کیشن آئے اور زبانی ان کے جوابات لکھا گئے [م]	مبیضہ	۵	رد غیر مقلدین	اظہار الحق الجلی	=	۱۹۹
یہ وہ ۹۶ جزیں ہیں جو اہل سنت کی طرف سے بمقدمہ مذکورہ پکجری میں داخل کی گئیں۔	مبیضہ	۵	رد غیر مقلدین	معارک الجروح علی التویب المصبوح	=	۲۰۰
خطبہ میں مدح سلطان کے وقت ایک سیرھی اترنے کا حکم [م]	مبیضہ	۵	فقہ	مرقاۃ الجمال فی الہبوط عن المنیر لمدح السلطان	=	۲۰۱



۲۰۲	=	اجل التحبیر فی حکم السماع و المزامیر	فقہ ورد	ہ	مبیضہ	سماع و مزامیر و وجد کا بیان
۲۰۳	=	الموهبة الجديدة فی وجود الحبيب بمواضع عديدة	فضائل ورد و ہایہ	ہ	مبیضہ	نبی ﷺ کا ایک وقت میں کئی جگہ تشریف فرما ہونا
۲۰۴	=	بیل مژده آراو کيفر کفران نصاریٰ	رد نصاریٰ	ہ	مبیضہ	بیل سے اسلام کی حقانیت اور بطلان نصرانیت
۲۰۵	=	منية المنية لوصول الحبيب الى ا لعرش والروية	سیر و فضائل	ہ	مبیضہ	نبی ﷺ کا عرش تک جانا اور دیدار الہی پانا [۴]
۲۰۶	=	تاج توقيت	توقيت	ف	مبیضہ	اوقات خمسہ نماز و سحری و افطار نکالنے کے قواعد
۲۰۷	=	رامی راغیان معروف به دفع زيغ زاغ	فضائل و مناظرہ	ہ	المنت و خفیہ	کوئے کی حرمت اور گنگوہی کا رد
۲۰۸	=	اوفى اللمعة فى اذان الجمعة	فقہ	ہ	خفیہ	جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد محاذی منبر ہونا سنت ہے
۲۰۹	=	الجمل الدائرة فى خطوط الدائرة	هندسہ	ف	مبیضہ	حبیب و ظل و ہم و تر و ضلع کے بیان اور استخراج کا طریقہ
۲۱۰	۱۳۲۱	اصلاح النظر	رد غیر مقلدین	ہ	مبیضہ	مساجد اہل سنت میں غیر مقلدوں کے آنے پر جو نظیر محمود کی پیش کی جاتی ہے اس کا جواب :-

۲۱۱	=	افصح الحكومة فی فصل الخصومة	فقہ	ھ	مبیضہ	ایک مقدمہ کافیہ کہ علوم کثیرہ پر مشتمل
۲۱۲	=	اکمل البحث علی اهل الحدث	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	وہابیہ کو مساجد سے نکالنے کی بحث کہ اہل سنت کی طرف سے داخل کچھری ہوئی
۲۱۳	=	تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم	فرائض	ف ھ	مبیضہ	بعض مسائل فرائض کی تحقیق اور اوہام بعض ابنائے زمان کی اصلاح [م]
۲۱۴	=	اعالی الافادۃ فی تعزیه الهند و بیان الشہادۃ	فقہ	ھ	اکثر مطبوعہ	تعزیه داری و شہادت و نامہ مرثیہ خوانی کا بیان
۲۱۵	=	افقہ المجاوبۃ عن حلف الطالب علی طالب الموائبۃ	فقہ	ھ	مبیضہ	شفیع اگر طلب شہادت سے پہلے اپنا طلب مواہبہ کرنا تکلف بیان کردے بے گواہوں کے مقبول ہوگا
۲۱۶	=	اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح	شتی ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	روحوں کا بعد موت اپنے گھر میں آنا اور گنگوہی کا رد [م]
۲۱۷	۱۳۲۲	اکد التحقیق بیاب التعلیق	فقہ	ف ھ	مبیضہ	ایک تعلق طلاق کے مسئلہ میں نفیس تحقیق [م]
۲۱۸	=	جالب الجنان فی رسم الحرف من القرآن	رسم خط	ھ	مبیضہ	قرآن عظیم کے بعض کلمات کے رسم خط کی تحقیق [م]

قرآن عظیم کیونکر جمع ہوا اور امیر المؤمنین عثمان کو جامع القرآن کیوں کہتے ہیں [۲]	مبیضہ	ہ	تاریخ	جمع القرآن ویم عزوہ لعثمان	=	۲۱۹
جو سورہ فاتحہ یا معوذتین کی قرآنیت کا منکر ہو کا فر ہے۔	مبیضہ	ہ	کلام ورد روافض	دفعۃ الباس علی جاحد الفاتحۃ والفلق والناس	=	۲۲۰
مسلمانوں کی قبر پر چلنا بیخنا مکان بنانا منع ہے اور گنگوہی کا رد	اہل سنت	ہ	فقہ ورد وہابیہ	اهلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین	=	۲۲۱
علمائے حریم کو حدیث کا اجازت نامہ	اہل سنت	ع	حدیث	الاجازات المتنبہ لعلماء بکۃ والمدینہ	۱۳۲۳	۲۲۲
علم غیب کا رسالہ جو مکہ مکرمہ میں تصنیف ہوا [۲]	مبیضہ	ع	فضائل ورد وہابیہ	الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ	=	۲۲۳
رد خیابانات قادیانی	اہل سنت	ہ	عقائد ورد قادیانی	قہر الدیان علی مرتد بقادیان	=	۲۲۴
سحری و انظار اور ان کے اوقات و شب قدر وغیرہ عام مسائل متعلقہ رمضان	مبیضہ	ہ	فقہ	ہدایۃ الجنان باحکام رمضان	=	۲۲۵
شادی کی بعض رسموں کے متعلق فتویٰ [۲]	مبیضہ	ہ	فقہ ورد وہابیہ	ہادی الناس فی رسوم الاعراس	=	۲۲۶
حساب اور لوگارٹم بنانے اور جدول سے نکالنے کے قاعدے	مبیضہ	ہ	ریاضی	ستین ولوگارٹم	=	۲۲۷
مربع و مکعب وغیرہ قوتوں کے قاعدے	مبیضہ	ف	ارٹما طبیفی	البدور فی اوج المحذور	=	۲۲۸

شہر کے کیا معنی ہیں جمعہ و عیدین کہاں کہاں جائز ہیں۔	مبیضہ	۵	فقہ	مایجلی الاصر عن تحذید المصر	=	۲۲۹
ریاستوں کے فیصلے جو بطور مرافعہ آئے اور ان کے اغاظ ظاہر کئے گئے	مبیضہ	۵	فقہ	رد القضاة الیٰ حکم الولاة	=	۲۳۰
قادیانی، تھانوی، انبیسٹھوی نانوتوی کے بارے میں حریم شریفین کے فتوے	اہل سنت	ع	عقائد و قلبی و دیوبندیہ	حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	۱۳۲۳	۲۳۱
فتویٰ مذکور کا خلاصہ مضامین	اہل سنت	۵	=	خلاصہ فوائد فتاویٰ	=	۲۳۲
وضو میں چار فرض اعتقادی اور کتنے فرض عملی ہیں	اہل سنت	ع	فقہ	الجود الحلوفی ارکان الوضوء	=	۲۳۳
بعد وضو غسل رومال سے بدن پوچھنا	اہل سنت	ع	فقہ	تنویر القندیل فی احکام المنذیل	=	۲۳۴
کیسے خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا	اہل سنت	ع	فقہ	الطراز المعلم فیما هو حدث من احوال الدم	=	۲۳۵
زکام رہنے سے وضو میں خلا نہیں آتا	اہل سنت	ع	فقہ	لمع الاحکام ان لا وضو من الزکام	=	۲۳۶
سمت قبلہ کہاں تک پھرنے سے باقی رہتی ہے [م]	مبیضہ	۵	فقہ	هدایة المتعال فی حد الاستقبال	۱۳۲۳	۲۳۷
برشہر کے لیے ٹھیک سمت قبلہ نکالنے کا طریقہ	مبیضہ	۵	نوفیت	کشف العله عن سمت القبلة	=	۲۳۸
جذائی سے بھاگنے نہ بھاگنے کی تحقیق [م]	مبیضہ	۵	فقہ	الحق المحتلی فی احکام المبلی	=	۲۳۹

۲۳۰	=	مسفر المطالع للتقویم و الطالع	زیجات ف	مبیضہ	المنک سے ستاروں کی تقویم اور وقت کا طالع نکالنے کے قاعدے
۲۳۱	=	کفل الفقیہ الفہم فی احکام قرطاس الدرہم	فقہ ع	اہل سنت	نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کے بیان میں جو رسالہ مذ میں تصنیف ہوا
۲۳۲	۱۳۲۵	نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم	فقہ ع	اہل سنت	کیسے سونے سے وضو نہیں جاتا
۲۳۳	=	مبین احکام و تصدیقات اعلام	عقائد ہ	اہل سنت	ترجمہ حسام الحرمین
۲۳۴	=	حدائق بخشش	نعت شریف ہ	حنفیہ	منتخب دیوان نعت
۲۳۵	=	تلج الصلر لایمان القلر	عقائد ورد ہ	حنفیہ	مسئلہ تقدیر کا نفس بیان
۲۳۶	=	الفیوضات الملکیہ لمحہ الدولۃ المکیہ	عقائد ورد ع	مسودہ	الدولۃ الملکیہ پر حضرت مصنفہ ظہیم کا حاشیہ [م]
۲۳۷	=	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	فقہ ہ	حنفیہ والابور	طاعون سے بھاگنا حرام ہے
۲۳۸	=	السہم الشہابی علی خداع الوہابی	فقہ ورد ہ	مبیضہ	ایک غیر مقلد نے حنفی کون ہیں؟ کتاب پھائر پھیلائی اور اس میں کمر سے مسائل غیر مقلدین دیے اس میں اسکا کشف کرے
۲۳۹	=	زاکی البہافی فوہ الکواکب وضعفا	تسجیم ف	مبیضہ	زاچہ واوت میں ستارہ کن کن وجوہ سے بخیاں اہل تسجیم قوی یا ضعیف ہوتا ہے۔

۲۵۰	=	حل المعادلات لقوی مکعبیات	جبر ومقابلہ	ف	نا تمام	جبر و مقابلہ کے مساوات درجہ سوم پر نظر
۲۵۱	=	کتاب الارثماطیقی	ارثما طیقی	ف	مبیضہ	اعمال اربعہ حسابیہ اور ان کے نتائج و باہمی نسب کی اعلیٰ کتب واقیقت جو اس رسالہ میں ملے گی
۲۵۲	=	جادة الطلوع والممر للسيارة والنجوم والقمر	ہیات	ع	مبیضہ	قمر و متحیرات و ثوابت کے طلوع و غروب و مرور و نصف النہار کا وقت نکالنا
۲۵۳	۱۳۲۶	تمہید ایمان بایات قرآن	عقائد ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے اور گستاخان زمانہ کی تکفیر و آیات کا بیان
۲۵۴	=	فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحجوب بعطاء اللہ	فقہ ورد وہابیہ	ھ	حنفیہ پٹنہ	نبی ﷺ کو شہنشاہ کہنا اور یہ کہ لوگوں کے دل بحکم خدا سرکار غوثیت کے قبضے میں ہیں
۲۵۵	=	مفاد الحبر فی الصلاة بمقبرة او جنب قبر	فقہ ورد	ھ	مبیضہ	قبر کے پاس یا مقبرہ میں نماز پڑھنے کی تحقیق
۲۵۶	=	درء القبح عن درك وقت الصبح	توقیت	ھ	مبیضہ	سحری کے وقت کی جلیل تحقیق اور یہ کہ اسے مطلقاً اس کا ساتواں حصہ سمجھنا محض خطا ہے [م]
۲۵۷	=	بدر الانوار فی اداب الآثار	فقہ وفضائل ورد	ھ	مبیضہ	تمرکات شریفہ کے متعلق احکام اور زیارت پر معاوضہ کا بیان [م]

قرآن پاک میں تمام اشیائے عالم کا مفصل بیان [۱۴]	مبیضہ	۵	تفسیر ورد	انباء الحی ان کتابہ المصون تبیان لکل شیء	=	۲۵۸
امکان کذب میں خیالات امام الوہابیہ کا رد، شامل چابک لیٹ [۱۴]	مطبوع اہل سنت	۵	عقائد وتفسیر	دامان باغ سبحان السبوح	=	۲۵۹
خاتم النبیین میں لام تعریف کی تحقیق [۱۴]	مسودہ	۵	عقائد وتفسیر ورد	المبین ختم النبیین	=	۲۶۰
جو طریقت کو شریعت سے جدا جانے وہ بددین ہے اہل طریقت علم و غلام کے محتاج ہیں۔	مطبوع خفیہ پٹنہ	۵	عقائد ورد باطلہ	مقال عرفاء باعزلزل شرع و علما	۱۳۲۷	۲۶۱
غائب کے جنازہ پر نماز جائز نہیں	اہل سنت	۵	فقہ ورد غیر مقلدین	الہادی الحاجب عن جنازة الغائب	=	۲۶۲
اذان بیرون مسجد محاذی منبر چاہیے [۱۴]	مبیضہ	ع	فقہ	شمائم العنبر فی اداب النداء امام المنبر	=	۲۶۳
النیرۃ الوضیہ پر کہ مکہ معظمہ میں تسلیف ہوا تھا معنف کا حاشیہ	لکھنؤ	۵	فقہ	الطرة الرضیہ علی النیرۃ الوضیہ	۱۲۹۵	۲۶۴
سایہ اقدس نہ ہونے میں کمال مفصل رسالہ [۱۴]	مسودہ	۵	فضائل ورد وہابیہ	قمر التمام فی نفی الفی عن سید الانام	۱۲۹۶	۲۶۵
فضائل علم میں رسالہ والد ماجد قدس سرہ کے احادیث کی تخریج	مسودہ	ع	حدیث	النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب	=	۲۶۶

۲۶۷	۱۲۹۶	فصل القضاء فی رسم الافتاء	فقہ	ع	نا تمام	رہ منشی کا جامع بیان اور کتب فقہ سمجھنے اور ترویج کے طریقہ [م]
۲۶۸		نور عینی فی الانتصار للامام العینی	شتی	ع	مسودہ	امام عینی کے ایک کلام پر احسن الفوائد وائے کے اعتراض کا دفع اور خود اس کی متعدد جہتیں نکالنے کا اظہار
۲۶۹		الجوہر الثمین فیما تتعقد به الیمین	فقہ	ع	نا تمام	کن کن چیزوں کی قسم شرعی قسم ہے
۲۷۰		الطرز المذہب فی التزویج لغير الكفر ومخالف المذہب	فقہ	ع	نا تمام	غیر کفو و خلاف مذہب سے نکاح کے احکام
۲۷۱		مرنجی الاجابات للدعاء الاموات	شتی	ہ	نا تمام	کیا اموات بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے
۲۷۲		الروض البهیج فی آداب التخریج	حدیث	ع	مسودہ	حدیث کی تخریج میں عالم کو کس کس بات کا لحاظ درکار ہے۔
۲۷۳	۱۲۹۹	عبقری حسان فی اجابة الاذان	فقہ	ع	مسودہ	اذان کا جواب دینا زبان سے واجب ہے یا قدم سے
۲۷۴	۱۳۰۰	سوارق السبا فی حد المصر و الفنا	فقہ	ع	مسودہ	مصر و فنائے مصر کی تعریف
۲۷۵	=	لمعة الشمعة فی اشتراط المصر للجمعة	فقہ ورد غیر مفلسین	ع	مسودہ	جموعہ کے لیے شہر شرط ہونے کا ثبوت [م]



میل و زراعت و فرسخ و غلوہ کی تحقیق مقادیر	ع	مبیضہ	لغة الفقہ	احسن الحلوه فی تحقیق الميل والنراغ والفرسخ والغلوہ	=	۲۷۶
صبح و شام و اوقات خاصہ کی کارآمد دعائیں	ھ	مسودہ	اذکار	ماقل و کفی من ادعیۃ المصطفیٰ	۱۳۰۳	۲۷۷
تحقیق ہلال کے شرعی مسائل [۲]	ھ	مسودہ	فقہ	البدور الاجلہ فی امور الاہلہ	=	۲۷۸
رسالہ سابقہ کی شرح [م]	ھ	مسودہ	فقہ	نور الادلۃ للبدور الاجلۃ	=	۲۷۹
اس شرح پر حاشیہ [م]	ھ	مسودہ	فقہ	رفع العلة عن نور الادلۃ	=	۲۸۰
حدیث خصائص اقدس کے طرق و الفاظ کی جمع	ع	مسودہ	حدیث	البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص	۱۳۰۵	۲۸۱
مفقوہ کی عورت چار برس کے بعد نکاح نہیں کر سکتی	ع	مبیضہ	فقہ	اللولو المعقود لبيان حکم امرأۃ المعقود	=	۲۸۲
دعا کے آداب و لوقات و مکانات و اسباب اجابت کے بیان میں رسالہ حضرت والد ماجد قدس سرہ کا ذیل	اہل سنت	اہل سنت	حدیث	ذیل المدعا لاحسن الوعا	۱۳۰۶	۲۸۳
قبر پر اذان دینے کا جواز	اہل سنت	اہل سنت	فقہ	ایذان الاجر فی اذان القبر	۱۳۰۷	۲۸۴
ذکر بعض کرامات شریفہ ورد وہابیہ و گنگوہی	بہیمی	بہیمی	مسائل ورد گنگوہی	فتوائے کرامات غوثیہ	۱۳۱۰	۲۸۵

دوئوں خطبوں کے بیچ میں امام یا مقتدیوں کے دعا مانگنے کا بیان	بہیمی	ہ	فقہ ورد وہابیہ	رعاية المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین	=	۲۸۶
در بارہ مجلس میلاد شریف وقیام رسالہ والد ماجد پر حاشیہ	اہل سنت	ہ	فقہ ورد وہابیہ	رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاعہ الاثام	۱۳۱۱	۲۸۷
تفصیلیہ و تفسیقیہ کے متعلق سات سوالوں کا جواب	مسودہ	ہ	عقائد ورد روقض	لمعۃ الشمعۃ لہدی شبعۃ الشنعہ	۱۳۱۲	۲۸۸
خاطی و محطی میں کیا فرق ہے	مبیضہ	ہ	لغت	فتح المعطی بتحقیق معنی الخاطی والمحطی	=	۲۸۹
کواکب دریہ پر مصنف کے حواشی	مبیضہ	ع	جفر	الثواقب الرضویۃ علی الکواکب الدرۃ	۱۳۱۳	۲۹۰
علم جفر کے متعلق مصنف کی ایجادی جدولیں [م]	مبیضہ	ع	جفر	الجدول الرضویۃ للمسائل الجفریۃ	=	۲۹۱
سوالات جفر سے مصنف کا جواب	مبیضہ	ع	جفر	الاجوبۃ الرضویۃ للمسائل الجفریۃ	=	۲۹۲
جدول میل و طلال ذوا طح میل درج تہ و مطاع استوائیہ و مقاطع بلقہ بعض بریلی تعدیل النہار و مطاع البروج دقائق و طبع تعدیل انہار و طلوع و غروب نجومی و جدول شمسی بھسری و بالعلس و استخراج خود مصنف	مبیضہ	ع ف	ریاضی	جدول الریاضی	۱۳۱۹	۲۹۳
فونوگراف سننے کے احکام	مبیضہ	ہ	فقہ	البیان شافیا لفونو غرافیا	۱۳۲۶	۲۹۴

۲۹۵	الفوز بالامال فی الافاق والاعمال	علم الوفق	ع ف	مبیضہ	اعمال و نقوش و تعویذات خاندانی و ایجاد کی کا مجموعہ
۲۹۶	جد المختار من رد المختار	فقہ	ع	مسودہ	رد المختار پر حاشیہ دو جلدیں مطبوع باقی نامطبوع
۲۹۷	العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة	فقہ	ع ف ہ	اہل سنت بریلوی	بارہ جلد میں مصنف کے فتاویٰ کا مجموعہ
۲۹۸	البارقة الشارقة علی المارقة المشاركة	ردوہابیہ	ع ف ہ	مبیضہ	مجموعہ فتاویٰ کثیرہ مصنف در رد و صحابیہ
۲۹۹	صنائع بدیعہ	ادب	ع ف ہ	مبیضہ مسودہ	دیوان صنائع و بدائع و تواریخ
۳۰۰	دیوان القصائد	مناقب وفضائل	ع ف ہ	مبیضہ مسودہ	قصائد نعت و منقبت کا مجموعہ
۱	اکسیر اعظم	مناقب	ف	مبیضہ	قصیدہ در منقبت حضور سیدنا غوث اعظم
۲	سلسلہ الذهب نافیہ الارب	مناقب وفضائل	ف	بریلوی	شجرہ عالیہ قادریہ منظومیہ
۳	ذریعہ قادریہ	مناقب	ہ	حیدرآباد پنڈ	نظم و نعت و منقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴	فضائل فاروق	مناقب رد و رد	ہ	نا تمام	قصیدہ و منقبت فاروق اعظم صفحہ ۱۲

۵	۱۳۰۹	نظم معطر	مناقب ف	قادری	۶۰ رباعیاں منقبت غوث اعظم
۶	۱۳۱۵	مشرقستان قدس	مناقب ھ		قصیدہ مدیہ حضرت شاہ ابوالحسین نوری [م]
۷	۱۳۱۵	چراغ انس	مناقب ھ		قصیدہ مدیہ تاج الفحول بدایونی رحمہ اللہ [م]
۸	۱۳۲۱	وظیفہ قادریہ	مناقب ف	اہل سنت	قصیدہ غوثیہ شریف کا منظوم ترجمہ مع عرض مدعا
۹	۱۳۲۳	حضور جان نور	فضائل ھ	اہل سنت	حاضری روضہ اقدس پر جو قصیدہ عرض کیا
۱۰		نعت و استعارات	فضائل ھ	نا تمام	نعت شریف کا رسالہ پر مغز استعاروں اور علم ہیات کی تشبیہ پر مشتمل [م]
۱۱		سلام و سیر	سیر و فضائل ھ	نا تمام	بضمین سلام ولادت شریفہ سے وفات اقدس تک کا بیان
۱۲		سراپا نور	فضائل ھ	نا تمام	قصیدہ نعت مبارک ساٹھ مطلع نور پر مشتمل [م]
۱۳		مناقب صدیقیہ	مناقب ھ	نا تمام	ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منقبت [م]
۱۴	۱۳۰۰	حمائد فضل رسول	مناقب غ	بدایوں	موانا فضل رسول صاحب بدایوں
۱۵	۱۳۰۰	مدائح فضل رسول	مناقب غ	مبہوضہ	[م]
۱۶		نذر گدا در تہنیت شادی امرا	فضائل ھ	اہل سنت	معراج اقدس کا بیان

چھ خاتم النبیین والوں کا رد	مطبع اشمیر	۵	کلام ورد وہابیہ	تنبیہ بالہام المتعال	۱۲۹۲	۳۰۱
=	=	۵	=	جوابہائے ترکی بترکی	=	۳۰۲
وہابیہ کے پیشوا نقل عبارت میں کیا کیا خیانتیں کرتے ہیں [۲]	مبعضہ	۵	دعمائد وہابیہ	سیف المصطفیٰ علیٰ ادیان الافتراء	۱۲۹۹	۳۰۳
مناظران تفضیلہ کے فرار کا واقعہ	میرٹھ	۵	شتی	فتح خیر	۱۳۰۰	۳۰۴
مسئلہ تفضیل کا بیان ورد تفضیلیہ	میرٹھ	۵	عقائد ورد تفضیلیہ	الرائحة العنبرية من الحجرة الحدیثیہ	=	۳۰۵
مسئلہ رضاعت میں ایک وہابی کا رد	مبعضہ	۵	فقہ	الاسد الصئول علیٰ اجتهاد الطرار الجہول	۱۳۰۳	۳۰۶
مسئلہ فاتحہ و تعبیل ایہا من وغیرہ میں ایک فریبہ وہابی کا رد [۲]	مبعضہ	۵	رد وہابیہ	نشاط السکین علیٰ خلق البقر السمن	=	۳۰۷
تفصیلیہ و مفقہ کا رد	مبعضہ	۵	کلام ورد مفقہ	الصمصام الحدیثی علیٰ عنق الفبار المقزی	۱۳۰۳	۳۰۸
ایضا	مبعضہ	۵	کلام ورد	الجرح الوالج فی بطن الخوارج	۱۳۰۵	۳۰۹

۳۱۰	=	صمصام حدید بر کولی بی قید عدو نقلید	رد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	رد غیر مقلدین [م]
۳۱۱	۱۳۰۶	براءت نامہ انجمن اسلامیہ بریلی	فقہ	ھ	نظامی	متعلق کاروائی انجمن دربارہ روئت حال
۳۱۲	۱۳۰۷	اخباریہ کی خبر گیری	عقائد ورد وہلیہ	ھ	تکلیف پنہ	مسئلہ امکان کذب میں دیوبندی تحریر کارڈ
۳۱۳	=	نہایۃ النصرہ برد الاجوبہ العشرہ	رد وہابیہ	ھ	مبیضہ	ایک وہابی کے دس مسائل کارڈ
۳۱۴	۱۳۱۲	انتصار الہدی من شعوب الہوی	مناظرہ	ھ	اہل سنت	ختم تراویح میں ۱۴ بار بسم اللہ پکار کر پڑھنے والوں کا کارڈ
۳۱۵	۱۳۱۳	سرگزشت وماجرائے ندوہ	تاریخ ورد	ھ	قادیانی	ندوہ پر بریلی میں کیا گزری
۳۱۶	=	اشتہارات خمسہ	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	رد ندوہ
۳۱۷	=	غزوہ لہدم سماک الندوہ	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	خرافات ندوہ کا کارڈ
۳۱۸	=	ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	ندوہ کی تیسری روداد کا کارڈ
۳۱۹	۱۳۱۵	الصارم الربانی علی اسراف القادیانی	عقائد ورد قادیانی	ھ	حنفیہ	خیالات قادیانی کا کارڈ
۳۲۰	=	شرح مقامہ مذاقیہ	ادب	ھ	میرٹھ	ایک مدعی ادب کی جہالت عربیت کا کارڈ

۳۲۱	=	بارش بہاری بر صدف بہاری	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	ایک ندوی تحریر کارڈ
۳۲۲	=	سیوف العنوبہ علی زمام ندوہ	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	رودندوہ
۳۲۳	۱۳۱۶	صمصام سنیت بہ گلوئے نجدیت	مناظرہ ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	ایک وہابی نے کفریات دہلوی کے کچھ جوابات دیئے ان کارڈ
۳۲۴	=	مشرقستان اقدس	ادب	ھ	اہل سنت	قصیدہ مشرقستان قدس پر جاہلوں کے اعتراض کارڈ
۳۲۵	=	عذاب ادنیٰ بررد اَوَادْنِیٰ	ادب	ھ	اہل سنت	اوادنیٰ باسقاط الف دوم پر اعتراض کارڈ
۳۲۶	=	اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال	فقہ و مناظرہ	ھ	حنفیہ	قنوت نازلہ کا بیان اور ایک وہابی کارڈ
۳۲۷	=	ہدم النصرانی والتقسیم الایمانی	فرائض ورد پادریان	ھ	حنفیہ	بعض پادریوں نے تقسیم حصص فرائض پر اعتراض کیا تھا اس کارڈ
۳۲۸	۱۳۱۸	امال الابرار والام الاشرار	ادب ورد ندوہ	ع ھ	حنفیہ	قصیدہ غرا در بارہ مجلس اہل سنت مقابل ندوہ
۳۲۹	=	سکین ونورہ بر کاکل پریشان ندوہ	ایضا	ھ	حنفیہ	ندوہ کے ایک قصیدہ پر اعتراضات
۳۳۰	=	سیف ولایتی برواہم ولایتی	فقہ و مناظرہ	ھ	مبعضہ	مسئلہ روشنی میں ایک معترض کارڈ

۳۳۱	۱۳۲۰	البرق المخبیب علی بقاع طیب	اصول فقہ ومناظرہ	ھ	مبیضہ	ایک غیر مقلد کے رسالہ ملاطفہ کا پہلا رد
۳۳۲	=	سرا الاوقات	توقیت ورد گنگوہی	ھ	محمود الطابع	تعدیل الایام کا بے مثل بیان اور اوقات رمضان نکالنے میں اہل عصر کی غلطیوں پر تنبیہ
۳۳۳	۱۳۲۱	صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبد القیوم	رد ندوہ	ھ	اہل سنت	رد تحریر رکن ندوہ
۳۳۴	=	العطر المطیب لبنت شقة الطیب	اصول فقہ ومناظرہ	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا دوسرا رد
۳۳۵	=	الامة القاصفہ لکفریات الملاطفہ	ایضا	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا تیسرا رد
۳۳۶	۱۳۲۲	الجائفة علی تہافہ الملاطفہ	ایضا	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا چوتھا رد
۳۳۷	۱۳۲۳	سیاط المودب علی رقبہ المستعرب	ایضا	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا پانچواں رد
۳۳۸	=	ظفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب	کلام ومناظرہ	ھ	اہل سنت	مسئلہ علم غیب میں سوالات اور تھانوی کا فرار



مسئلہ علم غیب میں رسالہ ابراء المکتون کا رد	مبیضہ	ع	فضائل و مناظرہ	ابراء المکتون عن افتها کہ علم المکتون	=	۳۳۹
رسول اللہ ﷺ کا مثل محال ہے اور وہابیہ کا رد	حنفیہ	ہ	عقائد ورد وہابیہ	مبین الہدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ	۱۳۲۳	۳۳۰
علم غیب میں مولوی عین القضاة وغیرہ کے فتووں کا رد	مبیضہ	ہ	فضل ورد وہابیہ	ماحیة الجیب بایمان الغیب	=	۳۳۱
مسئلہ علم غیب میں التحقیق الجبئی کا رد	مبیضہ	ع	فضائل و	میل الہدایۃ لبرء عین القذاة	۱۳۲۵	۳۳۲
مسئلہ علم غیب میں ازاحہ العیب کا رد	مبیضہ	ع	=	لواحة جوائح الغیب عن لواحة اهل العیب	۱۳۲۶	۳۳۳
مسئلہ علم غیب میں البیان الصائب کا رد	مبیضہ	ع	=	الجلاء الکامل لعین قضاة الباطل	=	۳۳۴
عقائد وہابیہ کا ابطال اور ثناء اللہ امرتسری کا رد بالغ بے مثال	مطبع حنفیہ	ہ	کلام ورد وہابیہ	چابک لیث بر اهل حدیث	=	۳۳۵
النہی العاجز پر بعض جہال کی زبان درازی کا رد	سودہ	ہ	فقہ ورد غیر مقلدین	الرد الناهز علی ذام النہی الحاجز	=	۳۳۶
رد آریہ و نیچریہ و امام الوہابیہ وسائر وہابیہ خصوصاً ثناء اللہ امرتسری اور وہابیہ کے ساتھ ترک اسلام کی جنگ زرری۔	مطبع اہل سنت بریلی	ہ	رد آزیہ وہابیہ و نیچریہ	پردہ در امرتسری	=	۳۳۷

## غیر تاریخی اسمائے کتب

۳۴۸	۱۳۰۰	الاسئلة الفاضلة علی الطوائف الباطلة	ماطرہ ورد وہبہ ندوہ وغیر مقلدین	ھ	مطبوعہ مبیشہ	اس رسالہ میں وہ سوالات جمع کئے گئے ہیں جو قافو قاطوائف ضالہ ندویہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ سے کئے گئے اور وہ انکے جواب سے اب تک عاجز رہے
۳۴۹	۱۳۱۹	سوالات وجوابات العلماء	رد ندوہ	ھ	اہل سنت بریں	خیالات ندوہ کا پیشل ظریف رو
۳۵۰	۱۳۲۶	کیفر کفر آریہ	رد آریہ	ھ	مبیشہ	شہیلنت آریہ کارو (۱۳۱۱)

## فہرست ان پچاس فنون و موضوعات کی جن میں تصانیف مذکورہ ہیں:

عقائد	کلام	تفسیر	تجوید	رسم خط قرآن	حدیث	اصول حدیث	فضائل و مناقب	اذکار	ترغیب و ترہیب
سیر	فقہ	اصول فقہ	تصوف	سلوک	اخلاق	ادب	لغت	تاریخ	مناظرہ
تکبیر	علم الوقف	جفر	توقیت	ریاضی و ہندسہ	ہیت	زیجات	حساب	ارشاد طبعی	جبر و مقابلہ
تنجیم	رد ہنود	رد آریہ	رد نصاری	رد نہجریہ	رد ندوہ	رد قادیانیہ	رد اسماعیل دہلوی	رد تانوتوی	رد مگلوئی
رد قمانوی	رد ذریہ حسین	رد غیر مقلدین	رد وہابیہ	رد روافض	رد نواب	رد مفسدہ	رد تفضیلیہ	رد مصوصہ	رد مستی
	مطبوع	مبہمہ	مسودہ	نا تمام	از اجلا گم شد	عربی	فارسی	اردو	

یہ ان فنون و موضوعات پر اعلیٰ حضرت کی تین سو پچاس تصنیفات ہیں، جو ۱۳۲۷ھ کے ابتدائی مہینوں تک تالیف ہوئیں۔ بقیہ تصنیفات یعنی ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۲۷ھ سال انتقال پر طلال کا بیان ضمیمہ یا حصہ دوم المجلد المورہ میں اسی تفصیل سے حوالہ قلم ہوگا۔ اسی طرح بہت ممکن ہے کہ ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۴۰ھ تک کی تصنیفات میں بعض کتابیں ان علوم و فنون کے علاوہ کسی اور فن میں ہوں، اس لیے کہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ کی اتباع اور غلامی سے اعلیٰ حضرت کا علم بھی یونانیو ما زائد متزائد تھا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم....

### تفصیل کتب باعتبار فن و موضوع

اب میں فن وار ہر فن کو جدا جدا لکھتا ہوں اور اس فن کی تعریف کر کے اس فن میں جو جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، ان کو نمبر وار ذکر کروں گا۔ اسی طرح موضوع کے اعتبار سے بھی یعنی جس موضوع پر جو تصنیفات ہوں گی ان کو تفصیل کے ساتھ نمبر وار لکھوں گا، پھر جو جو کتابیں میرے مطالعہ سے گذری ہیں، ان پر مختصر ریویو (Review) کروں گا۔

## تصانیف باعتبار فن

[۱] علم عقائد [۳۱]

احکام شرعیہ جن کا تعلق ذات و صفات باری تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ و دیگر انبیائے کرام و ملائکہ و قرآن شریف وغیرہ سے ہو، اس علم کو علم عقائد کہتے ہیں۔ علم عقائد میں اکتیس کتابیں حسب تفصیل ذیل ہیں:-

- |   |            |
|---|------------|
| مطلع القمرین فی ابانہ سبقة العمرین                | (۱) [۱۰]   |
| اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والال والاصحاب | (۲) [۱۲]   |
| البشری العاجلہ من تحف آجلہ                        | (۳) [۲۳]   |
| حیاء الموات فی بیان سماع الاموات                  | (۴) [۴۳]   |
| نجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین                | (۵) [۴۲]   |
| سبحان عن عیب کذب مقبوح                            | (۶) [۶۸]   |
| سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس                   | (۷) [۸۸]   |
| عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام            | (۸) [۲۳]   |
| ذب الالهواء الواهیہ فی باب الامیر مغویہ           | (۹) [۱۲۵]  |
| فتاویٰ القدوہ لکشف دفين الندوہ                    | (۱۰) [۱۲۷] |
| جزاء اللہ عدوہ بانہ ختم النبوہ                    | (۱۱) [۱۵۹] |
| فتاویٰ الحرمین برنجف ندوة المین                   | (۱۲) [۱۶۳] |
| ترجمة الفتویٰ وجه هدم البلوی                      | (۱۳) [۱۶۴] |
| خلص فوائد فتویٰ                                   | (۱۴) [۱۶۵] |

- [۱۷۲] (۱۵) قوارع القهار علی المجسمة الفجار
- [۱۹۱] (۱۶) السوء والعقات علی المسیح الکذاب
- [۲۲۴] (۱۷) قهر الدیان علی مرتد بقادیان
- [۲۳۱] (۱۸) حسام الحرمین علی منححر الکفر والمین
- [۲۳۲] (۱۹) خلاصة فوائد فتاویٰ
- [۲۴۳] (۲۰) مبین احکام وتصدیقات مرام
- [۲۴۵] (۲۱) تلج الصدر لايمان القدر
- [۲۴۶] (۲۲) الفيوض الملكية لحب الدولة المكية
- [۲۵۳] (۲۳) تمهيد ايمان بآيات قرآن
- [۲۵۹] (۲۴) دامان باغ سبخن السبوح
- [۲۶۰] (۲۵) المبین ختم النبیین
- [۲۶۱] (۲۶) مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء
- [۲۸۸] (۲۷) لمعة الشمعه لهدي شيعة الشنعه
- [۲۰۵] (۲۸) الرائحة العنبرية من المجرمة الحيدرية
- [۳۱۲] (۲۹) اخباریہ کی خبر گیری
- [۳۱۹] (۳۰) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی
- [۳۴۰] (۳۱) مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ ﷺ

[۲] علم کلام [۱۷]

جس علم کے ذریعہ انسان قادر ہو کہ عقائد حقہ دینیہ کو دلیلوں سے ثابت کر سکے، اور اس پر سے شبہات و شکوک کو دفع کرے، وہ علم کلام ہے۔ اس علم کا موضوع متقدمین کے نزدیک ذات باری تعالیٰ و صفات الہی ہے اور بعض کے نزدیک اس کا موضوع موجود من حیث لہو موجود ہے۔ متأخرین کے نزدیک علم کلام کا موضوع معلوم ہے، اس حیثیت سے کہ اس کا تعلق اثبات عقائد دینیہ سے ہے، عام ازیں کہ وہ تعلق قریب ہو یا بعید، اور دین سے مراد دین سرور عالم محمد رسول اللہ ﷺ کا دین ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی سترہ تصنیفات حسب ذیل ہیں:-

- |   |            |
|---|------------|
| ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد والہدایۃ       | [۱] (۱)    |
| السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور       | [۳] (۲)    |
| معتبر الطالب فی شیون ابی طالب             | [۴] (۳)    |
| مقامع الحدید علی خد المنطق الحدید         | [۳۵] (۴)   |
| الکوکب الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیۃ    | [۱۰۵] (۵)  |
| سل السیوف الہندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ | [۱۰۶] (۶)  |
| شرح المطالب فی مبحث ابی طالب              | [۱۵۲] (۷)  |
| المقال الباہر ان منکر الفقہ کافر          | [۷۹] (۸)   |
| المعتمد المستند بناء نجات الابد           | [۱۹۰] (۹)  |
| رد الرفض                                  | [۱۹۲] (۱۰) |

- [۲۲۰] (۱۱) دفعة الباس على جاحد الفاتحه والفلق والناس
- [۳۰۱] (۱۲) تنبيه الجهال بابهام الباسط المتعال
- [۳۰۲] (۱۳) جوابہائے ترکی ترکی
- [۳۰۸] (۱۴) الصمصام الحیدری علیٰ حمق العیار المفتری
- [۳۰۹] (۱۵) الجرح الوالج فی بطن الخوارج
- [۳۳۸] (۱۶) ظفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب
- [۳۴۵] (۱۷) چابک لیث برائیل حدیث



[۳] علم تجوید [۲]

جس علم میں قرآن مجید کو اچھی طرح تلاوت کرنے سے بحث کی جائے،  
مخارج حروف اور ان کی صفات کے لحاظ سے اور ترتیل نظم قرآن کی وصل،  
وقف، مد، قصر، تشدید، تخفیف، قلب، تسہیل وغیرہ قواعد کے اعتبار سے اس کو علم  
تجوید کہتے ہیں۔ اس کا موضوع اور غایت نفع ظاہر ہے، یہ علم فنون قراءت کا  
نتیجہ اور ثمرہ ہے، اور موسیقی کی طرح عملی علم ہے۔ یعنی صرف قواعد کا جان لینا کافی  
نہیں ہے، بلکہ اساتذہ سے سن کر، سیکھ کر، خود تمام حروف و الفاظ کو قواعد مقررہ کے  
مطابق ادا کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:-

(۱) [۱۴۶] نعم الزاد لروم الضاد

(۲) [۱۶۶] الحجام الصاد عن سنن الضاد۔

[۴] علم تفسیر [۶]

جو علم معانی نظم قرآن سے بحسب طاقت بشریہ و مقتضائے قواعد عربیہ بحث کرتا ہے، وہ علم تفسیر ہے۔ اس کے مبادی علوم عربیہ، اصول کلام، اصول فقہ، جدل وغیرہ علوم کثیرہ ہیں۔ اس علم کی غرض معانی نظم قرآن مجید کی معرفت ہے۔ اس کا فائدہ بروجہت احکام شرعیہ کے استنباط پر قدرت حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کا موضوع کلام اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے، جو ہر حکمت کا منبع اور ہر فضیلت کا معدن ہے۔ اس کی غایت، فہم معانی قرآن اور اس کے احکام مستنبط کرنے کی معرفت توصل ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سعادت دنیویہ و اخرویہ حاصل کی جائے، اور شرف علم کا باعتبار شرف موضوع اور بہترین غایت کی وجہ سے ہے۔ اس لیے یہ علم سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی چھ تصنیفات حسب تفصیل ذیل ہیں:-

- |  |           |
|--|-----------|
| الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی           | (۱) [۲۱]  |
| تائل الراح فی فرق الریح والریاح            | (۲) [۶۵]  |
| انوار الحلم فی معانی مبعاد استجیب لکم      | (۳) [۹۰]  |
| الصمصام علی مشکک فی آیة علوم الارحام       | (۴) [۱۴۳] |
| النفیحة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة        | (۵) [۱۴۵] |
| ابناء الحی ان کتابه المصنئون تبیان لكل شیء | (۶) [۲۵۸] |

[۵] علم اصول حدیث [۲]

یہ علم متعلق بروایت حدیث ہے۔ جس علم میں بحث کی جائے کیفیت اتصال احادیث سے، ساتھ رسول اللہ ﷺ کے من حیث احوال رواۃ، باعتبار ضبط و عدالت کے اور من حیث کیفیت سند کے، کہ وہ متصل ہے یا منقطع یا رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہے یا صرف صحابہ ہی پر ختم ہوگئی یا منتہائے سند تابعی ہے۔ جو کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف دو رسالے ہیں:-

[۱۳۱] (۱) الہاد الکاف فی حکم الضعاف

[۱۳۴] (۲) مدارج طبقات الحدیث۔

[۱۱]

علم حدیث

[۶]

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ اقوال نبی ﷺ اور ان کے افعال و احوال کی معرفت حاصل ہو۔ اس تعریف سے اس کا موضوع ظاہر ہو گیا۔ اور غایت، سعادت دارین کا حصول ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم روایت حدیث، دوم علم درایت حدیث۔ اول اصول حدیث کے نام سے مشہور ہے، جس کا بیان گذر چکا۔ دوم یعنی علم درایت حدیث وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے اس معنی سے، جو الفاظ حدیث سے سمجھے جاتے ہیں، اور جو اس سے مراد ہے من حیث قواعد عربیہ و ضوابط شرعیہ و مطابقت احوال نبی ﷺ۔ اور اس کا موضوع احادیث رسول ﷺ ہیں اس حیثیت سے کہ معانی، مفہوم یا مراد پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کی غایت آداب نبویہ سے مزین ہونا اور منہیات و مکروہات شرعیہ سے اجتناب کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس فن کا نفع عظیم المنافع ہے۔ اس کے مبادی تمام علوم عربیہ اور ان اخبار و قصص کی معرفت ہے، جن کا تعلق حضور اکرم ﷺ کی ذات و صفات سے ہو۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات گیارہ ہیں:-

- |                                       |           |
|---------------------------------------|-----------|
| اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین | (۱) [۴۶]  |
| تلاؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک         | (۲) [۵۲]  |
| انباء الحذاق بمسالك النفاق            | (۳) [۸۹]  |
| اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد    | (۴) [۹۱]  |
| الهدایة المبارکة فی خلق الملائکة      | (۵) [۱۰۰] |

- (۶) [۱۳۶] الاحادیث الراویہ لمدح الامیر مغویہ
- (۷) [۲۲۲] الاجازات المتینہ لعلماء بکة والمدینہ
- (۸) [۲۶۶] النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب
- (۹) [۲۷۲] الروض البهیج فی آداب التخریج
- (۱۰) [۲۸۱] البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص
- (۱۱) [۲۸۳] ذیل المدعی لاحسن الوعا

[۷] علم اصول فقہ [۹]

جس علم کے ذریعہ احکام شرعیہ کا استنباط اولہ اجمالیہ سے معلوم ہو، وہ علم اصول فقہ ہے۔ موضوع اس کا اولہ شرعیہ کلیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ کس طرح اس سے احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔ اس کے مبادی قواعد عربیہ اور بعض علوم شرعیہ مثل اصول کلام، تفسیر، حدیث اور بعض علوم عقلیہ ہیں۔ غرض اس علم سے یہ ہے کہ احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط کا ملکہ اولہ اربعہ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع و قیاس سے حاصل ہو۔ اس کا فائدہ احکام شرعیہ کو صحیح طریقہ پر استنباط کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات نو ہیں:-

- |   |           |
|---|-----------|
| التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل          | (۱) [۴۱]  |
| السیوف المنخیفہ علی عائب ابی حنیفہ            | (۲) [۱۰۹] |
| اعز النکات بنجواب سوال ارکات ملقب بہ          | (۳) [۱۲۶] |
| الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی |           |
| اطائب الصیب علی ارض الطیب                     | (۴) [۱۸۱] |
| البرق المنخیب علی بقاع طیب                    | (۵) [۳۳۱] |
| العطر المطیب لبنت شفا الطیب                   | (۶) [۲۳۴] |
| الامة القاصفة لکفریات الملاطفة                | (۷) [۳۳۵] |
| الجائفة علی تہافت الملاطفہ                    | (۸) [۳۳۶] |
| سیاط المودب علی رقبة المستعرب                 | (۹) [۳۳۷] |

[۸] علم فقہ [۵۰]

جس علم میں احکام شرعیہ فرعیہ عملیہ اس حیثیت سے کہ اولہ شرعیہ تفصیلیہ سے ان کا استنباط ہوتا ہے، بحث کی جائے، وہ علم فقہ ہے۔ اس کے مبادی مسائل اصول فقہ ہیں۔ اس میں تمام علوم شرعیہ اور عربیہ سے استمداد حاصل کیا جاتا ہے۔ اس علم کا فائدہ بروجہ شروع حصول عمل ہے۔ اور اس سے غرض اعمال شرعیہ پر ملکہ اقتدار حاصل کرنا ہے۔

چونکہ غایت وغرض، علوم عملیہ میں ظن سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ یقین سے، اس لیے اکثر مسائل ظنی الدلالة محل اجتہاد ہیں۔ اسی وجہ سے مقلد کو اختیار ہے کہ مذاہب اربعہ مشہورہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی سے جس کو چاہے، اختیار کرے۔ مگر ان سب میں اہل حق و اولیٰ اور تمام روئے زمین میں جس کے ماننے والے سب سے زیادہ ہیں، مذہب امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اہل کشف و ولایت کا مشاہدہ ہے کہ بقیہ سب مذہب آگے جا کر خشک ہو جائیں گے اور ان کے ماننے والے باقی نہ رہیں گے، لیکن امام اعظم صاحب کا مذہب قیامت تک باقی رہے گا، جسے اس کی تحقیق مقصود ہو، وہ امام شعرانی کی کتاب مستطاب میزان الشریعة الکبریٰ ملاحظہ کرے کہ انہوں نے باوجود شافعی المذہب ہونے کے اس کی تصریح کی۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ایک سو پچاس ہیں:-

[۵] (۱) نقاء النیرہ فی شرح الجوہرہ ملقب بہ النیرہ

الوضیہ فی شرح الجوہرہ المضیة

- احکام الاحکام فی تناول من ید من ماله حرام (۱۳)[۲]
- انفس الفکر فی قربان البقر (۱۴)[۳]
- الامر باحترام المقابر (۱۶)[۴]
- اقامة القيامة على طاعن القيام لنبي تهامه (۱۷)[۵]
- حسن البراعة في تنفيذ حكم الجماعة (۱۹)[۶]
- النعيم المقيم في فرحة مولد النبي الكريم (۲۰)[۷]
- بذل الصفا لعبد المصطفى (۲۲)[۸]
- منير العين في حكم تقبيل الابهامين (۲۵)[۹]
- المقالة المسفرة عن احكام البدعة المكفرة (۲۶)[۱۰]
- المجمل المسدد ان ساب المصطفى مرتد (۲۷)[۱۱]
- اجود القرى لمن يطلب الصحة في اجارة القرى (۲۸)[۱۲]
- نسيم الصبا في ان الاذان يحول الوباء (۲۹)[۱۳]
- الاحلى من السكر لطلبه سكر روسر (۳۰)[۱۴]
- جمال الاجمال لتوقيف حكم الصلاة في النعال (۳۲)[۱۵]
- متزع المرام في التداوي بالحرام (۳۴)[۱۶]
- معدل الزال في اثبات الهلال (۳۶)[۱۷]
- طوالع النور في حكم السرج على القبور (۳۷)[۱۸]
- البارقة للمعالي سامد نطق بالكفر طوعا (۳۸)[۱۹]
- جمل مجليه ان المكروه تنزيها ليس بمعصية (۳۹)[۲۰]
- انوار الانتباه في حل نداء يارسو الله (۴۰)[۲۱]



انهار الانوار من یم صلاة الاسرار	(۲۲)[۴۴]
البسط المسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل	(۲۳)[۴۷]
النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید	(۲۴)[۴۸]
صیقل الرین عن احکام مجاورة الحرمین	(۲۵)[۴۹]
ازکی الاهلال باطل ما حدث الناس فی امر الهلال	(۲۶)[۵۰]
باب غلام مصطفیٰ	(۲۷)[۵۱]
التحیر بیاب التدبیر	(۲۸)[۵۳]
احسن المقاصد فی بیان ماترزه عنه المساجد	(۲۹)[۵۴]
ازین کافل لحکم القعدة فی المكتوبة والنوافل	(۳۰)[۵۵]
صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	(۳۱)[۵۷]
اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام	(۳۲)[۵۹]
تبیان الوضوء	(۳۳)[۶۰]
الحلاوة والطلاوة فی کلم توجب سجود التلاوة	(۳۴)[۶۱]
حکم رجوع من ولی فی نفقة العرس والجهاز والحلی	(۳۵)[۶۶]
المنع الملیحه فیمانهی من اجزاء الذبیحه	(۳۶)[۶۷]
الزر الباسم فی حرمة الزکاة علی بنی هاشم	(۳۷)[۶۹]
تجلی المشکوة لانارة اسئلة الزکاة	(۳۸)[۷۰]
التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد	(۳۹)[۷۱]
حک العیب فی حرمة تسوید الشیب	(۴۰)[۷۳]
حقه المرجان لمهم حکم الدخان	(۴۱)[۷۴]

عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار	(۷۵)[۴۲]
الحجة الفاتحة بطيب التعيين والفتاحه	(۷۶)[۴۳]
سرور العيد السعيد في حل الدعاء بعد صلاة العيد	(۷۷)[۴۴]
الصفافية الموحية لحكم جلود الاضحية	(۷۸)[۴۵]
الطره في ستر العوره	(۷۹)[۴۶]
الحرف الحسن في الكتابة على الكفن	(۸۱)[۴۷]
ابر المقال في استحسان قبلة الاجلال	(۸۲)[۴۸]
فتح الملوك في حكم التملك	(۸۳)[۴۹]
الطيب الوجيه في امتهة الورق والابريز	(۸۷)[۵۰]
رفيع المدارك في حكم السوائب وما طرح مالك	(۹۳)[۵۱]
جلى الصوت لنهى الدعوة امام الموت	(۹۴)[۵۲]
يسر الزاد لمن ام الضاد	(۹۵)[۵۳]
الامن والعلیٰ لناعتی المصطفىٰ بدافع البلاء	(۹۶)[۵۴]
بركات الامداد لاهل الاستمداد	(۹۸)[۵۵]
بذل الجوائز على الدعاء بعد صلاة الجنائز	(۹۹)[۵۶]
رحيق الاحقاق في كلمات الطلاق	(۱۰۱)[۵۷]
المنى والدرر لمن عمد منى آردر	(۱۰۴)[۵۸]
وشاخ الجيد في تحليل معانقة العيد	(۱۰۷)[۵۹]
وصاف الرجیح في بسمة التراویح	(۱۰۸)[۶۰]
القلادة المرصعة في نحر الاجوبة الاربعة	(۱۱۱)[۶۱]

سبل الاصفياء فى حكم الذبح للاولياء	(٦٢)[١١٢]
ستر جميل فى مسائل السراويل	(٦٣)[١١٣]
اطائب التهانى فى النكاح الثانى	(٦٤)[١١٥]
راد القحط والوباء بدعوة الجيران ومواساة الفقراء	(٦٥)[١١٦]
سلب الثلب عن القائلين بطهارة الكلب	(٦٦)[١١٩]
رعاية المنة فى ان التهجد نفل او سنة	(٦٧)[١٢٠]
حق الاحقاق فى حادثة من نوازل الطلاق	(٦٨)[١٢١]
حاجز البحرين الواقى عن جمع الصلاتين	(٦٩)[١٣٠]
لوامع البها فى المصر للجمعة والاربع عقيها	(٧٠)[١٣٢]
الكاس الدهاق باضافة الطلاق	(٧١)[١٣٣]
القطوف الدانية لمن احسن الجماعة الثانية	(٧٢)[١٣٥]
الرد الاشد النهى فى حجر الجماعة على الكنگهى	(٧٣)[١٣٧]
نقد البيان لحرمة ابنة اخى اللبان	(٧٤)[١٣٨]
نادى الاضحيه بالثناء الهندية	(٧٥)[١٣٩]
لمعة الضحى فى اعفاء اللحن	(٧٦)[١٤٠]
النهى الهاجز فى تكرار صلاة الجنائز	(٧٧)[١٤١]
شفاء الواله فى صور الحبيب ومزاره ونعاله	(٧٨)[١٤٢]
مروج النجال لخروج النساء	(٧٩)[١٤٤]
تجويز الرد عن تزويج الابعد	(٨٠)[١٤٧]
هبة السنه فى تحقيق المصاهرة بالنزنا	(٨١)[١٤٩]

الاعلام بحال البخور في الصيام	(٨٢)[١٥٠]
التحرير الجيد في بيع حق المسجد	(٨٣)[١٥٢]
الوفاق المتين عن سماع الدفين وجواب اليمين	(٨٤)[١٥٤]
ازالة العار بحجر الكرائم عن كلاب النار	(٨٥)[١٥٥]
تفا سير الاحكام لفدية الصلاة والصيام	(٨٦)[١٥٦]
انجح الجحد في حفظ المسجد	(٨٧)[١٥٨]
الشرعة البهية في تحديد الوصية	(٨٨)[١٦٠]
ماحي الضلالة في انكحة الهند وبنجاله	(٨٩)[١٦١]
الجمام الصاد عن سنن الضاد	(٩٠)[١٦٦]
ابجل ابداع في حد الرضاع	(٩١)[١٧١]
لب الشعور باحكام الشعور	(٩٢)[١٧٣]
خير المال في حكم الكسب والسؤال	(٩٣)[١٧٤]
الفقه التسجيلي في عجين النارجيلي	(٩٤)[١٧٧]
افصح البيان في مزرع هندوستان	(٩٥)[١٧٨]
الحلية الاسماء لحكم بعض الاسماء	(٩٦)[١٩٣]
طريق اثبات الهلال	(٩٧)[١٩٥]
تيجان الصواب في قيام الامام في المحراب	(٩٨)[١٩٦]
نور الجوهرة في السمسرة والسوكره	(٩٩)[١٩٧]
الاحكام والعلل في اشكال الاحتلام والبلل	(١٠٠)[١٩٨]
مرقاة الجمال في الهبوط عن المنبر لمدح السلطان	(١٠١)[٢٠١]

اجل التحبير فى حكم السماع والمزامير	(١٠٢)[٢٠٢]
راعى زاغيان معروف به وقع زيغ زاغ	(١٠٣)[٢٠٧]
اوفى اللمعة فى اذان الجمعة	(١٠٤)[٢٠٨]
انصح الحكومة فى فصل الخصومة	(١٠٥)[٢١١]
اعالى الافاده فى تعزية الهند وبيان الشهادة	(١٠٦)[٢١٤]
افقه المجاوبه عن حلف الطالب على طلب الموائبة	(١٠٧)[٢١٥]
أكد التحقيق بباب التعليق	(١٠٨)[٢١٧]
اهلاك الوهابيين على توهين قبور المسلمين	(١٠٩)[٢٢١]
هداية الجنان باحكام رمضان	(١١٠)[٢٢٥]
هادى الناس فياشياء من رسوم الاعراس	(١١١)[٢٢٦]
مايجلى الاصر عن تحديد المصر	(١١٢)[٢٢٩]
ردالقضاة الى حكم الولاية	(١١٣)[٢٣٠]
الجو والحلو فى اركان الوضوء	(١١٤)[٢٣٣]
تنوير القنديل فى احكام المنديل	(١١٥)[٢٣٤]
الطراز المعلم فيما هو حدث من احوال الدم	(١١٦)[٢٣٥]
لمع الاحكام ان لا وضوء من الزكام	(١١٧)[٢٣٦]
هداية المتعال فى الاستقبال	(١١٨)[٢٣٧]
الحق المجتلى فى احكام المبتلى	(١١٩)[٢٣٩]
كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم	(١٢٠)[٢٤١]
نبه القوم ان الوضوء من اى نوم	(١٢١)[٢٤٢]

تیسیر الماعون للسكن في الطاعون	(۱۲۲)[۲۴۷]
السهم الشهابي على خداع الوهابي	(۱۲۳)[۲۴۸]
فقه شهنشاه وان القلوب بيد المحبوب بعطاء الله	(۱۲۴)[۲۵۴]
بدء الانوار في اداب الاثار	(۱۲۵)[۲۵۷]
مفاد الحبر في الصلاة بمقبرة او جنب قبر	(۱۲۶)[۲۵۵]
الهادي الحاجب عن جنازة الغائب	(۱۲۷)[۲۶۲]
شمامة العنبر في محل النداء بازاء المنبر	(۱۲۸)[۲۶۳]
الطرة الرضية على النيرة الوضيه	(۱۲۹)[۲۶۴]
فصل القضاء في رسم الافتاء	(۱۳۰)[۲۶۷]
الجوهر الثمين فيما تنعقد به اليمين	(۱۳۱)[۲۶۹]
لطرز المنهب في التزويج بغير الكفو ومخالف المذهب	(۱۳۲)[۲۷۰]
عبرى حسان في اجابة الاذان	(۱۳۳)[۲۷۳]
شوارق السنن في حد المصر والفنا	(۱۳۴)[۲۷۴]
لمعة الشمعه في اشتراط المصر للجمعة	(۱۳۵)[۲۷۵]
البدور الاجله في امور الاهله	(۱۳۶)[۲۷۸]
نور الادله للبدور الاجله	(۱۳۷)[۲۷۹]
رفع العلة عن نور الادله	(۱۳۸)[۲۸۰]
اللواء المعقود لبيان حكم امرءة المفقود	(۱۳۹)[۱۸۲]
ايدان الاجر في اذان القبر	(۱۴۰)[۲۸۴]
رعاية المنهين في الدعاء بين الخطبتين	(۱۴۱)[۲۸۶]

رشاقة الكلام في حواشي اذاعة الاثام	(١٤٢)[٢٨٧]
البيان شافيا لفونو غرافيا	(١٤٣)[٢٩٤]
جد الممتار من رد المحتار	(١٤٤)[٢٩٦]
العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية	(١٤٥)[٢٩٧]
الاسد الصئول على اجتهاد الطرار الجهول	(١٤٦)[٣٠٦]
براءت نامه انجمن اسلاميه بانس بريلي	(١٤٧)[٣١١]
اجتناب العمال عن فتاوى الجهال	(١٤٨)[٣٢٦]
سيف ولايتي برداهم ولايتي	(١٤٩)[٣٣٠]
الرد الناهز على ذام النهي الحاجز	(١٥٠)[٣٤٦]

[۹] علم الفرائض [۴]

علم الفرائض ان قواعد و جزئیات کا علم ہے، جن کے ذریعہ ترکہ کو وارث کی طرف ان کے حق کے مطابق صرف کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ اس کا موضوع ترکہ اور وارث ہیں۔ اس لیے کہ فرائضی ترکہ اور اس کے مستحقین سے بحث کرتا ہے کہ میت کا ترکہ اس کے ورثائے مستحقین کو قواعد معینہ شرعیہ سے کس کو کتنا کتنا ملے گا؟

علم بہت اہم علم ہے، یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ نے اس کو نصف علم فرمایا: تعلموا الفرائض و علموها الناس فانها نصف العلم علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ یہ علم نصف علم کس طرح ہے، اور اس کے کیا معنی ہیں؟ تو ایک جماعت علما اس طرف گئی ہے، کہ ہم پر واجب حضور کے ارشاد مبارک کی تعمیل ہے، ہم اس کے معنی سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ تو نصف علم حضور نے فرائض کو کیوں فرمایا، اس کے جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں؟ اس ارشاد مبارک کے مطابق اس علم کو سیکھنا اور سکھانا چاہیے۔ ایک جماعت نے کہا کہ حضور نے جو کچھ فرمایا، بیشک ہم پر اس کی تعمیل ضروری ہے۔ مگر ساتھ ساتھ ہمیں اس کو سمجھنا بھی چاہیے کہ ارشاد مبارک معقول المعنی ہے۔ تو اس بارے میں اس جماعت علما کے دس قول ہیں۔

اول: امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عموم بلوئی کی وجہ سے نصف علم اس کو فرمایا۔

دوم: نسیبہ میں ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔ حالت حیات، اور حالت موت۔ تو نصف علم کا تعلق حالت حیات سے ہے، اور نصف علم کا تعلق بعد الموت سے۔ وہ علم فرائض ہے۔



سوم: ملک کے اسباب، رستم کے ہیں۔

(الف) اختیاری: جیسے خرید و فروخت، قبولِ حد یہ، وصیت وغیرہ۔

(ب) ضروری: یہ ارث ہے، اس لیے کہ لینا چاہیے یا نہیں، مورث کے مرنے کے بعد کل ترکہ بعد ادائے حقوق سب وارثوں کا حسبِ سهام شرعی ہے۔ یہ قول صاحبِ ضواء کا ہے۔

چہارم: ابنِ سراج میں کہا گیا کہ اس کی بڑائی اور تعظیم کے لیے اس کو نصف علم فرمایا۔

پنجم: صاحبِ اغاۃ السراج کا قول ہے: چونکہ فرائض کے شعبے بہت ہیں، اور اس میں حساب کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے نصف علم فرمایا۔

ستتم: زیادتی مشقت کی وجہ سے اس کو نصف علم ارشاد فرمایا۔

ہشتم: صاحبِ ضواء نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں:-

ایک وہ علم ہے، جس کی وجہ سے اسبابِ ارث کی معرفت ہوتی ہے۔

دوسرا وہ علم، جس کی وجہ سے جو واجب ہوتا ہے، معلوم کیا جاتا ہے۔ اور یہی علم فرائض ہے۔

نہم: نصف علم باعتبار ثواب فرمایا، اس لیے کہ انسان فقہ کے ایک مسئلہ سمجھنے پر دس نیکی کا مستحق ہوتا ہے، اور فرائض کے ایک مسئلہ پر سو نیکی کا حقدار ہوتا ہے۔ تو اگر تمامی فرائض کو دس مسئلے اور تمامی فقہ کو سو مسئلے پر فرض کریں تو دونوں کی نیکیاں ہزار ہزار ہوں گی۔ تو فرائض باعتبار ثواب پورے فقہ کے برابر ہوا۔

صاحبِ شرحِ سراجیہ فرماتے ہیں: نصف علم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر فرائض کے مسائل کو پھیلایا جائے، تو اس کے فروع و جزئیات تمام علوم کی جزئیات کے برابر ہوں گے۔

وہم: نصف علم اس لیے فرمایا کہ طلبہ کو اس علم کے سیکھنے کی ترغیب ہو۔  
یہ اس قول صاحب کشف الظنون عن اہامی الکتب والفنون نے  
بیان فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی علم الفرائض میں چار کتابیں ہیں:-

- |                                     |          |
|-------------------------------------|----------|
| المقصد النافع فی عصوبۃ النصف الرابع | (۱)[۱۵۱] |
| طیب الامعان فی تعدد الجهات والابدان | (۲)[۱۶۷] |
| تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم   | (۳)[۲۱۳] |
| ہدم النصرانی و التقسیم الایمانی     | (۴)[۳۲۷] |

## [۱۰] علم رسم خط قرآن مجید [۱]

اگلی کتابیں جتنی ہیں، ان کے ماننے والوں نے اپنی خواہش کے مطابق ان میں تحریف و تبدیل کر دیا۔ اور یہ تبدیل و تحریف صرف معنوی ہی نہ رہی کہ اصل معانی و مطلب کو چھوڑ کر اپنے مقصد کے مطابق معنی گڑھ لیا، بلکہ لفظی تحریف بھی کر لیا: يُخَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ لِيَكُنْ خَدَاوَعًا لِعَالَمٍ كَاهِرًا هَرَارًا حَسَانًا امت محمدیہ پر، کہ ان کی کتاب کی حفاظت اس کے ماننے والوں کے متعلق نہ رکھا، بلکہ اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ پر اس کی حفاظت رکھی: إِنَّا نَعْنُقُ نَزْلَنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لِعَافِظُونَ بیشک ہم نے اس قرآن شریف کو اتارا اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ اسی لیے آج تک ایک لفظ تو بڑی بات ہے، ایک حرف، ایک نقطہ، ایک زیر، ایک زبر کا بھی فرق نہیں ہوا۔

علمائے کرام نے بھی اس کی حفاظت کے لیے قرآن مجید کے لکھنے میں رسم خط عثمانی کا اتباع واجب قرار دیا۔ اسی لیے قرآن مجید میں لفظ صلوة، زکوة، علمو، جای وغیرہ الفاظ اسی طرح سے لکھے جائیں گے۔ اگرچہ اردو میں صلاۃ، زکاۃ، علما کی کتابت اس طریقہ پر ضروری نہیں۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف ایک رسالہ ہے:-

[۲۱۸] (۱) جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن

[۱۱] علم الادب العربی [۶]

جس علم کے ذریعہ کلام عرب میں لفظاً و معنیاً غلطی سے محفوظ رہے، وہ علم ادب ہے۔ علم ادب بہت وسیع علم ہے، جو متعدد علوم کو شامل ہے۔ علامہ سید شریف فرماتے ہیں: علم ادب کے اصول اور فروع ہیں۔ اصول ہیں تو بحث مفردات سے ہوگی، یا مرکبات سے۔ اگر مفردات سے ہے تو اگر

(۱) بحیثیت جواہر اور مواد اور هیات ترکیبہ ہے، تو وہ علم لغت ہے۔

(۲) بحیثیت صوت و لفظ اور ہیئت ہے، تو علم صرف ہے۔

(۳) اور بحیثیت انتساب بعض کو ساتھ بعض کے باعتبار اصل و فرع ہونے کے ہے تو علم اشتقاق ہے۔

(۴) اور اگر بحث مرکبات سے علی الاطلاق ہے تو باعتبار ہیئت ترکیبہ اور ادائے معانی اصل یہ ہو، تو علم نحو ہے۔

(۵) باعتبار افادہ ایسے معانی کے ہے، جو مغائر اصل معنی ہیں، تو علم معانی ہے۔

(۶) باعتبار کیفیت افادہ جو مختلف ہو مراتب ظہور و خفائیس، تو علم بیان ہے۔

(۷) اور ان دونوں علم معانی و بیان کا ذیل علم بدیع ہے۔ اس لیے کہ یہ رعایت و مطابقت مقتضی حال، اور وضوح دلالت علی المرام کے بعد ان وجوہ کا نام ہے، جن سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً صنعت تجنیس

میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا یہ شعر ہے

سر توئی سرور توئی سر را سر و سا ماں توئی  
جان توئی جاناں توئی جاں را قرار جاں توئی

(۸) اور اگر بحث مرکبات موزونہ سے ہو، تو بحیثیت وزن ہے، تو علم عروض ہے۔

(۹) بحیثیت ادھر ہے، تو علم قوافی ہے۔

یہ نو قسمیں اصول کی ہوتیں۔

اور فروع میں بحث:

(۱) متعلق بنقوش کتابت ہو، تو علم خط ہے۔

(۲) مختص بالمنظوم ہے، تو فرض شعر ہے۔

(۳) اور نثر کے ساتھ مخصوص ہے، تو علم الانشاء ہے۔

(۴) کسی کے ساتھ مختص نہیں، تو علم محاضرات ہے۔ اور اسی قسم سے علم

تدبیح ہے۔

علم ادب میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے چھ کتابیں ہیں:-

(۱) [۲۹۹] صنائع بدیعة

(۲) [۳۲۰] شرح مقامہ مذاقیہ

(۳) [۳۲۴] مشرقستان اقدس

(۴) [۳۲۵] عذاب ادنیٰ بر رد او ادنیٰ

(۵) [۳۲۸] آمال الابرار والام الاشرار

(۶) [۳۲۹] سکین ونورہ بر کاکل پریشان ندوہ

[۲]

علم لغت

[۱۲]

جو علم کہ مدلولات جو اہر مفردات اور ان کی ہیئت جزئیہ سے بحث کرے کہ وہ وضع تخصی سے ان مدلولات کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور اس چیز سے بحث کرے جو ترکیب بر جوہر اور ان کی ہیئت سے بحیثیت وضع و دلالت علی المعانی الجزئیہ حاصل ہوئی ہو، وہ علم لغت ہے۔ اس علم کی غایت معانی وضعیہ کے سمجھنے اور کلمات عرب سے جو مفہوم ہوتا ہے، اس پر واقفیت میں خطا سے بچنا ہے۔ اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:-

(۱) [۲۶۷] احسن الجلوہ فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوہ

(۲) [۲۸۹] فتح المعطی بتحقیق معنی الخاطی والمنحطی

[۱۲] علم سیر [۳]

جس علم کے ذریعہ احوال رسول اللہ ﷺ و معجزات و وقائع حیات و حالات غزوات وغیرہ معلوم ہوں، وہ علم سیر ہے۔ اس میں سب سے پہلے علامہ محمد بن اسحاق رئیس المغازی متوفی ۱۵۱ھ نے تالیف کی۔ پھر اس کی تدوین و ترتیب ابو محمد عبد الملک بن ہشام حمیری متوفی ۲۱۸ھ نے کی اور علما نے اس کتاب کو بہت پسند کیا، اور بہترین کتاب سیر کبیر امام محمد تمیذ امام الائمہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف سے تین کتابیں ہیں:-

[۱۵۷] (۱) جمان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج

[۲] (۲) نطق الهلال بارخ ولاد الحبيب والوصال

[۳] (۳) منية المنية بوصول الحبيب الى العرش والرؤية

[ ۱۴ ] علم الفضائل [ ۳۰ ]

یہ وہ علم ہے جس سے حضور اقدس ﷺ کے کمالات و مراتب عالیہ جو حضرت عزت نے انہیں اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے ہیں، ان کا بیان ہے۔ اس کا موضوع ظاہر ہے، اور غایت و غرض ان کمالات کی واقفیت ہے، تاکہ اس کے ذریعہ محبت رسول اللہ ﷺ زیادہ ہو، اور اس کے ذریعہ سعادت ابدی و شرافت سرمدی حاصل ہو۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات تیس ہیں:-

- |   |            |
|---|------------|
| نفی النبی عن بنورہ انار کل شیء                      | [۷] (۱)    |
| سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری                    | [۱۱] (۲)   |
| اجلال جبریل بجعله خادما للمحبوب الجمیل              | [۱۵] (۳)   |
| هدی الحیران فی نفی النبی عن شمس الاکوان             | [۱۸] (۴)   |
| لعروس الاسماء الحسنیٰ فیما لبینا من الاسماء الحسنیٰ | [۶۴] (۵)   |
| الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء          | [۹۶] (۶)   |
| منية اللیب فی ان التشریح بید الحیب                  | [۹۷] (۷)   |
| النفحة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة                  | [۱۴۵] (۸)  |
| شمول الاسلام لآباء الرسول الکرام                    | [۱۴۸] (۹)  |
| انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی                       | [۱۶۸] (۱۰) |
| مالی الحیب بعلوم الغیب                              | [۱۷۰] (۱۱) |
| اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یكون        | [۱۷۹] (۱۲) |



الموهبة الجديدة في وجوه الحبيب في مواضع عديدة	(۱۳)[۲۰۳]
منية المنية بوصول الحبيب الى العرش والرؤية	(۱۴)[۲۰۵]
الدولة المكية بالمادة الغيبية	(۱۵)[۲۲۳]
حدائق بخشش	(۱۶)[۲۴۴]
بدر الانوار في آداب الآثار	(۱۷)[۲۵۷]
قمر التمام في نفى الفئ عن سيد الانام	(۱۸)[۲۶۵]
سلسلة الذهب نافية الارب	(۱۹)[۳۰۰/۲]
ذريعة قادريه	(۲۰)[۳۰۰/۳]
حضور جان نور	(۲۱)[۳۰۰/۹]
نعت واستعارات	(۲۲)[۳۰۰/۱۰]
سلام وسير	(۲۳)[۳۰۰/۱۱]
سراپانور	(۲۴)[۳۰۰/۱۲]
نذر گداور تهنيت شادي اسراء	(۲۵)[۳۰۰/۱۶]
ابراء المجنون عن انتهاك علم المكنون	(۲۶)[۲۳۹]
ماحية العيب بايمان الغيب	(۲۷)[۳۴۱]
ميل الهداة لبراء عين القذاة	(۲۸)[۳۴۲]
اراحة جوانح الغيب عن ازاحة اهل العيب	(۲۹)[۳۴۳]
الجللاء الكامل لعين قضاة الباطل	(۳۰)[۳۴۴]

[۱۵] علم المناقب [۱۸]

وہ علم ہے جس میں حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام و مشائخ فخام و علمائے اسلام کے کمالات و کرامات و مدارح و صفات کا بیان ہو۔  
اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اٹھارہ ہیں:-

- |   |              |
|---|--------------|
| الكلام البهی فی تشبه الصديق بالنبی          | [۸] (۱)      |
| وجد المشوق بجلوة اسماء الصديق والفاروق      | [۹] (۲)      |
| مجیر معظم شرح قصیده اکسیر اعظم              | [۳۲] (۳)     |
| تنزیه المكانة الحیدریة عن وصمة عهد الجاهلیة | [۱۱۷] (۴)    |
| انجاء البری عن وسواس المفتری                | [۱۱۸] (۵)    |
| جميل ثناء الائمة على علم سراج الامة         | [۱۲۲] (۶)    |
| فتوائے کرامات غوثیة                         | [۳۸۵] (۷)    |
| اکسیر اعظم                                  | [۳۰۰/۱] (۸)  |
| سلسلہ الذهب نافیة الارب                     | [۳۰۰/۲] (۹)  |
| ذریعہ قادریہ                                | [۳۰۰/۳] (۱۰) |
| فضائل فاروق                                 | [۳۰۰/۴] (۱۱) |
| نظم معطر                                    | [۳۰۰/۵] (۱۲) |
| مشرقستان قدس                                | [۳۰۰/۶] (۱۳) |
| چراغ انس                                    | [۳۰۰/۷] (۱۴) |
| وظیفہ قادریہ                                | [۳۰۰/۸] (۱۵) |

- مناقب صدیقہ [۳۰۰/۱۳] (۱۶)  
حمائد فضل رسول [۳۰۰/۱۴] (۱۷)  
مدائح فضل رسول [۳۰۰/۱۵] (۱۸)

[۱۶] علم سلوک [۲]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:-

[۸۴] (۱) الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطة

[۱۸۰] (۲) نقاء السلافہ فی البيعة والخلافة

[۲]

علم الأخلاق

[۱۷]

جس علم سے فضائل اور ان کے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہوتا کہ انسان اپنے نفس کو ان سے مزین کرے، نیز رذائل اور ان سے بچنے کے طریقے معلوم کیے جائیں، تاکہ نفس ان سے مخلا کیا جائے، وہ علم الاخلاق ہے، اور یہ ایک قسم حکمت عملیہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:-

(۱) [۷۲] شرح الحقوق لطرح العقوق

(۲) [۹۲] مشعل الارشاد الی حقوق الاولاد

علم تصوف وہ علم ہے کہ اس کے ذریعہ مدارج سعادات میں اہل کمال انسان کے ترقی کی کیفیت، اور وہ امور جو ان کے درجات میں عارض ہوں، بقدر طاقت بشریہ معلوم ہوں۔

سان درجات و مقامات کی کما حقہ تعبیر ناممکن ہے، اس لیے کہ عبارات ان معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں، جہاں تک اہل لغات کے فہم پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن وہ معانی جن تک رسائی صرف ایسے ہی شخص کی ہے، جو اپنے قوائے بدنہ بلکہ اپنی ذات سے غائب ہو، تو اس کے لیے وضع الفاظ ممکن نہیں، چہ جائیکہ اس کو الفاظ سے تعبیر کریں۔ تو جس طرح معقولات کو اوہام سے ادراک نہیں کر سکتے، اور نہ موہومات کو خیالات سے ادراک کر سکتے ہیں، نہ خیالات کا ادراک جو اس سے ممکن ہے۔ اسی طرح جس چیز کو عین الیقین کے ساتھ معائنہ کرنا چاہیے، اس کا ادراک علم الیقین کے ساتھ ممکن نہیں۔ تو جس شخص کی خواہش اس فن کی تکمیل ہو، اس کو چاہیے کہ وصول بالبیان کی کوشش نہ کرے، بیان سے طلب کرنے پر اکتفا نہ کرے۔ فانہ طور و راء طور العقل۔ اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے: جزاء اللہ فی الدارین خیراً۔

علم التصوف علم لیس يعرفہ ☆ الا اخو فطنة بالحق معروف  
ولیس يعرفہ من لیس يشهد ☆ و کیف يشهد ضوء الشمس مكفوف  
یعنی علم تصوف وہ علم ہے جس کو نہیں پہچان سکتا ہے مگر تیز طبع ذہین جو حق کے ساتھ معروف و مشہور ہے۔ اور اس کو نہیں جان سکتا ہے جو اسے مشاہدہ نہ کرے، اور کس طرح

آفتاب کی روشنی کو نابینا دیکھ سکتا ہے؟

اس فن میں اعلیٰ حضرت نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں:-

(۱) [۸۰] کشف حقائق و اسرار و دقائق

(۲) [۱۰۳] بوارق تلوح من حقیقة الروح

(۳) [۱۱۴] التلطف بجواب التصوف

[۱۹] علم اذکار [۵]

علم الاذکار اور اسی کو علم الذریعہ والذواد بھی کہتے ہیں۔ جو علم ادعیہ ماثورہ اور اوراد مشہورہ سے اس کی تصحیح و ضبط اور تصحیح روایت اور بیان خواص اور عدد تکرار اور اوقات قرأت اور شرائط سے بحث کرے، وہ علم الاذکار، علم الادعیہ اور اوراد ہے۔ اور اس سے غرض ان ادعیہ اور اوراد کا بروجہ مذکور جاننا ہے، تاکہ مطابق قاعدہ اس کے عمل سے فوائد دینیہ اور دنیویہ حاصل ہوں۔

بعض علما نے اس کو علم حدیث کی فرع قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ اس میں کتب احادیث سے استنباط کی جاتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی پانچ کتابیں ہیں:-

- |                                    |           |
|------------------------------------|-----------|
| ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار  | (۱) [۴۵]  |
| زهر الصلاة من شجرة اكارم الهداة    | (۲) [۵۶]  |
| العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار | (۳) [۱۱۰] |
| المنة الممتازة فی دعوات الجنابة    | (۴) [۱۷۵] |
| ماقل وکفی من ادعية المصطفى ﷺ       | (۵) [۲۷۷] |



[۲۰] علم ترغیب و ترہیب [۱]

وہ علم ہے جس میں ایسی باتیں بیان کی جائیں، جن کے کرنے کی شرع میں ترغیب دلائی گئی ہو، اور ایسی باتیں ذکر کریں، جن کے کرنے کی شرع میں ممانعت ہو۔ یا اول پر وعدہ ثواب ہو اور دوم پر وعید عذاب و عقاب۔ اس فن میں مشہور ترین کتاب امام حافظ ذکی الدین ابوالعظیم ابن عبدالقوی منذری متوفی ۶۵۶ھ کی کتاب ترغیب و ترہیب ہے۔ یہ بھی فروع علم حدیث سے ہے۔ اس لیے کہ مدار اس کا احادیث اصحاب کتب مشہورہ صحیحین، سنن اربعہ، مسانید، معاجم محدثین ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۸۶] اعزالا کتناہ فی رد صلقة مانع الزکواہ

[۳]

علم تاریخ

[۲۱]

علم تاریخ، معرفت احوال جماعت اور ان کے شہروں اور رسوم و عادات، اور ان کے صنائع و انساب اور ان کے وفیات کا نام ہے۔ اس کا موضوع احوال اشخاص ماضیہ: حضرات انبیائے کرام و اولیائے عظام و علمائے فحام و حکما و ملوک و شعرا وغیرہ ہیں۔ اور اس علم کی غرض احوال ماضیہ پر واقف ہونا ہے۔ اور اس علم کا فائدہ ان احوال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور حوادث روزگار و تقلبات زمانہ پر واقفیت کی وجہ سے تجزیہ کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ ان لوگوں کے احوال میں جو مضرت کی باتیں ہیں، ان سے احتراز کیا جائے، اور منافع و کارآمد باتوں کو حاصل کیا جائے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:-

(۱) [۱۲۵] اعلام الصحابة الموافقين للامير معوية وام المؤمنين

(۲) [۲۱۹] جمع القرآن ویم عزوہ لعثمان

(۳) [۳۱۵] سرگذشت و ماجرائے ندوہ۔

[۱۸]

علم مناظرہ

[۲۲]

جس علم میں دو مناظروں کے درمیان گفتگو کرنے کی کیفیت سے بحث کی جائے، وہ علم مناظرہ ہے۔ اس کا موضوع اولہ ہیں، اس حیثیت سے کہ ان سے غیر پر اپنا مدعی ثابت کیا جاتا ہے۔ اس کے مبادی امور بینہ بنفسہا ہیں۔ غرض اس سے مناظرہ کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ بحث میں خبط نہ واقع ہو۔

علامہ ابن صدر الدین نے فوائد خاقانیہ میں فرمایا کہ عیلم منطق کی طرح جملہ علوم کی خدمت کرتا ہے، اس لیے کہ بحث و مناظرہ صواب ظاہر کرنے اور الزام خصم کے لیے نسبت بین الشیین میں جانہین سے نظر کرنے کا نام ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اس فن میں اٹھارہ کتب مصنفہ ہیں:-

- (۱) [۱۲۴] النذیر الہامل لکل جلف جاہل
- (۲) [۱۲۸] مراسلات سنت وندوہ
- (۳) [۲۰۷] رامی زاغیان معروف بہ دفع زلیغ زاغ
- (۴) [۳۱۴] انتصار الہدی من شعوب الہوی
- (۵) [۳۲۳] صمصام سیت بگلوئے نجدیت
- (۶) [۳۲۶] اجتناب العمال عن فتاوی الجہال
- (۷) [۳۳۰] سیف ولایتی برواہم ولایتی
- (۸) [۳۳۱] البرق المنخیب علی بقاع طیب
- (۹) [۳۳۴] العطر المطیب لبنت شفة الطیب
- (۱۰) [۳۳۵] الامۃ القاصفہ لکفریات الملاطفہ

- (۱۱) [۳۳۶] الجائفه علی تهافت الملاطفه
- (۱۲) [۳۳۷] سیاط المودب علی رقبه المستعرب
- (۱۳) [۳۳۸] ظفر الدین الجید ملقب به بطش غیب
- (۱۴) [۳۳۹] ابراء المجنون عن انتهاکه علم المکنون
- (۱۵) [۳۴۲] میل الهداة لبرء عین القذاة
- (۱۶) [۳۴۳] اراحة جوانح الغیب عن اراحة اهل العیب
- (۱۷) [۳۴۴] الجلاء الكامل لعین قضاة الباطل
- (۱۸) [۳۴۸] الاسئلة الفاضلة علی الطوائف الباطلة

[۱]

علم تکسیر

[۲۳]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

اطائب الاکسیر فی علم التکسیر [۶] (۱)

[۱]

علم الوفق

[۲۴]

اس فن میں بھی اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۲۹۵] (۱) الفوز بالآمال فی الاوقاف والاعمال

[۲۵] علم التوقيت [۶]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف کردہ چھ کتابیں ہیں:-

(۱) [۱۸۶] الانجب الانیق فی طرق التعلیق

(۲) [۱۸۹] زیج الاوقات للصوم والصلوات

(۳) [۲۰۶] تاج توقيت

(۴) [۲۳۸] كشف العله عن سمت قبله

(۵) [۲۵۶] درء القبح عن درك وقت الصبح

(۶) [۲۳۲] سر الاوقات

[۲۶] علم ہیئت [۳]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں :-

- اقمار الانشراح لحقیقة الاصباح (۱) [۱۸۴]  
الصراح الموجز فی تعدیل المرکز (۲) [۱۸۵]  
جادة الطلوع والحرمر للسیارة والنجوم والقمر (۳) [۲۵۲]



[۲۷] علم الحساب [۱]

علم الحساب ان قواعد کا علم ہے جن کے ذریعہ استخراج مجہولات عددیہ کا معلومات عددیہ مخصوصہ سے ہوتا ہے۔ استخراج سے مراد ان کی کمیات کی معرفت ہے۔ موضوع اس کا عدد ہے۔ اس لیے کہ اس علم میں عدد ہی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے۔ عدد کمیت کو کہتے ہیں، جو چند وحدات سے مرکب ہو۔ اس کا نفع و فائدہ ضبط معاملات و حفظ اموال، قضائے دیون، قسمت ترکات ہے۔ اس کی ضرورت علم فلکیہ اور مساحت و طب میں بھی ہوتی ہے، اور بعضوں نے کہا کہ اس علم کی ضرورت جملہ علوم میں پڑتی ہے اور اس سے کوئی شخص مستغنی نہیں۔ بادشاہ ہو، یا عالم، یا بازاری ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے۔ اس فن کی شرافت کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول: وَ كَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ کافی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت محاسب ہونا بیان فرمایا، تو کون عقلمند اس کی خوبی میں کلام کر سکتا ہے؟ اسی لیے علمائے کرام نے اس فن میں بہت کتابیں تصنیف کیں، اور لوگوں نے دیار و امصار میں ان کو تعلیم کے لیے دست بدست لیا، اور حکما کی عادت تھی کہ بچوں کی تعلیم اسی علم سے شروع کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جو شخص ابتداء حساب کی تعلیم پاتا ہے، اس پر صدق غالب آتا ہے۔ اس لیے کہ حساب میں صحت مہانی ہے، توجیح بولنا اس کی عادت بلکہ فطرت ہو جاتی ہے۔ اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۱۸۸] (۱) کلام الفہیم فی سلاسل الجمع و التقسیم

[۳]

## علم ارثما طیقی

[۲۸]

وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے عدد کے خواص سے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:-

(۱) [۱۸۳] الموهبات فی المربعات

(۲) [۲۲۸] البدور فی اوج المجذور

(۳) [۲۵۱] کتاب الارثما طیقی

یہ حکمت نظر یہ کی ایک قسم ہے، جو علم بحث کرے ایسے امور مادیہ سے جن کو مادہ سے بحث میں مجرد کرنا ممکن ہو۔ اس کو ریاضی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حکماء کی عادت تھی کہ ابتداء بچوں کو یہ علم تعلیم دیتے تھے، اور خوب ریاضت کرایا کرتے تھے۔ اسی لیے اس کو علم تعلیمی بھی کہتے ہیں، اور اس کو علم اوسط بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ علم، متوسط ہے ان دو علموں کے درمیان جو مادہ کے محتاج ہیں، اور جو مادہ کے محتاج نہیں ہیں۔ اور اس کے چند اصول ہیں، اور ہر ایک اصل کے فروع ہیں۔ اصول چار ہیں۔

① ہندسہ ② ہیئت ③ حساب ④ موسیقی

اعلیٰ حضرت کی اس فن میں تین کتابیں ہیں:-

عزم الیازی فی جواہر الریاضی (۱) [۱۸۲]

ستین ولوگارثم (۲) [۲۲۷]

جداول الریاضی (۳) [۲۹۳]

[۳]

علم الهندسہ

[۳۰]

علم ہندسہ ان قوانین کا علم ہے، جن کے ذریعہ انسان ان اصول کو جانتا ہے، جو کم کو من حیث کم ہونے کے عارض ہوتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کی اس فن میں بھی تین کتابیں ہیں:-

الاشکال الاقیدس لنکس اشکال اقلیدس (۱) [۶۳]

اعالی العطایا فی الاضلاع والزوايا (۲) [۱۸۷]

الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (۳) [۲۰۹]

[۱]

## علم جبر و مقابلہ

[۳۱]

یہ علم حساب کی فرع ہے، اس لیے کہ یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ معلومات عدد مخصوصہ سے استخراج مجہولات عددیہ کی کیفیت بروجہ مخصوص معلوم ہوتی ہے۔ اس فن میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:-

[۲۵۰] حل المعادلات لقوی المكعبات

[۱]

علم الزیجات

[۳۲]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:-

[۲۴۰] مسفر المطالع للتقویم والطالع

اس کو جفرو جامع بھی کہتے ہیں۔ لوح قضاء و قدر جو تمام ماکان و مایکون کو کلیاً و جزئاً محتوی ہے، اس کے علم اجمالی کا نام جفرو جامع ہے۔ جفر، لوح و قضا کو کہتے ہیں، جو عقل کل ہے، اور جامع، لوح قدر کو کہتے ہیں، جو نفس کل ہے۔ ایک جماعت علما کا دعویٰ ہے کہ حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ۲۸ حروف تہجی کو وسط اعظم کے طریقے پر ایک جلد میں تحریر کیا ہے، جس سے بطریق مخصوصہ و شرائط معینہ و الفاظ مخصوصہ جو کچھ لوح قضا و قدر میں ہے، سب معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ علم ورثہ اہل بیت اور ان کے متسبین میں چلا آ رہا ہے، اور انہیں سے مشائخ کالمین نے حاصل کیا، اور غیروں سے اس کو پورے طور پر چھپاتے آئے ہیں۔

بعضوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کو کما حقہ سوائے حضرت امام مہدی منظر علیہ السلام کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

منقول ہے کہ خلیفہ مامون رشید نے جب اپنے بعد حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خلافت کا عہد نامہ لکھا، اور ان کے پاس بھیج دیا، تو انہوں نے اس کے نیچے تحریر فرمایا: نعم الا ان الجفر والجامعة بدلان علی ان هذا الامر لا یتسم اچھا! مگر جفرو جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہوگا نہیں۔ اور واقعی وہی ہوا جو امام نے فرمایا تھا۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:-

[۲۹۰] (۱) الثواقب الرضویة علیٰ الکواکب الدریة

[۲۹۱] (۲) الجداول الرضویة علیٰ الکواکب الدریة

[۲۹۲] (۳) الاجوبة الرضویة للمسائل الجفریة۔

ان تینوں کتابوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے کہ یہ تینوں رسالے نہ چھاپے جائیں گے، نہ ان کی نقل مل سکتی ہے۔ جب تک اس علم کی اہلیت نہ ثابت ہو۔



[۳۴] علم النجوم [۱]

جس علم کے ذریعہ حوادث کون وفساد پر تشکلات فلکیہ، اوضاع افلاک وکواکب، مقارنہ و مقابلہ، تثلیث و تسدیس و تریج وغیرہ سے استدلال کیا جائے، وہ علم نجوم ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ حسابیات، طبعیات، وہمیات۔

حسابیات علم یقینی ہیں، اور کبھی اس پر شرعاً بھی عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً طلوع و غروب شمس، اوقات نماز و افطار کے لیے۔

طبعیات جیسے بروج فلکیہ میں انتقال شمس سے استدلال، تبدل فصول جاڑا گرمی اور اعتدال پر۔ تو شرعاً ان کے انکار اور رد کی کوئی وجہ نہیں۔

وہمیات جیسے اتصالات کواکب سے بطریق عموم یا خصوص حوادث سفلیہ خیر و شر پر استدلال کرنا۔ چونکہ شرع میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اسی لیے شرعاً مردود ہے۔

علم نجوم میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:-

[۲۴۹] زاکی البہافی قوة الكواکب وضعفها

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ یہ چونتیس علوم و فنون مروجہ و غیر مروجہ، درسیہ و غیر درسیہ، مشہورہ و غیر مشہورہ، جن میں اکثر نہیں تو بعض کے نام سے بھی علمائے زمانہ واقف نہیں۔ اس علم و فن سے واقفیت تو کجا؟ اور یہ اعلیٰ حضرت کی اعلیٰ درجہ کمال کی دلیل ہے کہ اتنے علوم و فنون سے نہ صرف واقف بلکہ اس میں ماہر اور کامل بلکہ صاحب تصنیف ہیں۔

ان کے علاوہ وہ علوم و فنون آتے ہیں، جن میں محض حمایت دین و نکایت

مفسدین کے لیے کتب تصنیف فرمائیں، جو اصل شانِ مجددیت ہے۔ یعنی اسلام پر اپنے اور غیر لوگوں نے اپنی جہالت و نادانی یا بد مذہبی اور بے دینی کی وجہ سے جو خس و خاشاک ڈال رکھا تھا، اس کو دور کر کے دین اسلام کو پھر مچلی اور از سر نو نیا کر دیا۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ جو شخص شرع کی نگاہ میں جس حیثیت کا ہو، اس کی حیثیت بلا رورعایت اور بلا خوف لومۃ لائم ظاہر کر دی، اور اس میں اس کا ہر گز خیال نہ فرمایا کہ اگر ہم کسی کا رد کریں گے یا اس کے بارے میں جو حکم شرع کا ہے ظاہر کریں گے تو وہ مجھے برا بھلا کہے گا، یا دشمن ہو جائے گا، یا میری مقبولیت میں فرق آجائے گا، اس لیے کہ ان کے تمام اعمال و افعال، اقوال و احوال محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھے، کسی این و آں، چنیں و چناں

مدح و ستائش یا ذم سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ خود فرماتے ہیں

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن  
نہ مرا ہوش بدحے نہ مرا گوش ذمے  
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے  
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

چنانچہ مجھ سے میرے ایک ملنے والے صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کا علم و عمل، تقویٰ و فضل، جامعیت کمال ظاہری و باطنی کا کوئی بھی منکر نہیں، اگر اعلیٰ حضرت کسی کا رد اور مناظرہ وغیرہ نہ کرتے، تو ان سے بڑھ کر ہندوستان میں کس کی عزت ہوتی؟ اور از گنگ تا سنگ و از کشمیر تا راج کماری ان کی مقبولیت ہر طبقہ ہر گروہ میں ہوتی۔

میں نے کہا یہ تو خدا پرستی نہ ہوئی، بلکہ خود بینی و خود پرستی ہوئی۔ الصب فی اللہ والبنفص للہ بھی کوئی چیز شرعی ہے یا نہیں؟ رہی عوام اور بد مذہبوں میں حق گوئی کی وجہ سے عدم مقبولیت، تو آپ نے مثنوی شریف کے یہ اشعار سنے ہیں یا نہیں؟

مولانا فرماتے ہیں

گردوسہ ابلہ ترا منکر شوند ❖ تلخ کے گردی چوں ہستی کان قند  
گردوسہ احمق ترا تہمت نہد ❖ حق برائے تو گواہی می دہد  
گر خفاشے راز خورشیدے خورے ست ❖ آں دلیل آمد کہ او خورشید نیست  
نقرت خفاشکان باشد دلیل ❖ کہ منم خورشید تابان جلیل  
گر گلابے را بجعل راغب شود ❖ آں دلیل نا گلابی می شود  
ور شود قلبے خریدار محک ❖ در محکی اش در آید نقص و شک  
فارقم فاروقیم غریبیل وار ❖ تاکہ گاہ از من نمی یابد گزار  
ارور اپیدا کنم من از بسوس ❖ تا نمایم این نقوش ست این نفوس  
من چو میزان خدایم در جہاں ❖ و انما یم ہر سبک را از گراں

عزیزی نور العین مولوی مختار الدین احمد آرزو ضوی فاضل شمس ایمن، اے (علیگ) سلمہ علی گڑھ سے ایک مرتبہ آئے، تو چند کتابیں اپنے ساتھ لیتے آئے۔ اس میں سے ایک رسالہ استاذ العلماء مجھے دیکھنے کے لیے دیا۔ دیکھا کہ نواب حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس حبیب گنج صدر الصدور حیدر آباد دکن کی تصنیف حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔ رسالہ اگرچہ بہت ہی مختصر ہے، مگر کافی معلومات سے

پڑ ہے۔ اس میں ایک جگہ تحریر ہے کہ:

آپ کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ کہیں آپ کی زبان کسی کی تکفیر سے  
ملوث نہیں ہوئی۔

اس کو دیکھ کر متروود ہوا کہ یہ کیا لکھا ہے؟ پھر حیات نبلی دیکھنے کا اتفاق  
ہوا، تو صفحہ ۳۰۲ پر اس میں بھی لکھا ہے۔

حضرت مفتی لطف اللہ صاحب کی دو خصوصیتیں قابل ذکر ہیں ایک یہ  
کہ انھوں نے عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی، دوسری یہ کہ کانپور کے ہی قیام  
کے زمانے میں انگریزی سے اتنے حروف شناس ہو گئے تھے کہ تار  
وغیرہ پڑھ لیتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ علم شی بہ از جہل شی ہے۔ اس وجہ سے اتنی انگریزی سے  
واقفیت کہ تار وغیرہ پڑھ لیں، ضرور قابل تعریف اور خصوصیت میں شمار ہو سکنے  
کے لائق ہے، لیکن — عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی — میں بہت غور و خوض  
کرنے پر نہ سمجھ سکا کہ یہ کون سی تعریف کی بات ہے؟ اور ان دونوں حضرات نے  
اس کو تعریف میں کس طرح شمار کیا؟ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی دعا ہے:  
اللهم ارنا الاشياء كما هي۔ حکمت کی تعریف بھی علما نے فرمائی: هو علم  
يبعث فيه عن حقائق الاشياء على ما هي عليه في نفس الامر بقدر  
الطاقة البشرية وعرفه بعض المحققين باحوال اعيان الموجودات  
على ما هي عليه في نفس الامر بقدر الطاقة البشرية۔ تو اگر کسی  
کی سے مراد کسی مسلمان کی ہے، تو یہ تعریف بے شک تعریف ہے کہ کسی مسلمان  
کی جب تک وہ مسلمان ہے، اور کوئی کلمہ تکفیر یہ اس سے سرزد نہیں ہوا، کبھی  
آپ نے تکفیر نہ کی۔ مگر یہ کوئی خصوصیت حضرت استاذ الاساتذہ کی نہیں۔

یہ صفت اور تعریف کل علما و رنہ اکثر علمائے کرام کی ضرور ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ باوجود کلمہ کفر، پھر بھی اسے کافر نہ کہا اور زبان دبائے رہے، تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح تعریف و توصیف کے شمار میں آسکتی ہے؟ جبکہ خداوند عالم نے علما سے عہد لیا ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اسے حق بیان کر دینا، چھپانا نہیں: **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ** ہو سکتا ہے کہ جناب صدر الصدور صاحب اپنے استاذ کی یہ تعریف پسند کرتے ہوں اور ضرور پسند کرتے ہیں، جب تو لکھا اور چھاپ کر شائع کیا۔ لیکن میں اپنے استاذ الاساتذہ کی یہ تعریف کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا ہوں کہ سب مسائل تو بیان فرما دیا کرتے تھے، اور مطابق شرع شریف فتویٰ دیا کرتے۔ لیکن جب کسی مسئلہ کفریہ سے سوال ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے، زبان دبالیے۔ آیت قرآنیہ مسطور بالا کے خلاف کرتے، عہد الہی کو پس پشت ڈال دیتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ **الساکت عن الحق شیطان اخرس حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے۔** اس حدیث شریف کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔

ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ کسی شخص نے ان سے کسی کے اقوال کفریہ پیش کر کے اس کا حکم پوچھا ہی نہیں۔ اس لیے آپ نے کسی کی تکفیر نہ کی۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی مسئلہ ایسا پوچھا جائے، جس کا جواب شرعی یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہو، مگر حضرت استاذ الاساتذہ نے معاذ اللہ غلط جواب دیا ہو، اور کلمات کفریہ کے صدور کے بعد بھی مسلمان بتایا ہو، یا جواب سے اعراض و سکوت کیا ہو۔

اور کبھی کسی کی تکفیر نہ کرنا کیونکر قابل تعریف بات ہو سکتی ہے؟ جب خداوند عالم نے تکفیر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے تکفیر کی۔ صحابہ کرام نے تکفیر کی۔ تابعین عظام نے تکفیر کی۔ ائمہ اسلام، مجتہدین مذاہب اربعہ نے تکفیر کی۔ حضرت عزحق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: يَخْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ۗ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ سَلَامِهِمْ ۗ خدایا قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے کلمہ کفر نہ کہا اور البتہ بیشک وہ کلمہ کفر بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

اس آیت میں وَكَفَرُوا بَعْدَ سَلَامِهِمْ ۗ ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردود و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ایک پیڑ کے سائے میں تشریف فرماتھے۔ ارشاد فرمایا:

عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔

کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گذرا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا:

تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟

وہ گیا، اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آگرمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عز و جل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہ کی، اور بے شک ضرور یہ کفر کا کلمہ بولے، اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے، اور اسے کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ لاکھ مسلمانی کا مدعی، کروڑ بار کا کلمہ گو ہو۔

اور فرماتا ہے: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۝ اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرمادو: کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاکم و ابو شیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں: انه قال في قوله تعالى: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۝ قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی كذا وكذا او ما يدريه بالغيب۔ یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی، اس کی تلاش تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا محمد (ﷺ) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر اللہ عز و جد نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم ص ۵۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم ص ۲۵۴)

حدیثوں میں جو کفر کے فتوے دیے گئے ہیں، اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو ایک جز سے زائد ہو، نہ احصا کی ضرورت، نہ اس کی فرصت۔

چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

❖ من اتی عرّافا او کاهنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل

علیٰ محمد ﷺ واد الامام احمد والحاکم عن ابی لمریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ من اتی کاهنا فصدقه بما یقول او اتی امرأة حائضا او اتی

امرأة فی دبرها فقد بری بما انزل علیٰ محمد ﷺ واد الامام احمد وابو

راور والترمذی والنسائی وابن ماجہ

❖ من اتی کاهنا فسأله عن شیء حجبت عنه التوبة اربعین

لیلة فان صدقه بما قال کفر واد الطبرانی فی اللبیر عن وائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ من ترک الصلوة متعمدا فقد کفر جہارا واد الطبری فی

الاورث عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

❖ من حلف بغير الله فقد اشرك واد الامام احمد والترمذی

والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

❖ من کذب بالقدر فقد کفر بما جئت به واد عدی عن ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

صحابہ کرام کا کفر کا فتویٰ دینا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد و دیگر

صحابہ کرام کے اجماع سے امین و روشن کہ آپ نے منکر زکوٰۃ کے خلاف کفر کا

فتویٰ دیا، اور ان پر جہاد کو کفار ترک و دہلیم پر جہاد کے مثل قرار دیا۔

فقہائے کرام حنفیہ کے فتاویٰ کفر دیکھنا، ہو تو فتاویٰ عالم گیری و شرح

فقہ اکبر ملا علی قاری میں موجبات کفر کی بحث دیکھیے۔

پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عالم کے لیے خلاف طریقہ خدا



اور رسول ﷺ و صحابہ کرام و فقہائے عظام روش کیونکر قابل مدح و ستائش ہو سکتی ہے؟۔

بات اصل یہ ہے کہ زمانہ میں دو ذہنیت کے انسان ہیں۔ بعض نزم طبعیت کے ہیں۔ ان کے خیال میں ہے کہ کوئی کیسا ہی ہو، ہم کیوں اپنی زبان یا قلم سے ایسا حکم لکھیں، جو اس کی تکلیف اور دل آزاری کا سبب ہو۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ہم باختیار نہیں ہیں، ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ عقائد سے لیکر اعمال، طہارت کے مسائل سے فرائض تک جو مسئلہ مجھ سے پوچھا جائے گا، اس کا جواب دینا ہم پر فرض ہے۔ اس میں کسی شخص کی دلا آزاری اور خوشنودی کے خیال سے بڑھ کر حضرت عزت سبحانہ و تعالیٰ کی خوشی اور اس کی طرف کی ذمہ داری ہے۔ اور اگر نہ کیا جائے، تو دین میں سخت فتنہ انگیزی ہوگی۔ جس مصلحت سے حضرات محدثین کرام نے رواۃ کی جرح کی ضرورت جانی، کہ بے رورعایت کذاب، وضاع، متہم، مختلط، سی الحفظ، کثیر الوہم جو جیسا ہو اس کو بیان کر دیں اس میں رورعایت نہ کریں، ورنہ دین میں رخنہ اندازی ہوگی۔ اسی طرح سے یہ جماعت نہ ان لوگوں کو ذلیل اور بدنام کرنے کی نیت سے، بلکہ ان کی صحیح حالت بتا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے بچانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

اترعون عن ذکر الفاجر متی يعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیہ  
یحذرہ الناس کیا ورع سمجھتے ہو فاجر کے ذکر سے، کب اسے لوگ پہچانیں گے؟  
ذکر کرو فاجر کو اس وصف کے ساتھ جو اس میں ہے۔ تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم النبیۃ والعلیہم فی نوار اللہ صول  
والہاکم فی السننک والتبرازی فی اللقباب وابن عدی والطبرانی

فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب البغدادی عن بہز بن حکیم عن  
ابہ عن جدہ۔

یہ وجہ صاف صاف ان کے حکم خداوندی کو بیان کر دینے کی ہے کہ اگر توفیق  
رفیق ہو تو توبہ کر کے دائرہ اسلام یا ورع و تقویٰ میں آئیں۔ ورنہ دوسرے مسلمان  
اس کی ضلالت اور بے دینی کا شکار ہونے سے بچیں گے۔

جب فاجر کے ذکر کی یہ ترغیب ہے، تو کافر کے کفر پر پردہ ڈالنا کیونکر  
صحیح ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں کسی شخص کی یہ تعریف کرنا کہ اس نے ہر اچھے  
برے کو اچھا ہی سمجھا، تمام گورے کالے کو گورا ہی جانا، کسی کو برا نہ کہا، نہ کسی  
کو کالا کہا، کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔

اسی لیے میں اپنے استاذ اور شیخ پیر و مرشد مجدد ملت حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ،  
جناب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی  
قدس سرہ العزیز کی نہ یہ تعریف کرتا ہوں، نہ ایسی تعریف کرنا پسند  
کرتا ہوں، اور اگر اثر زمانہ سے متاثر ہو کر میں یہ تعریف کروں کہ انہوں نے کسی  
کی تفسیق، تھلیل، تکفیر نہ کی، تو واقعہ کے خلاف، اور ان کے اصل کمال پر پردہ  
ڈالنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر حقائق اشیا کا ہی علیہ فی نفس  
الامر ظاہر کر دیا تھا، جو جیسا ہے، ویسا ہی ان کو دکھا دیا تھا۔ اس لیے وہ جس طرح  
اللہ کو ایک، رسول اللہ ﷺ کو سچا، اور خاتم الانبیا رسول، قرآن شریف کو الہی  
کتاب، فرشتوں کو معصوم مخلوق، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی  
آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول مانتے  
تھے۔ اولیائے کرام، صلحا، صالحین، فانین وواصلین، نجبا، نقبا، ابدال، بدلا،

اوتاد، امامین، قطب، غوث، صدیق کو علیٰ فرق مراتب، خداوند عالم کے مقبول بندے مانتے اور تقریر و تحریر میں ان کے رتبہ کے مطابق ان کی تعظیم و توقیر کرتے، اور مخالفین کی پروا نہ کرتے کہ ان کی تعظیم و توقیر تعریف و توصیف کی وجہ سے وہ جلیں گے، میری مخالفت کریں گے۔ اسی طرح فاسق، فاجر، تاک الصلوٰۃ، دارھی منڈے، شرابی، جواری، بد مذہب، بد دین، مفسد، تفضیلیہ، نواصب، روافض، خوارج، ندویہ، وہابیہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، گاندھویہ، نیچریہ، نصاریٰ، آریہ اور ہنود سے کبھی محبت و الفت، بروموالات، تعظیم و توقیر، تعریف و توصیف نہ فرمائی۔ اور نہ ان کے موافقین و معتقدین کی کوئی پرواہ کی کہ وہ لوگ ہمیں برا سمجھیں گے، بے قدری کریں گے، نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے، بلکہ تحریر میں، تقریر میں، جب کبھی موقع ہو اور ضرورت پڑی بے تامل، بلا لحاظ مصلحت بنی، و مال اندیشی، جو حکم شرعی جس کا تھا، یا جس مسئلہ میں جس رد کی ضرورت جانی، رد کیا۔ تصنیفات کا یہ حصہ انہیں لوگوں کے رد و جواب پر مشتمل ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مسلک محبت و عداوت میں بالکل اس حدیث کا آئینہ تھا: من احب لله و ابغض لله و اعطى لله و منع لله فقد استكمل الايمان جس نے محض اللہ کے لیے محبت کی (جس سے بھی محبت کی) اور اللہ ہی کے لیے عداوت کی (جس سے بھی عداوت کی) اور (جس کو جو کچھ دیا وہ) اللہ ہی کی رضا کے لیے دیا اور جس کو منع کیا وہ بھی اللہ ہی کے لیے، اس نے اپنے ایمان کو کامل کیا۔ رواہ ابو داؤد عن ابی

امامہ و الترمذی عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوسری حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اوحى الله تعالى الى نبي من الانبياء ان قل لفلان العابد اما زهدك

فی الدنيا فتعجلت راحة لنفسك واما انقطاعك الی فتعذرت به  
 فمالی علیک قال یا رب و مالک علی قال هل والیت لی ولیا  
 او عادیت لی عدوا یعنی اللہ عزوجل نے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو  
 وحی بھیجا کہ فلاں عابد سے کہہ دیجیے کہ تیرا دنیا میں زہد اختیار کرنا، تو اس سے تو نے اپنے  
 نفس کی راحت جلد حاصل کر لی۔ اور دنیا سے کٹ کر میری طرف متوجہ ہونا تو اس ذریعہ  
 سے تو عزت حاصل کر لی، تو جو حق میرا تجھ پر ہے اس کے بارے میں تو نے کیا کیا؟۔ عابد  
 نے کہا، اے میرے رب! اور تیرا حق مجھ پر کیا ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ کیا میرے  
 لیے کسی شخص سے تو نے دوستی کی، اور میرے لیے کسی شخص کو دشمن بنایا؟۔ رواہ  
 ابو نعیم فی الملیة والفضیلة فی التاریخ وغیرہ فی غیرہ عن بن مسعود  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[۳۵] شتی [۵]

یعنی علوم و فنون متفرق و مختلف میں، یعنی ان کتابوں کو کسی خاص فن سے تعلق نہیں بلکہ عام اور مفید امور سے اس کا تعلق ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس فن میں پانچ کتابیں ہیں:-

[۵۸] (۱) جہ القصيدة البغدادية ملقب به الزممة القمرية  
فی الذب عن الخمرية۔

قصیدہ غوثیہ شریف جس کا مطلع

سقانی الحب کاسات الوصال ✽ فقلت لخمرتی نحوی تعالیٰ  
ہے، بعض جاہلوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے (اس پر) جاہلانہ اعتراضات  
شعری و نحوی وغیرہ کا کیا تھا، یہ اس کا مسکت جواب ہے۔

[۲۱۶] (۲) اتیان الارواح لديارهم بعد الرواح

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد روح دنیا سے بالکل بے تعلق  
ہو جاتی ہے، اور وہ اچھی ہے تو علیین میں، اور بری ہے تو سجین میں رہتی ہے، دنیا  
میں نہیں آسکتی۔ یہ اس کا مدلل رد ہے۔ خصوصاً اچھی روہیں کہ وہ مرنے کے بعد  
آزاد ہو جاتی ہیں، اور ان کو پورا اختیار دیا جاتا ہے، سیر کرتی ہیں، جہاں چاہتی  
ہیں۔ دنیا میں بھی آتی ہیں، اور اپنے مریدوں کی مدد کرتی ہیں۔ جیسا کہ شاہ ولی  
اللہ صاحب نے حضرت شاہ ابوالرضا کے متعلق لکھا ہے۔

[۲۶۸] (۳) نور عینی فی الانتصار للامام العینی

امام عینی کے ایک کلام پر احسن الفوائد والے کے اعتراض کا رد اور اس کی

متعدد جہالتوں کا اظہار۔

[۲۷۱] (۴) مرتجی الاجابات لدعاء الاموات

اس کا ثبوت کہ مردے بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

[۳۰۴] (۵) فتح خیبر

تفضیلیہ کی پارٹی، جو بھارت مولانا محمد حسین سنبھلی مناظرہ کے لیے

آئی تھی، اس کا فرار۔

## تصانیف باعتبار موضوع

[۳۶] رد نصاریٰ [۳]

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے بے شمار انبیائے کرام بھیجے۔ جن میں بعض کا تذکرہ قرآن شریف اور حدیثوں میں آیا ہے، اور اکثر کا تذکرہ ان میں نہیں ہے۔ ان انبیاء میں اکثر پر صحیفے نازل ہوئے، اور چار نبی اولوالعزم پر چار بڑی کتابیں اتاریں۔ تو ریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن شریف سید المرسلین آقائے دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کو عیسائی اور نصاریٰ کہتے ہیں۔

اس زمانہ میں اصل انجیل کہیں نہیں ہے۔ ہاں! مختلف زبانوں میں جو ترجمے ہوئے ہیں، انہیں کا وجود ہے، اور ان میں زیادہ مشہور و مروج چار انجیلیں ہیں، جو درحقیقت مسیح علیہ السلام کی سیرت ہے، جسے ان کے چار ماننے والے، متی، لوقا، مرقس اور یوحنا نے جمع و ترتیب دیا ہے۔ ان میں سوائے یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے اور متی کے باقی دو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں۔ متی نے بھی اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جس سال آسمان پر اٹھائے گئے، اور اس نے اس کتاب کو شہر اسکندریہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا، اور اس میں واقعات ولادت و معجزات و حالات وغیرہ کا بیان کیا۔

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق لوقا نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا زمانہ پایا، اور نہ ان کو دیکھا۔ وہ تو بعد رفع عیسیٰ علیہ السلام بولس کے ہاتھ پر نصرانی ہوا۔

اسی طرح مرقس نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ دیکھا۔ وہ بھی رفع کے بعد بیروحواری کے ہاتھ پر نصرانی ہوا، اور اسی سے انجیل شہر روم میں پڑھا، اور اس نے اپنے تینوں اصحاب کے خلاف واقعات لکھے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانہالی رشتہ دار خاص تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شادی میں شریک ہوئے، اور نصاریٰ کے بقول اپنے معجزہ سے پانی کو شراب کر دیا، اور یہ سب سے پہلا معجزہ تھا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جب یہ معجزہ دیکھا، تو دنیا سے برداشتہ خاطر ہوئے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین اور سیاست دونوں میں تابع ہو گئے۔ یہ چوتھے شخص ہیں، جنہوں نے انجیل لکھا۔ لیکن انہوں نے شہر افسوس میں یونانی زبان میں لکھا تھا۔

کچھ نصاریٰ الوہیت کے قائل اور بعض انبیاء کی نبوت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ لیکن جمہور نصاریٰ خالص توحید کے قائل نہیں، بلکہ تثلیث کے معتقد ہیں۔ اب، ابن، روح القدس کو خدا مانتے ہیں۔

اصحاب بوریوس جو اسکندر یہ کا پادری تھا، ان کا عقیدہ توحید کا ہے۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندہ اور مخلوق ہیں۔ اللہ کے کلمہ ہیں۔ یہ شخص قسطنطین اول بانی قسطنطنیہ کے زمانہ میں تھا۔ اصحاب بولس جو انطاکیہ کا



پادری تھا، ان لوگوں کا عقیدہ بھی توحید کا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ لوگ دیگر انبیا کی طرح خدا کا بندہ، اور خدا کا رسول جانتے ہیں، اور عقیدہ رکھتے ہیں، کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پیٹ سے بغیر واسطہ کسی مرد کے پیدا کیا۔ اصحاب مقدونیوس بھی توحید کے قائل ہیں۔ اس کا زمانہ بانی قسطنطنیہ کے بیٹے کا زمانہ ہے، اور وہ اس زمانہ میں قسطنطنیہ کا پادری تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ، انسان، اور دیگر انبیائے کرام کی طرح یہ لوگ خدا کا رسول مانتے تھے۔ مگر اب ان لوگوں کا وجود نہیں۔ نہ ایسے عقیدے والے مشہور و معروف ہیں۔ ممکن ہے کہ شاذ و نادر کوئی کسی جگہ حق اعتقاد رکھنے والا نصرانی ہو۔

ورنہ اس زمانہ میں جتنے نصاریٰ ہیں، وہ سب تثلیث کے قائل، فاسد العقیدہ لوگ ہیں۔ اور وہ تین فرقے پر منقسم ہیں۔

اول: ملکانیہ، اس مذہب کے ماننے والے تمام ملوک نصاریٰ ہیں۔ اسی مذہب والے حبشہ، نوبہ، افریقہ، صقلیہ، اندلس اور جمہور شام کے لوگ ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے اللہ اب، ابن، روح القدس ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کامل انسان، کامل خدا ہیں۔ انسان عیسیٰ کو صولی دیا گیا، او قتل کیا گیا۔ اور خدا عیسیٰ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ حضرت مریم نے خدا اور انسان دونوں کو جنا، اور یہ دونوں معاً ایک شی ہیں تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

دوم: نستوریہ، ان کا عقیدہ بھی ملکانیہ ایسا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ

وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں، کہ حضرت مریم نے خدا کو جنا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو جنا، اور اللہ نے اللہ کو جنا، انسان کو نہ جنا۔ اس فرقہ کے لوگ زیادہ موصل، عراق، فارس، خراسان میں ہیں۔ یہ لوگ نسطور کی طرف منسوب ہیں، جو قسطنطنیہ کا پادری تھا۔

سوم: یعقوبیہ، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بعینہ اللہ ہیں۔ اس کو یہودیوں نے صولی دیا، اقل کر دیا۔ تین دن تک دنیا بلا مدبر رہی، اور اسی طرح تین دن تک آسمان بھی بلا مدبر رہا۔ پھر تین دن کے بعد اللہ کھڑا ہو گیا، اور اپنی جگہ آ گیا۔ اللہ تعالیٰ حادث ہو گیا، اور حادث قدیم ہو گیا، اور اللہ ہی حضرت مریم کے پیٹ میں تھا۔ اس مذہب والے مصر اور نوبہ حبشہ کے لوگ ہیں۔ یہ فرقہ یعقوب برزغانی راہب قسطنطنیہ کی طرف منسوب ہے۔

ان تینوں فرقوں کے عقیدے ایسے گندے اور گھنوںے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کا ذکر قرآن شریف میں نہ فرماتا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ تَالِكُ ثَلَاثَةٌ اور أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذْ وُنِي وَآمِي الْهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ تو کسی مومن کی زبان پر ایسے شنیع و خبیث کلمات نقل بھی نہ آتے۔ (ملا و نعل ابن حزم جلد اول ص ۱۹)

عیسائیوں کے رد میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:-

(۱) [۱۴۳] الصمصام علی مشکک فی آیة علوم الارحام

(۲) [۲۰۴] نیل مشرودہ آراو کیف کفران نصاریٰ

(۳) [۳۳۷] هدم النصرانی والتقسیم الایمانی

[۳۷] رد ہنود [۱]

یہ پرانے باشندے ہندوستان کے ہیں۔ ان کے عقائد عجیب و غریب ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ہنود کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی :-

[۱۴] انفس الفکر فی قربان البقر

[۲]

رد آریہ

[۳۸]

آریہ سماج ہندوؤں ہی کا ایک فرقہ ہے، جس کی بنیاد ویانند سرسوتی نے ڈالی

ہے۔

اعلیٰ حضرت نے آریہ کے رد میں دو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:-

[۳۴۷] (۱) پرودہ و راتھری

[۳۵۰] (۲) کیفر کفر آریہ

[۳۹] رد نیچریہ [۷]

یہ فرقہ نیچر کی طرف منسوب ہے، یعنی طبیعت۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز مقتضائے طبیعت کے خلاف، کسی طرح، کسی صورت، کسی حالت، کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے یہ لوگ معجزات کے قائل نہیں کہ یہ خلاف نیچر، خلاف فطرت ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام سرسید احمد خان دہلوی مسکن، علی گڑھی مدفن ہے۔ ان کی ولادت ۵/۱۲/۱۸۳۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلی میں ہوئی۔

۱۸۵۷ء میں جب کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانوں سے سخت بظن تھی۔ انہوں نے ایسی ترکیبیں کیں جن سے گورنمنٹ کے خیالات درست ہوئے، اور اس وقت سے مسلمانوں کی دنیوی بہبود میں بہت سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا، اور علی گڑھ میں ایک انگریزی تعلیم گاہ کی بنیاد ڈالی، جو ترقی کرتے کرتے، آج یونیورسٹی کی حیثیت میں قوم کے سامنے موجود ہے، جس میں فہم کے علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم کا سامان ہے، جو آج مسلمانوں کی ایک مایہ ناز انگریزی تعلیم گاہ ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود سخت افسوس ناک اور حسرت سے لکھے جانے کی یہ بات ہے کہ سرسید نے اپنے اجتہاد اور ریفا رمری کے زعم میں دینیات میں بھی قطع برید شروع کی، اور ایسی باتیں اپنی تصنیفات و تحریرات میں لکھیں، جن سے عام علما ان سے علیحدہ ہو گئے، اور ان کو مخرب دین و ایمان سمجھا۔ ان مسائل کی ایک فہرست ان کے بڑے معتقد اور سوانح نگار الطاف حسین حالی نے حیات جاوید جلد ۲، ص ۳۸۷ پر

سپر قلم کیا ہے۔ ان میں کی بعض باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں:

- [۱] اجماع حجت شرعی نہیں۔
- [۲] قیاس حجت شرعی نہیں۔
- [۳] تقلید واجب نہیں۔
- [۴] قرآن کا کوئی حکم دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوا۔
- [۵] شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہیں۔
- [۶] طیور منخفقہ جن کو نصاریٰ نے گلا گھونٹ مار ڈالا ہو مسلمانوں کو ان کا کھانا حلال ہے۔
- [۷] سوائے ان کفار و مشرکین کے جن کا ذکر آیت کریمہ انما ینہکم اللہ اللہ میں ہے، تمام کفار و مشرکین سے دوستی و موالات کرنا جائز ہے۔
- [۸] وضع و لباس وغیرہ میں کفار کے ساتھ تشبہ شرعاً ممنوع نہیں۔
- [۹] معراج اور شق صدر دونوں روایا میں واقع ہوئے نہ بیداری میں۔ کیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور کیا مسند اقصیٰ سے آسمانوں تک۔
- [۱۰] ملک یا ملائکہ کے الفاظ جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ ان سے یہ مراد نہیں کہ وہ کوئی جدا مخلوق انسان سے بالاتر ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ نے جو مختلف قوی اپنی قدرت کاملہ سے مادہ میں ودیعت کئے ہیں، انہیں کو ملائکہ یا ملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔
- [۱۱] آدم اور ملائکہ اور ابلیس کا قصہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے، یہ کسی واقعہ کی خبر نہیں، بلکہ یہ ایک تمثیل ہے۔

[۱۲] معجزہ دلیل نبوت نہیں ہو سکتا۔

[۱۳] قرآن میں آنحضرت ﷺ سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔

[۱۴] آیہ میراث سے وصیت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ پس جو وصیت وارث کے حق میں کی جائے، وہ نافذ ہے۔

[۱۵] قرآن میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہو۔

[۱۶] شہدا کی نسبت جو قرآن میں آیا ہے کہ ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ درحقیقت زندہ ہیں۔

[۱۷] صور کا لفظ جو قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے، اس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل زنگے، یا سنگھ یا تری، یا قرنا مراد نہیں ہے، بلکہ محض استعارہ ہے۔

[۱۸] خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء و افعال کے متعلق جو کچھ قرآن و حدیثوں میں بیان ہوا ہے، وہ سب بطریق مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہوا ہے۔ اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے۔ جیسے بعث و نشر، حساب و کتاب، میزان، صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے، نہ حقیقت پر۔

[۱۹] قرآن میں جو خدا کا آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے، اس سے کسی واقعہ کی خبر دینا مقصود نہیں ہے۔

[۲۰] خدا کا دیدار کیا دنیا میں کیا عقبنی میں، نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے، نہ دل کی آنکھوں سے۔

[۲۱] قرآن مجید میں جو جنگ بدر جنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر

کیا گیا ہے، اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا۔  
 [۲۲] حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔

[۲۳] کوئی امر عادت الہی یا قانون طبعی کے خلاف کبھی وقوع میں نہیں آتا۔  
 [۲۴] نبوت کا ملکہ نبی کی اصل فطرت میں ودیعت ہوتا ہے۔ اسی لیے جو وحی اس پر نازل ہوتی ہے، وہ کسی ایچی یا قاصد (یعنی فرشتہ) کی وساطت سے نازل نہیں ہوتی، بلکہ خود بخود ایک چیز اس کے دل سے اٹھتی ہے، اور اسی پر گرتی ہے۔

[۲۵] قرآن سے جنات کا ایسا وجود، جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوئے ہیں، اور ان میں مرد و عورت دونوں ہوتے ہیں، جس شکل میں چاہتے ہیں، ظاہر ہو سکتے ہیں، ثابت نہیں ہوتا۔  
 آگے حالی صاحب لکھتے ہیں۔

ہاں! چند اختلاف سرسید نے علمائے سلف سے ایسے کیے ہیں، جن میں ظاہراً وہ منفرد معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اختلافات یہ ہیں۔

[۱] اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا ہے۔  
 [۲] دعا ایک قسم کی عبادت ہے، پس دعا کے مستجاب ہونے سے اس مطلب کا جس کے لیے دعا کی جاتی ہے، حاصل ہونا مراد نہیں۔

[۳] آیت یا آیات بینات کے الفاظ جو قرآن مجید میں جا بجا آئے ہیں، ان سے وہ احکام یا مواعظ و نصائح مراد ہیں، جو خدائے تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ پر نازل کئے، معجزات، جیسا کہ عموماً علمائے اسلام نے بیان کیا ہے۔

[۴] سارق کے لیے قطع ید کی سزا، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے،



لازمی نہیں ہے۔

[۵] قرآن میں جن اور اجنہ کے الفاظ سے چھپے ہوئے یا پہاڑی یا صحرائی لوگ مراد ہیں، نہ کہ وہی مخلوق، جو دیو اور بھوت وغیرہ کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہے۔

[۶] سورہ فیل (الم تر کیف) میں جن الفاظ سے اصحاب فیل پر ابابیل کا کنکریاں پھینکنا مراد لیا جاتا ہے، وہ درحقیقت ضل چچک سے استعارہ ہے۔

[۷] حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور تمام انبیائے سابقین کے قصوں

میں جس قدر واقعات بظاہر خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہیں، جیسے ید بیضاء، عصا کا اثر دہا بن جانا، فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا، خدا کا موسیٰ سے کلام کرنا، پہاڑ پر تجلی کا ہونا، گوسالہ سامری کا بولنا، ابر کا سایہ کرنا، من و سلویٰ کا اترنا، یا عیسیٰ کا گہوارہ میں بولنا، خلق طیر، اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، مائدہ کا نزول وغیرہ وغیرہ ان کی تفسیر میں جو کچھ سرسید نے لکھا ہے، وہ غالباً پہلے کسی مفسر نے نہیں لکھا۔

اس کے بعد حالی صاحب نے مولوی امداد العلی صاحب کے، تین استفتا ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر سرسید کے کفر و ارتداد کے فتویٰ حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے، اور ان استفتاؤں کی تفصیل لکھی ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ یہ تمام فتوے اور استفتے مولوی امداد العلی نے اپنے ایک رسالہ کے اخیر میں جس کا نام: امداد الآفاق برجم اہل نفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق ہے، چھاپ کر اس رسالہ کو تمام ہندوستان میں مفت تقسیم کیا تھا۔

اس کی ایک جلد ہماری نظر سے بھی گزری ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں، کیا سنی،

کیا شیعہ، کیا مقلد، کیا غیر مقلد، کیا وہابی (دیوبندی) سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں اور مولویوں کی ان فتوؤں پر مہریں یا دستخط ہیں، اور خاص کر سنی مولویوں میں سے اکثر نے بہت شرح و بسط کے ساتھ جوابات لکھے ہیں۔

پھر (حالی نے) مولوی کریم اللہ صاحب دہلوی اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتاویٰ کے کچھ فقرے بطور نمونہ نقل کیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کی عبارت منقولہ یہ ہے:

وجود شیطان اور اجنہ کا منصوص قطعی ہے اور منکر اس کا شیطان ہے۔ بلکہ اس سے بھی زائد، کیونکہ خود شیطان کو بھی اپنے وجود سے انکار نہیں۔ اور وجود آسمان منصوص قرآنی ہے، منکر اس کا بتلائے وسواس شیطانی ہے۔ حرمت متحققہ بطور منصوص کلام رب غفور ہے۔ اور سلف سے تا خلف اتفاق اس پر ماثور ہے۔ انکار اس کا موجب گمراہی و فجور ہے۔ مذہب نیچر خدا جانے کیسی بلا ہے؟ ہر متشرع اور متدین کو اس کے قبول سے ابا ہے۔ ہر مسلمان کو حق جل شانہ اتباع شریعت محمدیہ پر قائم رکھے، اور مذہب نیچر اور مشرب بدتر سے محفوظ رکھے، جو شخص کہ اعتقادات اس کے فاسدہ ہیں، جو کہ سوال میں مسطور ہوئے ہیں، وہ شخص مخرّب دین، ابلیس لعین کے وسوسے سے صورت اسلام میں تخریب دین محمدی کی فکر میں ہے، اور بنا م تجدید مدرسہ جدیدہ افساد شریعت اس کو منظور نظر ہے۔ جو چیزیں کہ اس کے نزدیک موجب تہذیب ہیں اہل سنت کے نزدیک باعث تخریب ہیں۔ فالصند

الصند یا ایہا المسلمون والسررب یا ایہا المؤمنون۔

تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ خود سرسید کے معتقدین مخلصین کے نزدیک ان کے اقوال ایسے ہیں، جو آج تک علمائے اسلام میں کوئی اس کا قائل نہیں۔ پھر ان اقوال و افعال پر ہندوستان کے تمام علمائے تکفیر کی۔ مگر سرسید نے ان کی

طرف توجہ نہ کی، اور نہ اپنے کفریات سے توبہ کیا۔ اور اسی حال میں ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو رات کے دس بجے حاجی اسماعیل خان کی کوٹھی میں وفات پائی، اور ۲۸ مارچ کو قبیل مغرب مسجد مدرسۃ العلوم کی شمالی پہلو میں ان کو دفن کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے سات کتابیں نیچر یہ کے رد میں تصنیف فرمائیں:-

- |                                |           |
|--------------------------------|-----------|
| لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحن     | (۱) [۱۴۰] |
| فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین | (۲) [۱۶۳] |
| ترجمة الفتویٰ وجہ ہدم البلوی   | (۳) [۱۶۴] |
| خلص فوائد فتویٰ                | (۴) [۱۶۵] |
| تمہید ایمان بآیات قرآن         | (۵) [۲۵۳] |
| غزوہ لہدم سماک دار الندوہ      | (۶) [۳۱۷] |
| پردہ دراطہری                   | (۷) [۳۴۷] |

قادیانیہ صفت فرقہ یا جماعت کی ہے۔ یہ قادیان کی طرف منسوب ہے۔ جو ضلع گرداس پور پنجاب میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہ لاہور سے تخمیناً پچاس (۵۰) کوس گوشہ شمال و مشرق میں واقع ہے۔

(اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد نے) اپنی خودنوشت میں لکھا ہے:

جب والد صاحب کا انتقال ہوا، مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب اس کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ جب مجھے یہ الہام ہوا یعنی والد صاحب کی وفات کے متعلق تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدنی والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں، پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا: **الْیَسُّ اللّٰهُ بِكَافٍ غِنٰہُ** اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد صاحب کے گزری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا، اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الہی کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کون سا عمل تھا، جس کی وجہ سے یہ عنایت الہی شامل حال ہوئی۔ البتہ روزہ میں بہت رکھا کرتا تھا، اور کھانے کو کم کرتا گیا، یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا، اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے، وہ لطیف مکاشفات ہیں، جو اس زمانہ میں میرے اوپر کھلے۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلا کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔

اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا، میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت ﷺ کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لیے تکفیر کے فتوے تیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا، اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کی سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ پھر جب تیرہویں صدی کا اخیر اور چودہویں صدی کا ظہور ہونے لگا، تو مجھے الہام ہوا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا: الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ اٰخ۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے۔ اور براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں، جن میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا، اور صرف مجدد چودہویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علما کی طرف سے نہیں ہوئی۔ مگر اس دعوائے مسیحیت کے وقت میں عجیب طور کا شور علما میں پھیلا، اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع و اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکا دیا۔ اور بعضوں نے ان میں میری تکفیر کے بارے میں استفتا تیار کیا، اور بڑی کوشش کر کے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اس پر دستخط کرائے۔ اس جگہ اس بات کا لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں، ایسا دعویٰ ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ اور احادیث نبویہ کی متعدد پیشین گوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص اس بات کا منتظر تھا کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں؟ بہت سے اہل کشف نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر خبر دی کہ وہ مسیح موعود چودہویں صدی کے سر پر ظہور کرے گا۔ جس شخص کو اسلامی تاریخ سے خبر ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اسلامی پیشین گوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشین گوئی نہیں، جو تواتر کی رو سے اس پیشین گوئی سے بڑھ کر ہو۔ مگر افسوس! کہ ہمارے

زمانے کے علما نے اس پیشین گوئی کے صحیح صحیح معنی سمجھنے میں دھوکا کھایا، اور ایسے تعارضات و تناقضات اس پیشین گوئی میں جمع کر دیئے کہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کو اس پیشین گوئی سے، باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر کے، انکار کرنا پڑا۔ پس طریق انصاف اور حق پرستی یہ تھا کہ خبر متواتر کو رد نہ کرتے۔ ہاں ان معنوں کو رد کرتے، جو نادان مولویوں نے کئے ہیں۔ جن سے کئی قسم کے تناقض لازم آئے۔ اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے چودہویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو کھول دیا مسیح کا دوبارہ آنا اسی رنگ و طریق سے مقدر تھا، جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا، ملاکی بنی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ تو جب ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے کسی مثل ایلیا کا آنا مراد لیا جائے، اور وہ مثل یوحنا یعنی یحییٰ زکریا کا بیٹا ہے۔ اسی طرح مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا بھی ایلیا کے دوبارہ دنیا میں آنے کے مانند ہے۔ ہمارے علما اگر ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصہ سے نصیحت پکڑتے، اور حضرت عیسیٰ کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنی لیتے، تو بہت خوش قسمت ہوتے۔

مرزا نے دعوائے مہدیت مسیحیت، پھر نبوت کے ساتھ حضرات انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی ایسی توہین کے کلمات لکھے، جن کا پڑھنا، سننا عام مسلمانوں کے گلے سے باہر تھا۔ مثلاً

(۱) اعجاز احمدی ص ۱۳ پر صاف لکھ دیا کہ:

یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے۔ کیوں کہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے، اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی، بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔

(۲) اس میں ص ۲۲ پر ہے:-

کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔

(۳) پھر اسی ص ۲۲ پر ہے:-

ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلطی سے پر ہیں۔

(۴) دافع البلاء ٹائٹل پیج ص ۳ پر ہے:-

ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔

(۵) اسی پر ہے:-

حقیقی منجی وہ ہے، جو حجاز میں پیدا ہوا تھا، اور اب بھی آیا۔ مگر بروز کے طور پر۔  
خاکسار غلام احمد از قادیان۔

(۶) کتاب مذکور ص ۳ ہی پر ہے:-

یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسیٰ سے بھی اعلیٰ ہوں۔

(۷) ص ۷ پر ہے:-

عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔

(۸) ص ۴ پر ہے:-

مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ [یعنی یحییٰ] شراب نہ پیتا تھا، اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر سے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حضور رکھا، مگر مسیح کا نہ رکھا۔

کیوں کہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

(۹) اسی کو رسالہ ضمیرہ انجام آتھم میں ص ۷ میں یوں لکھا:۔

آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

(۱۰ تا ۲۶) اس رسالہ میں ص ۴ سے ص ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب ہی جلے

دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اللہ عزوجل کے سچے نبی مسیح عیسیٰ بن مریم کو،

[۱۰] نادان اسرائیلی [۱۱] شریر [۱۲] مکار [۱۳] بد عقل [۱۴] زنا نے خیال والا [۱۵] فحش گو

[۱۶] بد زبان [۱۷] کٹیل [۱۸] جھوٹا [۱۹] چور [۲۰ و ۲۱] علمی عملی قوت میں بہت کچا [۲۲]

خلل دماغ والا [۲۳] گندی گالیاں دینے والا [۲۴] بد قسمت [۲۵] زرافریبی [۲۶]

پیروئے شیطان وغیرہ۔

لکھا ہے۔

(۲۷) صفحہ ۷:۔

حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہ ہوا۔

(۲۸) ص ۷:۔

اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ آپ سے

کوئی معجزہ نہ ہوا، (اگر ہوا) بھی تو وہ آپ کا نہیں، اس تالاب کا ہے، آپ کے ہاتھ میں سوا

ئے مکرو فریب کے کچھ نہ تھا۔

(۲۹) صفحہ ۷ ہی پر لکھا:۔



آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔  
(۳۰) کشتی نوح صفحہ ۱۶:-

مسیح تو مسیح، میں اس کے چاروں بھائیوں کی عزت کرتا ہوں۔ مسیح کی دونوں ہمشیرہ کو بھی مقدس سمجھتا ہوں..... یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی یوسف اور مریم کے اولاد تھے۔  
(۳۱) اسی دافع البلاء کے صفحہ ۱۵ پر لکھا:-

خدا ایسے شخص (یعنی عیسیٰ) کو کسی طرح دنیا میں دوبارہ نہیں لاسکتا، جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔  
(۳۲) اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳:-

کامل مہدی، نہ موسیٰ تھا، نہ عیسیٰ۔  
(۳۳) مواہب الرحمن صفحہ ۷۲:-

لو قدر الله رجوع عيسى الذي هومن اليهود لرجع العزة الى تلك القوم (یعنی عیسیٰ کہ یہودی تھا، اگر اس کا دوبارہ آنا اللہ تعالیٰ مقدور فرماتا تو ضرور یہود کی عزت لوٹ آتی)۔

(۳۴) کشتی نوح صفحہ ۱۸:-

جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں، ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔  
(۳۵) کشتی نوح صفحہ ۳:-

احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔

(۳۶) ایضاً صفحہ ۴:-

ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے، جو محض افترا یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں، تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا، بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟-

(۳۷) ایضاً ص ۴ و ۵:-

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا، مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

ازالہ اوہام میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ تک تو نوٹ میں پیٹ بھر کر رسول اللہ و کلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں، اور آیات و کلام اللہ سے وہ مسخر گیاں کیں، جن کی حد و نہایت نہیں۔ صاف لکھ دیا کہ:-

(۳۸) جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ کر لیتے تھے اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

(۳۹) بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ بے لاگ ہیں۔

(۴۰) وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا، اس سے یہ کلیں بنانی آگئی تھیں۔

(۴۱) عیسیٰ کے سب کرشمے سمریزم سے تھے۔

(۴۲) وہ جھوٹی جھلک تھی۔

(۴۳) سب کھیل تھا اور سب لعب تھا۔

(۴۴) سامری جادوگر کے گوسالے کے مانند تھا۔

(۴۵) بہت مکروہ و قابل نفرت کام تھے۔

(۴۶) اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

(۴۷) روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکماتھا۔

مرزا کے اصل عبارات بروجہ التقاط یہ ہیں:-

انبیا کے معجزات دو قسم ہیں۔ ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر عقل کو کچھ دخل نہیں۔ جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں، جو الہام سے ملتی ہے۔ جیسے سلیمان کا معجزہ صرح ممرود من قواریر بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوتے تھے، جو شعبہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے، اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے۔ مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔ سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے عقلی طور پر مسیح کو ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو، جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو، جیسے پرندہ، یا پیروں سے چلتا ہو، کیوں کہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں۔ حال کے زمانہ میں بھی اکثر صنایع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔ اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔

ما سو اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیوں کہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں، سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرنا دکھا دے، تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے۔ سلب المرص عمل الترب [مسمریزم] کی شاخ ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں، اور اب بھی ہیں، جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں، اور مفلوج و مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی اس کی طرف بہت توجہ کی تھی۔ محی الدین بن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کالمین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مسیح بحکم الہی اس عمل [مسمریزم] میں کمال رکھتے تھے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں، جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت سمجھا تو ان عجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے، وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل [مسمریزم] کے ذریعہ اچھا کرتے رہے۔ مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی جہالت، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی۔ تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ ممکن ہے، عمل الترب [مسمریزم] کے ذریعہ سے پھونک میں وہی قوت ہو جائے، جو اس دخان میں ہوتی ہے، جس میں غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا، وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے، بلکہ دوائیے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔

خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک طرفی طاقت تھی، جو ہر فرد بشر میں ہے، مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس کا تجربہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے، جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا، جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجزوم، مفلوج، مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔ لیکن بعض بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے، اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا، جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا، جیسے سامری کا گوسالہ [ص ۱۵۱ تا ۱۶۲]

(۲۸) التبلیغ صفحہ ۳۸۳:-

من آیات صدقی انه تعالیٰ وفقنی باتباع رسوله واقتداء نبیہ ﷺ

فما رأیت اثرا من آثار النبی ﷺ الا قفوتہ

(۲۹) ضمیرہ انجام اٹھم صفحہ ۶:-

نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ اپنے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب ظالمور سے لکھا ہے، اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

(۵۰) ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸:-

آیت ہے: فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۗ یعنی تمہیں علم نہ ہو تو

اہل کتاب کی طرف رجوع کرو، ان کی کتابوں پر نظر ڈالو۔ تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو۔ ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا، تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل۔

(۵۱) ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶۷۳:-

میں احمد ہوں جو آیت: مُبَشِّرًا بُرْسُوْلٍ یُّاْتِی مِنْ بُعْدِی اِسْمُهُ اَحْمَدٌ ۝ میں مراد ہے۔

(۵۲) توضیح مرام طبع دوم صفحہ ۹:-

میں محدث ہوں، اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

(۵۳) دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹:-

سچا خدا وہی ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(۵۴) براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے، اور نبی بھی۔

(۵۵) دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا

ہے۔

(۵۶) اسی رسالہ کے صفحہ ۷ پر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ☆ اس سے بہتر غلام احمد ہے

(۵۷) اشتہار معیار الاخبار:-

میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔

(۵۸) ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر معجزات مسیح کو مسمریزم بتاتے ہوئے لکھا:-

اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

(۵۹) ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے نسبت

لکھا ہے:-

بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے

پر بلکہ قریب ناکام رہے۔

(۶۰) ازالہ صفحہ ۶۲۹:-

ایک زمانہ میں چار سو بیویوں کی پیشین گوئی غلط ہوئی۔

اسی قسم کے کلمات کفریہ قادیانی کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں کہ اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ انہی وجوہ سے تمام علمائے ہند نے قادیانیوں کے کفر کے فتوے صادر فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے قادیانی کے رد میں چھ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں، جزاء اللہ خیراً:-

- |                                     |           |
|-------------------------------------|-----------|
| جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوة    | (۱) [۱۵۹] |
| السوء والعقاب علی المسیح الکذاب     | (۲) [۱۹۱] |
| قہر الدیان علی مرتد بقادیان         | (۳) [۲۲۴] |
| حسام الحرمین علی منحہ الکفر والمین  | (۴) [۲۳۱] |
| خلاصہ فوائد فتاویٰ                  | (۵) [۲۳۲] |
| الصبارم الربانی علی اسراف القادیانی | (۶) [۳۱۹] |

[۴۱] رد و افض [۴]

جب حضور اقدس ﷺ نے تبلیغ کے فرائض انجام دے دیے، اور رفیق اعلیٰ کے مشاق ہوئے، تو رب العزت جل جلالہ نے بھی اپنے پاس بلانا چاہا۔ سورہ نصر شریف میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جب خدا کی مدد اور فتح آجائے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکو، اور دیکھو لوگوں کو کہ دین اسلام میں فوج فوج، گروہ درگروہ داخل ہو رہے ہیں، تو تم اللہ کی پاکی بیان کرو اور استغفار کرو، یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، اور اجازت چاہی، اور خداوند عالم کا سلام شوق پہنچایا۔ حضور بھی ہزار جان سے دیدار الہی کے مشاق ہوئے، اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ صحابہ کرام نے آپس کے مشورہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور کا جانشین تجویز کیا۔ مگر جو کچھ لوگ اس کے موافق نہ ہوئے اور انہوں نے بوجہ قرابت و رشتہ داری حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ حضرت مولائے کائنات نے اس کو غور کیا، تو غور کرنے کے بعد آپ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی، اور آپ کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کا تسلیم کر لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے، تو ان کو بھی خلیفہ مانا۔ اسی طرح جب ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا، تو ان کو بھی خلیفہ تسلیم کیا۔ ان کے وصال کے بعد چوتھے خلیفہ ہوئے۔

مگر کچھ لوگ اس خیال کے ہوئے کہ خلافت کا حق حضرت علی ہی کا تھا،



اور وہ تینوں خلافتیں غلط ہوئیں۔ اس لیے وہ لوگ حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ اور حضرت علی کی محبت میں حد سے زیادہ غلو ظاہر کرتے ہیں، اور یہ لوگ اپنے کو شیعہ کہتے ہیں، اور مخالفین ان کو رافضی کہتے ہیں۔ ان کی بارہ شاخیں ہیں۔

(۱) **علویہ:** - یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نے بھول سے وحی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دی ہے۔

(۲) **ابدیہ:** - یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شریک خدا اور شریک نبوت جانتے ہیں۔

(۳) **شیعہ:** - یہ کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب صحابہ سے زیادہ دوست نہ رکھے، کافر ہے۔

(۴) **اسحاقیہ:** - ان کا قول ہے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے، اور زمین کسی وقت پیغمبر سے خالی نہیں رہتی۔

(۵) **زیدیہ:** - ان کے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ جس نے حضرت علی کے رہتے ہوئے کسی دوسرے صحابی سے بیعت کی، وہ کافر ہے۔ دوسرے کا قول یہ ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت عثمان حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت ام المومنین محبوبہ رسول رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کافر ہیں۔ تیسرے کا قول یہ ہے کہ سوائے اولاد حضرت علی کے کسی کی امامت جائز نہیں۔

(۶) **عباسیہ:** - ان کا قول ہے کہ بجز اولاد حضرت عباس بن

عبدالمطلب کے کوئی امامت کے لائق نہیں۔

(۷) امامیہ:- یہ بجز بنی ہاشم کے دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

(۸) ناسیہ:- یہ کہتے ہیں کہ جو دوسرے سے اپنے کو افضل سمجھے کافر ہے۔

(۹) متناسخیہ:- یہ کہتے ہیں کہ روح مردے کے بدن سے نکل کر دوسرے کے قالب میں جا پہنچتی ہے۔

(۱۰) لاعنیہ:- یہ حضرت طلحہ و زبیر و معاویہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لعنت کرتے ہیں۔

(۱۱) واجعیہ:- یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کہتے ہیں کہ ابر میں اور کڑک میں آواز، قدم دلدل کی ہے۔ اور بجلی، اس کے سم سے آگ جھڑتی ہے۔ اور قیامت سے پہلے دنیا میں ایک بار آئیں گے، اور مردوں کو زندہ کر کے سینوں کو دوزخ، اور شیعوں کو جنت میں داخل کریں گے۔

(۱۲) متزالیہ:- یہ کہتے ہیں کہ سلمان بادشاہ سے لڑنا جائز ہے۔ اور عاصی ہونا روا ہے۔

یہ بارہ فرقے چودہ باتوں میں مختلف ہیں:-

اول: نماز پنج گانہ جماعت سے پڑھنا سنت نہیں جانتے ہیں۔

دوم: دونوں موزوں مسح کرنا روا نہیں رکھتے۔

سوم: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو برا کہتے ہیں۔

چہام: سوائے حضرت علی کے سب صحابہ کرام سے بیزار ہیں، اور ان کی

اہانت کرتے ہیں۔

پہنجم: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کرتے ہیں۔

ششم: کہتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ اپنی قوت سے پیغمبری نہیں کر سکتے تھے، بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے۔

ہفتم: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا نام بے ادبی سے لیتے ہیں۔

ہشتم: خدا کی رحمت اور اس کے دیدار سے ناامید ہیں۔

نہم: نماز تراویح کو سنت نہیں جانتے۔

دہم: تین طلاق جو کوئی ایک مرتبہ دے، تو کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوتی۔

یازدہم: داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر قیام صلوة میں رکھنا سنت نہیں جانتے۔

دوازدہم: خطیب کو سیاہ کپڑے پہناتے ہیں۔

سیزدهم: روزہ جلد کھولنا سنت نہیں جانتے۔

چہارواہم: مغرب کی نماز کا وقت آفتاب کے غروب ہوتے ہی سنت نہیں

جانتے۔ جب تک کہ تارے نہ چمک جائیں، مغرب کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ان کے رد میں تحفۃ اتنا

عشرہ بہت ہی زبردست کتاب تصنیف فرمائی ہے کہ تمام شیعہ باوجود سعی بلیغ

اس کے جواب سے قاصر ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے چھ کتابیں تصنیف فرمائی

ہیں:-

[٦٢] (١) الادلة الطاعنه في اذان الملاعنه

[٢٢٠] (٢) دفعة الباس على جاحذ الفاتحة والفلق والناس

[٢٤٤] (٣) تلج الصلر لايمان القدر

[١٩٢] (٤) ردالرفضه

[٢٨٨] (٥) لمعة الشمعه لهدي شيعة الشنيعه

[٣٠٠/٤] (٦) فضائل فاروق ؓ

[۴۲] رد نواصب [۱]

نواصب جمع ناصبی جس طرح روافض جمع رافضی کی ہے۔ اعلیٰ حضرت  
امام اہل سنت نے نواصب کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے:-

[۳۰۵] الرائحة العنبرية من المجرمة الحيدرية

[۷۶] رد وہابیہ [۴۳]

یعنی ہم خیالان محمد بن عبدالوہاب نجدی و مولوی اسماعیل دہلوی جو بظاہر تقلید کرتے ہیں، عام ازیں کھرف میں وہابی کر کے شہور ہوں، یا بنام دیوبندی شہرت یافتہ ہوں، یا دیوبندیوں کے ائمہ و پیشوا ہوں، جیسے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں سوال و جواب حسب ذیل ہے:-

**سوال:-** وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

**الجواب:-** محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے، اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے ہیں، ان میں فساد آ گیا ہے۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۰ مطبوعہ گلستان کتاب گھر دیوبند)

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۶۳ و ۶۴ پر ہے:-

**سوال:-** تقویۃ الایمان میں کوئی مسئلہ ایسا بھی ہے جو قابل عمل نہیں، یا کل اس کے مسائل صحیح، اور علمائے دین کو مقبول ہیں؟

**الجواب:-** بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔ (ص ۸۴)

اسی طرح تقویۃ الایمان کے متعلق سوال ہوا تو اس کا جواب دیا کہ:

(میرے نزدیک) اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (ص ۸۰/۷۸)

مسلمانو! ذرا انصاف، یہ تو قرآن شریف سے بھی بڑھا دینا ہوا۔ کیونکہ قرآن شریف کو ماننا بے شک ایمان ہے، نہ کہ اس کا پڑھنا، بلکہ رکھنا۔ کیا بیسیوں کافر قرآن شریف نہیں پڑھتے؟ تو کیا وہ بغیر تصدیق کے فقط پڑھنے سے مسلمان ہو جائیں گے؟ کیا ہزاروں ہنود تا جران کتب کے یہاں قرآن شریف نہیں؟ کیا ہندو اہل مطابع اسے چھاپتے نہیں؟ تو کیا چھاپ کر رکھنے یا تجارت کے لیے رکھنے سے قرآن شریف کے ہندو مسلمان ہو جائیگا؟ ہرگز نہیں۔۔۔ لیکن گنگوہی صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان ایسی کتاب ہے: جس کا رکھنا، اور پڑھنا، جزء اسلام بھی نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔

یہ ہیں ان حضرات کے اعتقادات و خیالات۔

بعض لوگوں کو ان کی حنفیت کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے، اور خیال کرتے ہیں کہ یہ تو حنفی ہیں، پھر وہابی کیسے ہو سکتے ہیں؟۔

تو ان کو جاننا چاہیے کہ سنی اور حنفی دونوں کا مفہوم ایک نہیں کہ جو حنفی ہو، وہ سنی بھی ہو۔ یا اسی طرح جو سنی ہو، حنفی بھی ہو۔ سنی وہ ہے جو اعتقاداً اہل سنت و جماعت کے مسلک کا ہو۔ فروغاً حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔۔۔ اور حنفی وہ ہے جو جزئیات فقہیہ اور فروع مذاہب میں امام الائمہ امام اعظم کا مقلد ہو، خواہ اعتقاداً سنی ہو یا معتزلی یا وہابی۔ تو غیر مقلدین نہ سنی ہیں، نہ حنفی۔ دیوبندی حنفی ہیں، مگر سنی نہیں۔ شوافع وغیرہ سنی ہیں، مگر حنفی نہیں۔ علمائے اہل حق، اہل بریلی و بدایوں و رام پور و پبلی بھیت وغیرہ، یہ سب بسم اللہ تعالیٰ سنی حنفی دونوں ہیں۔

ان غیر مقلدین اور وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد اور اقوال علیحدہ نہ شمار کیے گئے کہ

جونیت امام کی، وہی نیت مقتدی کی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے جملہ اقوال ان کے اقوال ہیں۔ جن میں بعض عبارتیں اوپر مذکور ہوئیں، اور بعض یہاں ذکر کی جاتی ہیں:-

(۱) تقویۃ الایمان ص ۲۱ مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ میں ہے:-

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ص ۱۳ مطبوعہ نجفائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۲) صفحہ ۱۸:-

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (ص ۵ مطبوعہ نجفائی، دہلی)

(۳) صفحہ ۱۹:-

(اللہ صاحب نے فرمایا) کسی کو میرے سوا نہ مانو۔ (ص ۱۲ مطبوعہ نجفائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۴) صفحہ ۱۷:-

جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس

کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (ص ۱۱ مطبوعہ نجفائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۵) (یہ دعویٰ کر کے کہ کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں کہا:)

جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (ص ۱۰ مطبوعہ نجفائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۶) صفحہ ۲۲ پر اس کے ثبوت میں کہا:-

ہمارا جب خالق اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی

سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے

رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے ہمارا کا تو کیا ذکر ہے۔

(ص ۱۳، ۱۴ مطبوعہ نجفائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۷، ۸) تقویۃ الایمان ص ۱۶ (ص ۱۰ مطبوعہ نجفائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)



جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(۹) تقویۃ الایمان صفحہ ۷۴ (ص ۲۰ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سب انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(۱۰) (ص ۲۱، ۲۰ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اللہ زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجیے۔

(۱۱) کتاب مذکور صفحہ ۸۵/۸۶ (ص ۲۶ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیں دار سوان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا

سر دار ہے۔ اھ

(۱۲) کتاب مذکور صفحہ ۱۸ (ص ۳۳ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے..... ہم چھوٹے ہیں۔

(۱۳) کتاب مذکور صفحہ ۸۰ (ص ۳۳ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سو بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔

(۱۴) کتاب مذکور صفحہ ۸۵ (ص ۲۶ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سوان میں بھی اختصار ہی کرو۔

(۱۵) کتاب مذکور ص ۸۳ (ص ۳۵ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(پیغمبر خدا نے فرمایا) یہی کہو کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول یعنی جو خوبیاں اور

کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں سو بیان کرو وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں۔

(۱۶) کتاب مذکور صفحہ ۲۹ (ص ۱۷ مطبوعہ مجبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں۔

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۸۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ) پر نبی ﷺ پر افترا کیا کہ:

سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل ہیں۔

اب ہدایت بھی گئی، نری احکام دانی رہ گئی۔ وہاں بڑائی کا ذکر تھا یہاں مطلق امتیاز کا اسی میں حصر ہو گیا۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۳، ۱۴ (ص ۹۸ مطبوعہ مجبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا۔ اور جو منع کیا اس سے دور رہنا..... اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی انبیاء اولیا کی..... اس قسم کی تعظیم کرے..... ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۲۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

نام چپنا انھیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

کلمہ طیبہ میں حضور کا نام چپنا ہے تو کلمہ پڑھنا بھی شرک ہوگا۔

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۳۷ (ص ۲۲ مطبوعہ مجبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۳۸ (ص ۲۲ مطبوعہ نجیبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی..... اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں، اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

مسلمانو! کیا تمہارے نبی محبوب الہی نہیں، کیا ان کی محبوبیت وجہ قبول شفاعت نہیں؟

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۳۶ (ص ۲۶ مطبوعہ نجیبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اے فاطمہ! بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ..... سو انہوں نے سب کو، اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ..... اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔

یہ ان عظیم الشان حدیثوں کا انکار ہے جو مسلمانوں کے گوش زد ہے کہ سب انبیاء نفسی نفسی فرمائیں گے، اور حضور اقدس ﷺ اذنا لہا فرمائیں گے۔

(۲۳) کتاب مذکور صفحہ ۵۲ (ص ۲۹ مطبوعہ نجیبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۳۵ (ص ۲۰ مطبوعہ نجیبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں،..... کچھ فائدہ و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۳۹ (ص ۲۸ مطبوعہ نجیبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

نفع اور نقصان کی امید رکھنی اسی [اللہ] سے چاہیے کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۷۷ (ص ۳۲ مطبوعہ پنجابی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۲۷) کتاب مذکور صفحہ ۵۴ (ص ۳۰ مطبوعہ پنجابی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے کھڑے رہنا انھیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں۔

(و غیر ذالک من الضرافات)

(۲۸) صراطِ مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ دیباچہ میں اپنے پیر کو لکھا کہ:

آپ کی ذات والا صفات ابتدائے فطرت سے جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر و تقریر کے دانش مندوں کی راہ و روش سے خالی تھی۔ (ص ۳ مترجم مطبوعہ ۱۳۲۲ھ مطبع احمدی لاہور)

شفاء قاضی عیاض صفحہ ۲۳ میں ہے: کون النبی امیا آیتہ له و کون هذا

امیا نقیصۃ و جہالۃ (نبی کریم ﷺ کا امی ہونا آپ کا معجزہ ہے اور دوسرے کا ناخواندہ رہ جانا جہالت و عیب ارضوی)

(۲۹) منصب امامت مولوی اسماعیل دہلوی ص ۳۱ و فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۲۳:-

بہت چیزیں کہ مقبولوں کی معجزہ گنی جاتی ہیں ویسی بلکہ قوت و کمال میں ان سے بڑھ کر جادو گر اور طلسمات والے کر سکتے ہیں۔ (بسیار چیز است کہ ظہور آں از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمر دی شود حالاں کہ امثال ہما افعال بلکہ اقویٰ و اکمل ازاں ارباب سحر و اصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد)، (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۹۸ مطبوعہ گلستان کتاب گھر دیوبند)

(۳۰) ایضاً:-

(معجزات کو دیکھ کر) جو یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ نے انبیاء کو تصرف کی قدرت دی ہے وہ بیشک کافر و مشرک ہے۔ (ایں کہ جل و علا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ و کار و بار بنی آدم بایں شاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الہی خود تصرف می نمایند و ایں تصرفات گوناگون و تغیرات بوقسموں در عالم کون بر روئے کارے آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است و کفر بخت ہر کہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک مشرک مردود است و کافر مطرود)، (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۹۹ مطبوعہ گلستاں کتاب گھر دیوبند)

(حالانکہ) مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس صفحہ ۸ میں ہے۔

معجزہ خاص ہر نبی کو جو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ کہ وہ بیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔

(معاذ اللہ تصرف کی قدرت ماننا شرک ہو تو نبی کو معجزہ پر قدرت کیا ہوگی؟)

مولانا روم فرماتے ہیں

ہست قدرت اولیا را ازالہ ☆ تیر جتہ باز گرداند ز راہ

(۳۱) صراط مستقیم ص ۳۸:-

بعض اولیا کو احکام شرعیہ بے وساطت انبیاء بھی پہنچتے ہیں۔ احکام شرعیہ میں ان پر وحی آتی ہے۔ وہ ایک طرح تقلید نبی سے آزاد اور احکام شرعیہ میں خود محقق ہوتے ہیں۔ وہ انبیاء کے ہم استاد ہیں۔ تحقیقی علم وہی ہے جو انھیں اپنی وحی باطنی سے ملتا ہے، وہ جو انبیاء سے ملا تقلیدی ہے۔ وہ علم میں انبیاء کے برابر ہوتے ہیں۔ (من رجلاً ملنقطاً)

(۳۲) کتاب مذکور ص ۳۸:-

بالضرورت ان ولیوں کو ایک محافظت دیتے ہیں کہ محافظت انبیاء کے مثل ہوتی ہے،

جس کا نام عصمت ہے۔ (ترجمہ)

جب انبیا کی طرح معصوم بھی ہوئے اور احکام شرعیہ کی وحی بھی آئی اور ان میں تقلید انبیا کے پابند بھی نہ ہوئے پھر نبی بلکہ مستقل رسول ہونے میں کیا رہ گیا؟

(۳۳) یکروزہ مصنفہ مولوی اسمعیل دہلوی میں ہے:-

اتارنے کے بعد قرآن کا فنا کر دینا ممکن ہے۔ (ترجمہ)

قدیم فنا نہیں ہو سکتا تو قرآن مجید حادث اور مخلوق ہوا۔

(۳۴) تنویر العینین مصنفہ مولوی اسمعیل دہلوی:-

ایک امام کی پیروی کہ اس کی سند پکڑے اگرچہ حدیث و کتاب سے خلاف پر دلیلیں

ثابت ہوں۔ اس قول کے موافق اس کی تاویل کرے یہ نصرانی ہونے کا میل اور شرک کا

حصہ ہے۔ تم ڈرتے نہیں کہ تم نے اماموں کو اللہ کا شریک کر دیا۔ (ترجمہ)

(۳۵) صراط مستقیم صفحہ ۷۵ پر اپنے پیر کے متعلق لکھا:-

ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا سیدھا ہاتھ اپنے دست قدرت میں لیا، اور عالم قدس

کی ایک بہت عجیب و غریب چیز ان کو پیشکش کی اور فرمایا: تجھے دی اور اور چیزیں بھی دوں گا۔

(ترجمہ) (ص ۶۷، مترجم مطبوعہ ۱۳۲۳ھ مطبع احمدی ۱۱ ہور)

(۳۶) صراط مستقیم میں ہے:-

مکالمہ و مسامرہ بدست می آید (ص ۱۳) یعنی اللہ سے کلام اور باہم داستان گوئی

ہوتی ہے۔ گاہے کلام حقیقی ہم می شود (ص ۱۵۴) کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔ (ص ۱۵۴، مترجم

مطبوعہ ۱۳۲۳ھ مطبع احمدی ۱۱ ہور)

(۳۷) تقدیس القدر صفحہ ۵۸ میں یہ بحث چھیڑ کر کہ رسول اللہ ﷺ کا معاذ اللہ!

مشرک ہونا اور حضور کے تمام اعمال معاذ اللہ! برباد ہو جانا ممکن ہے یا نہیں؟ نتیجہ میں لکھا۔

صدور شرک آں جناب سے لامحالہ ممکن ہے۔ جب شرک ممکن ہو تو جبط اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن۔

اور ضمن استدلال میں یہ آیتیں پیش کیں: **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ وَمَا كُنْتَ تَكْفُرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ**

یعنی وہ وحی سے پہلے گمراہ تھے وحی سے پہلے ایمان نہ رکھتے تھے معاذ اللہ معاذ اللہ! ایسے ایسے کلمات اہانت آمیز و توہین خیز خدا اور رسول کی شان میں لکھنا ان وہابیوں کی خاص صفت ہو گئی ہے۔ انہیں وجوہ سے علمائے اہل سنت نے ان کے عقائد باطلہ و تحریرات عاقلہ کا رد کیا، اور حکم شرعی جو کتب فقہیہ میں تھا، وہ ظاہر کیا۔ زبان سے کہا، اور تحریرات کے ذریعہ رسائل و کتب مصنفہ میں شائع کر کے ان لوگوں تک پہنچایا۔ رجسٹری کر کے بھیجا تا کہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں غور کریں۔

مگر ہدایت خداوند عالم کے اختیار میں ہے: **إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝**  
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے وہابیہ کے رد میں ۶۷ کتابیں مفصلہ ذیل تصنیف فرمائی ہیں:-

- |  |          |
|--|----------|
| حل خطاء الخط                             | (۱) [۲]  |
| سلطنة المصطفى في ملكوت كل الوری          | (۲) [۱۱] |
| الامر باحترام المقابر                    | (۳) [۱۶] |
| اقامة القيامة على طاعن القيام لنبي تهامه | (۴) [۱۷] |
| هدى الحيران في نفى الفئ عن شمس الاكوان   | (۵) [۱۸] |

- (۲۰)[۶] النعیم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم
- (۲۲)[۷] بذل الصفا لعبد المصطفیٰ
- (۲۴)[۸] النذیر الهائل لكل جلف جاهل
- (۲۵)[۹] منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین
- (۲۹)[۱۰] نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء
- (۳۱)[۱۱] الاهدال لفیض الاولیاء بعد الوصال
- (۳۷)[۱۲] طواع النور فی حکم السرج علی القبور
- (۴۰)[۱۳] انوار الانتباه فی حل نداء یارسول الله
- (۴۳)[۱۴] حیاة الموات فی بیان سماع الاموات
- (۴۴)[۱۵] انهار الانوار من یم صلاة الاسرار
- (۴۶)[۱۶] اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین
- (۵۱)[۱۷] باب غلام مصطفیٰ
- (۶۸)[۱۸] سبخن السبوح عن عیب کذب مقبوح
- (۷۶)[۱۹] الحججة الفاتحة بطیب التعین والفاتحة
- (۷۷)[۲۰] سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاة العید
- (۸۱)[۲۱] الحرف الحسن فی الكتابة علی الکفن
- (۸۲)[۲۲] ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال
- (۸۴)[۲۳] الیاقوتة الواسطه فی قلب عقد الرابطة
- (۸۸)[۲۴] سبخن القدوس عن تقدیس نحس منکوس
- (۹۶)[۲۵] الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء



- [۹۸] (۲۶) برکات الامداد لاهل الاستمداد
- [۹۹] (۲۷) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز
- [۱۰۲] (۲۸) فتح النسرین بجواب المسئلة العشرين
- [۱۰۵] (۲۹) الکوکبة الشهابية فی کفریات ابی الوهابية
- [۱۰۶] (۳۰) سل السیوف الهندیه علی کفریات بابا النجدية
- [۱۰۷] (۳۱) وشاح الجید فی تحلیل معانقہ العید
- [۱۱۲] (۳۲) سبل الاصفیا فی حکم الذبح للاولیاء
- [۱۱۵] (۳۳) اطائب التهانى فی النکاح الثانی
- [۱۴۲] (۳۴) شفاء الواله فی صور الحبيب ومزاره ونعاله
- [۱۴۵] (۳۵) النفحة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة
- [۱۵۴] (۳۶) الوفاق المتین بین سماع الدفین ووجوب الیمین
- [۱۵۵] (۳۷) ازالة العار بحجر الکرايم عن کلاب النار
- [۱۵۹] (۳۸) جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة
- [۱۶۸] (۳۹) انباء المصطفى بحال سر و اخفى
- [۱۶۹] (۴۰) اللؤلؤ المکنون فی علم البشير ما كان وما يكون
- [۱۷۰] (۴۱) مالی الجیب بعلوم الغیب
- [۱۹۴] (۴۲) الجزاء المہیا لغلمة کنہیا
- [۲۰۳] (۴۳) الموهبة الجديدة فی وجود الحبيب بمواضع عديدة
- [۲۱۶] (۴۴) اتيان الارواح لديارهم بعد الرواح
- [۲۲۱] (۴۵) اهلاک الوهابيين علی توہین قبور المسلمين

- (۲۲۳)[۴۶] الدولة المکیة بالمادة الغیبیة
- (۲۲۶)[۴۷] هادی الناس فی اشیاء من رسوم الاعراس
- (۲۳۱)[۴۸] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
- (۲۳۲)[۴۹] خلاصة فوائد فتاویٰ
- (۲۴۳)[۵۰] مبین احکام و تصدیقات اعلام
- (۲۴۶)[۵۱] الفیوض المملکیة لمحِب الدولة المکیة
- (۲۵۳)[۵۲] تمهید ایمان بآیات قرآن
- (۲۵۴)[۵۳] فقه شهنشاه وان القلوب بید المحبوب بعتاء اللہ
- (۲۵۵)[۵۴] مفاد الحبر فی الصلاة بمقبرة او جنب قبر
- (۲۵۷)[۵۵] بدر الانوار فی اداب الاثار
- (۲۵۸)[۵۶] انباء الحی فی کتابة المصئون تبیان کل شیء
- (۲۵۹)[۵۷] دامان باغ سبخن السبوح
- (۲۶۰)[۵۸] المبین ختم النبیین
- (۲۶۵)[۵۹] قمر التمام فی نفی الفی عن سید الانام
- (۲۸۴)[۶۰] ایدان الاجر فی اذان القبر
- (۲۸۶)[۶۱] رعاية المنهیین فی الدعاء بین الخطبتین
- (۲۸۷)[۶۲] رشاقة الکلام فی حواشی اذاقة الاثام
- (۲۹۸)[۶۳] البارقة الشارقة علی المارقة المشارقة
- (۳۰۱)[۶۴] تنبیه الجهال بالهام الباسط المتعال (۱)
- (۳۰۲)[۶۵] جوابہائے ترکی بترکی

- [۳۰۳] (۶۶) سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء
- [۳۰۷] (۶۷) نشاط السکین علی حلق البقر السمین (۲)
- [۳۱۲] (۶۸) اخباریہ کی خبر گیری۔
- [۳۱۳] (۶۹) نہایۃ النصرۃ بردالاجوبۃ العشرۃ
- [۳۲۳] (۷۰) صحام سنیت بگوائے نجدیت
- [۳۳۸] (۷۱) ظفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب
- [۳۴۰] (۷۲) مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ
- [۳۴۱] (۷۳) ماحیۃ العیب بایمان الغیب
- [۳۴۵] (۷۴) چابک لیث براہل حدیث
- [۳۴۷] (۷۵) پروہ درامترسی
- [۳۴۸] (۷۶) الاسئله الفاضله علی الطوائف الباطلہ۔

[۴۴] رد غیر مقلدین [۲۶]

یہ وہابیہ کے سرغنہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ماننے والے ہیں۔ محمد بن عبد الوہاب کبیس نجد کا لڑکا، بڑا چالاک ہوشیار تھا، اور باپ دادا اس کے نظم ظاہری اور باطنی میں اس جگہ کے مقتدا، اور صاحب سلسلہ تھے۔ اس کے خاندان کا اس اطراف میں بڑا اعتبار تھا۔ ابن عبد الوہاب نے سلطنت کی حکمرانی کا ارادہ کیا، اور یہ صلاح ٹھہرائی کہ دین داری کے حیلہ سے لوگوں کو جمع کر کے، مکہ اور مدینہ کو اپنے تصرف میں لے لیا جائے، کہ فوج و لشکر سے خالی ہیں، اور مال و خزانہ ان میں بے شمار ہے۔ چنانچہ اس نے جب مال خزانہ اور ایک بڑے گروہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا، تو وعظ میں یہ بیان کیا کہ

سب حاضرین مل کر ایک شخص کو سوار مقرر کریں۔ مگر مجھ کو معاف کھیں کہ دنیا کی رغبت نہیں رکھتا ہوں۔ تو پہلے ان لوگوں نے جو ملے ہوئے تھے، پھر سمجھوں نے کہا کہ سوائے آپ کی ذات شریفہ کے اور کوئی اس کام کے لائق نہیں۔ تب اس نے کہا کہ میں مجبور ہوں کہ مسلمانوں کا گروہ مجھے سرداری کے لیے منتخب کرتا ہے۔ میں خلاف کیسے کر سکتا ہوں؟ لاچار ہو کر قبول کرتا ہوں۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ اعمال میں میرے تمام لوگ میرے مطیع رہو، اور میرے حکم سے نہ پھرو۔

آخر سب سے بیعت لے کر امیر المؤمنین بنا، اور نام اس کا سلطان کے نام کی جگہ خطبہ میں داخل ہوا۔ قصبہ درعیہ جو طین اس کا تھا، وہی تخت گاہ قرار دے کر اپنی اولاد و اقارب کو شہروں کا حاکم کیا، اور آپ خود ایک نیا مذہب جاری کیا، جس کی رو سے تمام اہل سنت و جماعت کافر ٹھہریں۔ کچھ مسئلے متفرق خارجیوں کے، کچھ معتزلہ کے، کچھ ملاحدہ ظاہرہ کے مذہبوں سے لے کر، کچھ اپنے جی سے

جوڑ کر ایک رسالہ بنایا، اور اس کا نام کتاب التوحید رکھا۔ جس میں تمام امت مرحومہ کو کافر لکھا۔ خصوصاً ساکنان حرمین محترمین کو۔ تاکہ ان کا لوٹنا اور مارنا جہاد ٹھہرے۔ تاکہ خوب مال و زر جمع ہو جائے۔ ایسی کاروائی سے اس وہابیہ فرقہ نے ترقی کی، اور اس نے اپنا نام محمدی قرار دیا، لیکن محمدی تو سب مسلمان ہیں، اس لیے سنیوں نے اس فرقہ کا نام محمد بن عبد الوہاب کے باپ کی طرف منسوب کر کے وہابیہ رکھا۔ جو سارے عرب و عجم، روم و شام میں مشہور ہو گیا۔

ہندوستان میں مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کا خاندان بہت علمی تھا۔ اور قریب قریب ہندوستان کے تمام یا اکثر علماء، فن حدیث میں انہیں کے خوشہ چیں اور مستفیدین تھے۔ اسماعیل ان کا یتیم بھتیجہ تھا، جن کے باپ مولوی عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ صاحب اپنے بڑے بھائیوں کے سامنے انتقال کر چکے تھے، اس لیے لوگ حم و کرم کرتے، اور پھر مانتے تھے۔ لیکن طبیعت میں جاہ پسندی اور حب دنیا تھی۔ یہاں ہندوستان کی سلطنت بھی کمزور ہو رہی تھی، اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ جب تک مولانا شاہ عبد العزیز صاحب زندہ تھے، اعلانیہ ان کی مخالفت کی ہمت نہ پڑی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا، تو بھتیجے صاحب کو کھل کھیلے۔ نجدی کی کتاب التوحید کہیں سے ان کو ہاتھ لگ گئی تھی، اسی کی تبلیغ و تلقین شروع کی، اور اس کا چرہ بنام "تقویۃ الایمان" لکھ کر اطراف و اکناف میں پھیلا یا۔ اس میں بات بات پر حکم شرک و کفر جڑا۔ انبیاء و رسل ملائکہ و صالحین کی سخت توہین کی۔

تسویر العینیں میں لکھا:۔

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن

الرجوع الى الروايات المنقولة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الصريحة الدالة على خلاف قول الامام المقلد فان لم يترك قول امامه ففيه شائبة من الشرك - یعنی میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص معین کی تقلید کا التزام کرنا کیونکر جائز ہوگا باوجود ممکن ہونے رجوع ان روایتوں کی طرف جو نبی ﷺ سے منقول ہیں جو مخالف امام مقلد کے قول کے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں اگر اپنے امام مقلد کے قول کو نہ چھوڑے، تو اس میں آمیزش شرک کی ہے۔

تو جو لوگ یہاں مولوی اسماعیل دہلوی کے معتقد اور ہم خیال اور کتاب التوحید و تقویۃ الایمان کے ماننے والے ہوئے، ان کو وہابی کہتے ہیں۔ ہندوستان میں وہابیہ کی دو شاخیں ہیں۔

ایک: جو صرف عقائد میں ان کے ہم خیال، اور عمل میں بظاہر مخالف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے تقلید کے قائل۔

دوسرے: عقائد میں بھی ہم خیال، اور عمل میں بھی۔ یعنی تقلید کے مخالف آئین بالجہر، رفع یدین کرنے والے۔ ان کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے غیر مقلدوں کے رد میں چھبیس کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائی ہیں:-

(۱) [۴۸] النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد

(۲) [۵۷] صفایح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین

(۳) [۱۰۸] وصاف الرجیح فی بسملة التراویح

(۴) [۱۰۹] السیوف المنخيفة على عائب ابی حنیفة

(۵) [۱۲۲] جمیل ثناء الائمة على علم سراج الامة

- (۱۲۶)[۶] اعز النکات بجواب سوال ارکات ملقب بلقب  
الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذهبی
- (۱۳۰)[۷] حاجز البحرین الوافی عن جمع الصلاتین
- (۱۳۲)[۸] لوامع البها فی المصر للجمعة والاربع عقبها
- (۱۴۱)[۹] النهی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز
- (۱۴۹)[۱۰] هبة السنافی تحقیق المصاهره بالنزنا
- (۱۶۶)[۱۱] الجام الصاد عن سنن الضاد
- (۱۷۲)[۱۲] قوارع القهار علی المجسمة الفجار
- (۱۷۶)[۱۳] رادع التعسف عن الامام ابی یوسف
- (۱۷۹)[۱۴] المقال الباهر ان منکر الفقه کافر
- (۱۸۱)[۱۵] التائب الصیب علی ارض الطیب
- (۱۹۹)[۱۶] اظهار الحق الجلی
- (۲۰۰)[۱۷] معارک الجروح علی التوهب المقبوح
- (۲۱۰)[۱۸] اصلاح النظر
- (۲۱۲)[۱۹] اکمل البحث علی اهل الحدث
- (۲۴۸)[۲۰] السهم الشهابی علی خداع الوهابی
- (۲۶۲)[۲۱] الهادی الحاجب عن جنازة الغائب
- (۲۷۵)[۲۲] لمة الشمعة فی اشرط المصر للجمعة
- (۳۱۰)[۲۳] صمصام حدید بر کولی ے قیدعد و تقلید
- (۳۴۰)[۲۴] مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفی

- [۳۴۶] (۲۵) الرد الناہز علی زعم النهی الحاجز  
[۳۴۸] (۲۶) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله



[۴۵] رد ندوہ [۱۷]

ندوہ کی داغ بیل ۱۳۱۰ھ میں پڑی اور ۱۳۱۱ھ میں اس کی بنیاد کھی گئی۔ استاذ الاساتذہ حضرت مفتی عنایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۷۷ھ میں کان پور میں مدرسہ فیض عام قائم کیا۔ دو برس تک خود ہی مدرسہ اول رہے، اس کے بعد اپنے لائق فائق شاگرد استاذ العلماء (حضرت مولانا لطف اللہ صاحب) کو اپنی جگہ رکھ کر حج کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سات برس تک کانپور میں اپنے درس سے طلبائے علوم دینیہ کو فیضیاب فرما کر علی گڑھ تشریف لے گئے، اور مدرسہ جامع مسجد میں لوگوں کو درس دینا شروع کیا۔ مگر آپ کے تشریف لے جانے کے بعد بھی مدرسہ فیض عام کا فیض، عام رہا اور طلبہ برابر پڑھ کر فارغ التحصیل ہوا کیے۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں جو طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ان کی دستار بندی کا جلسہ تھا، اور مشاہیر وقت استاذ العلماء مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی، حضرت حافظ شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ فیض عام کان پور، مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری قادری چشتی وغیرہ اکابر علماء و مشائخ کرام تشریف فرما تھے کہ ان کے باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ علماء کی ایک مجلس قائم کی جائے اور آئندہ سال فیض عام کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء کو اس کے لیے عام دعوت دی جائے، اور اس مجلس کا نام ندوۃ العلماء قرار پایا۔ جس کے ناظم مولانا محمد علی مونگیری مقرر ہوئے۔

چنانچہ دوسرے سال یعنی ۱۳۱۱ھ، ۱۵/۱۶/۱۷ شوال مطابق ۲۲/۲۳/۲۴ اپریل ۱۸۹۴ء مدرسہ کے چودہ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ حضرت استاذ العلماء جناب مولانا لطف اللہ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائے۔ جناب شاہ سلیمان صاحب پھلواری قادری چشتی نے سورہ جمعہ کا بہت ہی موثر و عظیم فرمایا۔ اگر اس جلسہ میں خالص علمائے اہل سنت ہی مدعو ہوتے اور انہیں کا مخصوص جلسہ ہوتا، تو بلاشبہ قوم و ملک کے لیے یہ بہت ہی مفید مجلس ثابت ہوتی۔ مگر شیطان کی شیطان بازی یہ ہے کہ جب انسان کوئی اچھا کام کرنے لگتا ہے تو وہ بھی چپکے سے آکر شامل ہو جاتا ہے، اور ایک ایسی رائے ٹھونک دیتا ہے جو بظاہر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن وہی بس کی گانٹھ اور زہر ہلاہل ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی دنیوی فلاح و بہبود کی ترکیبیں بہت معقول نکالی تھیں، کاش تقسیم عمل کے وصول پر اکتفاء کرتے اور دینی امور میں دخل نہ دیتے تو تمام ہندوستان کے لوگ متفقہ طریقے پر ان کا ساتھ دیتے، لیکن ان کی دینی تجدید نے مسلمانوں کو ان سے علیحدہ کر دیا۔

اسی طرح کاش! یہ دینی جلسہ صرف دیندار علماء و مشائخ اہل سنت کا ہوتا تو واقعی بہت مفید ہوتا، اور ہندوستان کے تمام اہل سنت اس سے اتفاق کرتے، مگر غضب یہ کیا کہ اس کو ایک مذہبی جلسہ کی حیثیت سے ہٹا کر ایک میلہ کی شکل بنا دی۔ چنانچہ اس جلسہ کے ایک معتبر وثقہ شریک نے ان لفظوں میں اس کا نقشہ کھینچا ہے

شوال ۱۳۱۱ھ میں پہلا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس اپنی شان اور اجتماع میں خود اپنی نظیر تھا، ایک شان تھی کہ ہر فرقہ کے ضائد علماء شریک جلسہ تھے علمائے حنفی کے

علاوہ اہل حدیث میں سے ابراہیم آروی مولوی محمد حسین بٹالوی شیعہ مجتہدین میں مولوی غلام آسین کٹوری شریک جلسہ تھے۔

اور ظاہر ہے کہ جب مختلف انخیال مختلف عقیدہ کے لوگ مدعو ہیں، اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کو حق جانتا ہے تو یقیناً ہر ایک وہی بولی بولے گا، جس کا وہ معتقد ہے۔ ایسی صورت میں عام مسلمانان شرکائے جلسہ کو اس جلسہ سے فائدہ پہنچے گا یا سراسر نقصان ہی نقصان؟ چنانچہ پہلے ہی جلسہ میں مولوی غلام حسین کٹوری مجتہد روافض نے مولیٰ علیؑ کی خلافت بلا فصل بیان کیا، اور یہ کہ نبی ﷺ نے خم غدیر پر ان کے سرعامہ خلافت باندھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت حاضرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے حضرت الاسد الاسد الارشد حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کو اشارہ سے بلایا اور فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اسی وقت وہ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت استاذ العلماء مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی خدمت میں پہنچے اور فرمایا کہ یہ کیسا جلسہ ہے اور کیا ہو رہا ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ صبح سے میں بھی تو یہی جھینک رہا ہوں۔ چنانچہ ناظم ندوہ جناب مولانا محمد علی صاحب کو کہا گیا اور اس کی شاعت ظاہر کی۔ انھوں نے یہ عذر کیا کہ ہم نے تو پھیلا یا ہے، ہمیشہ کیونکر؟ آئندہ سال سے اس کا خیال کیا جائیگا۔ رواد اول صفحہ ۶۴ ملاحظہ ہو۔ اسی بیان کے متعلق لکھا ہے:-

اس بیان سے حاضرین جلسہ کو فی الجملہ تکدر ہوا اور بعض اشخاص نے کچھ بولنا بھی چاہا۔ مگر چونکہ یہ بات قرار پا چکی تھی کہ مجلس میں کسی قسم کی روداد نہ ہو اسی لیے خاموشی اختیار کی گئی۔

اس طرف تو یہ اخلاق اور ادہران مجتہد صاحب نے رسالہ ”آئینہ حق نما“ میں چھاپ دیا کہ:-

ہم دو سو علمائے ندوہ کے مواجہہ میں خلافت بلا فصل بیان کر آئے اور کسی نے کان نہ ہلایا۔

معلوم ہوا کہ یہ کوئی اضطراری بات نہ تھی کہ مجتہد صاحب کی زبان سے بے سوچے سمجھے نکل گئی۔ بلکہ جان بوجھ کر تیرا بکا، اور اس پر فخر کیا، اور اسے چھاپا۔ جبکہ ادہر سے نہ صرف سکوت ہی رہا بلکہ ان کا شکر یہ ادا کیا گیا، ان کی تعریف کی گئی۔ رو داد اول ص ۶۳ پر ہے:-

مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مولوی غلام حسین صاحب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ہمارے اس جلسہ میں تشریف لائے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہماری اتحادی مجلس میں مستند علمائے شیعہ شریک ہوئے۔

اور ہر سال اس کی شناختیں بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت برابر اصلاح کی کوششیں کرتے رہے اور ادہر سے ہمیشہ وعدے کئے گئے مگر کبھی وہ وعدہ وفانہ ہوا۔

اب میں چند عبارتیں اور اقوال ان کے نقل کرتا ہوں جو باعث اختلاف علمائے اہل سنت ہوا، اور علمائے ندوہ نے باوجود وعدہ ہائے مکرر ان کی اصلاح نہ کی۔ ورنہ مسلمانوں کے لیے بہت ہی مفید جماعت ہوتی۔ مگر شیطان نے بیچ میں گھس کر ایسے اقوال ان سے کہلوائے، اور ایسی عبارتیں لکھوائیں، جس کی وجہ سے اختلافات بڑھتے گئے۔ اور یہ مفید جماعت دین و مذہب کے لیے مضر ہو کر رہی۔

(۱) مولوی غلام صاحب مجتہد کی منقولہ بالا عبارت

(۲) روداد اول ص ۶۱، ۶۲۔ (تقریر حقانی صاحب دہلوی)

ہندوستان میں تین قسم کے مسلمان ہیں۔ سنی، شیعہ، پھر سنیوں میں مقلد غیر مقلد۔ افسوس ہے کہ سب کا ایک قرآن، ایک کعبہ، ایک نبی۔ وہ امور جو مرشد کامل سے قطعی الثبوت ہیں، عقائد سے لیکر عملیات تک ان سب میں سب کا اتفاق۔ (الی قولہ) پھر صاحبو! یہ جھگڑا اور تو تو میں میں کیسی؟ ذرا ذرا باتوں کو پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی گئی ہے۔

(۳) اسی میں ہے:-

اس سردار سے تم کو کیا فائدے پہنچیں گے؟ اول تو تمہارے مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے جو ہر ایک طبیعت کے مولوی صاحب سے دور ہونے ممکن نہیں۔

(۴) اسی حصہ میں ہے:-

اول برکت اس جلسہ کی یہ ہے کہ اس نے شیعہ اور سنی اور مقلدین اور اہل حدیث مختلف اذواق کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ امید ہے کہ جیسے قوائے مختلفہ کے اکٹھا ہونے سے ایک کیفیت تشابہ پیدا ہو جاتی ہے، جس کو مزاج کہتے ہیں۔ ان طبائع مختلفہ کے اجتماع سے ایک دوسری حالت پیدا ہو، جو قریب قریب اعتدال حقیقی ہو جائے۔

(۵) اسی حصہ میں ص ۱۰۹ پر ہے۔ (تقریر مولوی عبداللہ انصاری):-

اس وقت لازم ہے کہ جملہ کلمہ گو اہل قبلہ اپنے اپنے دعووں کو واپس لیں، اور آپس کے مباحثہ کو ترک کر کے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

(۶) مضامین اربعہ روداد میں ہے۔ (رسالہ اتفاق مولوی آروی):-

اگر کسی کافر کو مسلمان کرتے ہیں، تو اس سے فقط کلمہ شہادت پڑھواتے ہیں، جہاں اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا، سب نے اسے مسلمان جان لیا۔

(۷) اسی میں ہے:-

مسلمانوں کا کوئی فرد ایسا ہے جو کلمہ شہادت کا اقرار نہیں کرتا؟ پھر اس کی ہتک حرمت کیوں کر حلال ہو سکتی ہے؟

(۸) اسی حصہ رُوداد میں ہے:-

جب تم نے باوجود اس نسبت کے کہ وہ بلا اکراہ اللہ کو ایک اور محمد ﷺ کو رسول اللہ کہتا ہے، اس کی اہانت کی۔ تو اب جس قدر اہانت کی جاتی ہے، وہ اہانت اللہ کے نام اور رسول اللہ کی اہانت ہے۔

(۹) اسی میں ہے:-

ندوہ یہی چاہتا ہے کہ ہر فرقہ کے مسلمان اپنے اپنے مذہب پر دیناً قائم رہنے کے ساتھ ملے جلے رہیں۔ ان میں مذہب چاہے ایک نہیں سو ہوں۔

(۱۰) اسی میں ہے:-

ہر وہ شخص جو بلا اکراہ اللہ و رسول کو مانتا ہے اور اسلام سے راضی ہے بے شک میرا مسلمان بھائی ہے۔ کسے باشد! ان میں جو اللہ و رسول سے جہاں تک محبت اور تقویٰ رکھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ رتبہ رکھتا ہے، کوئی مذہب والا مسلمان ہو۔

(۱۱) اسی میں ہے:-

ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے، اور ہر امر میں حقیقۃً الحال خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، اور وہ شخص خدا اور رسول کی اطاعت دیناً اسی میں سمجھتا ہے، جس کو ہم خلاف حق خیال کرتے ہیں، تو ہمارا خلاف حق سمجھنا دوسرے کے حق میں کیا ضرر پہنچ سکتا ہے؟ اللہ کے معاملے نرالے معاملات نہیں۔ دنیاوی معاملات سے مذہبی معاملات کا مقابلہ کر کے بہت اچھی طرح سمجھے جاسکتے ہیں کہ مسلمانوں کے سیکڑوں فرقوں میں حق پر کون شخص ہے اور

ناحق پر کون؟ خدا کس سے راضی ہے، اور کس سے ناراض؟ حضرات! مقام غور ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کے ملت و مذہب میں کس قدر اختلافات ہیں۔ گورنمنٹ سب کو اپنا مطیع خیال کر کے ایک نظر سے دیکھتی ہے۔ تو بات یوں ٹھہری کہ جو اللہ و رسول کو بلا اکراہ مانتا ہے اور اپنی سمجھ میں اللہ و رسول کی اطاعت اپنے اوپر فرض جانتا ہے اور مذہبی کام جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اس میں اللہ و رسول کی اطاعت و خوش نودی کا خیال کرتا ہے وہ یقیناً مسلمان ہے، کسے باشد! تو جیسے گورنمنٹ کے ہوا خواہ، وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے، اسی طرح جو شخص مومن کو کافر کہتا ہے، خدا بھی اس کی سنگین سزا کرے گا۔ کسی کی ہوا خواہ وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے۔ دیکھو تعزیرات ہند ص ۲۱۱۔

(۱۲) اسی میں ہے:-

مسلمانوں کے آپس میں محبت نہیں تو ایمان ندارد۔ اور ایمان رخصت تو جنت سے کیا سروکار!

(۱۳) اسی میں ہے:-

رسول اللہ ﷺ نے بغض و عناد کو جو اتفاق شکن چیز ہے، حالقہ فرمایا ہے، اور تصریح فرمادی ہے کہ بغض و عناد سروں کو نہیں موٹتے، بلکہ دین کو موٹ ڈالتے ہیں۔

(۱۴) حصہ مضامین نظم و نشر میں ہے:-

یہاں تو ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق پر اپنی تمام ہمت کو صرف کرنا زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتے ہیں۔ اسلام میں یہ بلا، سب بلاؤں سے زیادہ سخت ہے۔

(۱۵) اسی میں ہے:-

اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اور اس کے اصول سب فرقوں میں یکساں مرتبہ رکھتے

۔

(۱۶) حصہ مضامین ثلاثہ میں ہے:-

میں بالخصوص اس رائے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ۹۴ء کے محمدن ایجوکیشنل کانفرنس نے اس مجلس کی تائید میں پاس کی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ نامور اہل الرائے مسلمانوں کا ایک جلسہ ہے۔ جس جوش و ہمدردی کے ساتھ ندوۃ العلماء کی تائید اس جلسہ میں کی گئی ہے، اس کی کیفیت صفحات پر چھاپی گئی ہے۔ یہ تجویز نواب حسن الملک نے پیش کی تھی، اور سید محمود صاحب نے اس کی تائید فرمائی تھی، جن کی نسبت یہ کہنا بالکل بے مبالغہ ہے کہ ان کی تربیت یافتہ عالی خیال مسلمان انگریزی تعلیم نے اس وقت تک ہندوستان میں پیدا نہیں کیا۔ [ملاحظہ ہو رسالہ فتوہ فی وجوہ اتباع الندوۃ فصل اول اور اس کا مفصل رد فصل دوم میں مصنفہ مولوی غلام احمد صاحب بجاڑی]

(۱۷) رواد دوم ص ۱۰ میں ہے:-

حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے عقائد میں بھی اس حد کا اختلاف ہے کہ ایک کے عقیدے کے مطابق دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوتا ہے۔ ان کے عقائد کے رو سے ان کی باہمی اسلامی شرکت بھی نہیں۔ اس لیے کہ ایک شیخ حنفیہ کے یہاں فرض یا واجب اور شافعیہ کے یہاں حرام یا مکروہ۔ اور فرض کو ممنوع یا حرام کو حلال جاننے والا کافر ہوتا ہے۔

(۱۸) رواد دوم ص ۹ (تقریر ناظم صاحب):-

مقلد غیر مقلد کا اختلاف ایسا ہے کہ جیسا حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کا۔

(۱۹) رواد سوم میں ہے:-

دارالعلوم کی تجویز پیش ہوئی۔ مولوی ابراہیم صاحب آروی نے اختلاف کیا اور وجہ بیان کی کہ اس دارالعلوم میں خصوصیت مذہب رکھنا مناسب نہیں۔ ناظم صاحب نے کہا اس کا خیال رکھا جائے گا۔ باتفاق عام یہ تجویز پاس ہوئی۔



(۲۰) مضامین نظم و نثر میں ہے:-

(الف) ص ۲۲ میں ہے:-

غیر مقلدین اتقیائے اہل سنت ہیں

(ب) صفحہ ۲۳ میں ہے:-

ان کے اختلافات سراسر مفید ہیں۔

(ج) صفحہ ۳۲ میں ہے:-

مذہب اسلام کے معین و مددگار ہیں۔ ان سے بنائے اسلام قائم ہے۔ ان سے اسلام کی ادق تحقیقات اور ذوق و عرفان الہی مرتب ہے۔

(۲۱) روداد دوم میں ہے:-

ایک محکمہ آفا قائم کیا جائے۔ جو شخص کسی قسم کا سوال ندوے سے کرے، اس کا

جواب دیا جائے۔

(ص ۶۰) .....

بہت غیر مناسب ہے کہ نائبان پیغمبر کی مجلس ہو، اور لوگ کسی امر کی ہدایت چاہیں اور ان کی جانب قطع نظر بدنامی اور بددلی کے مواخذہ اخروی کا بھی خوف ہے۔ (ص ۶۲) انھیں جواب نہ ملے، یادیر ہو جائے تو جو جی میں آئے اس پر عمل کرنے کا بہت بڑا حیلہ ہے۔ یہ حالت عوام کو کس قدر مطلق العنانی کا باعث ہے، جو مسائل اس وقت باعث نزاع ہو رہے ہیں، ان کے جواب سے سکوت رہے۔ (ص ۶۳)

(۲۲) روداد اول صفحہ ۶۸ میں ہے۔ (تقریر میر محمد شاہ رام پوری):-

شافعی، حنفی غیر مقلد بھی تم ہو گئے، تو خدا کے نزدیک تو کچھ رتبہ نہ بڑھ گیا۔ اس کے نزدیک اس کی قدر ہے، جس کے دل میں ایک ذرہ محبت کا ہے۔ چاہے شافعی ہو، چاہے حنفی، چاہے غیر مقلد۔

(۲۳) اتمام الحجہ صفحہ ۱۵ میں ہے:-

ایک شخص تمام اصول دین کا مقرر ہے، بعض میں خلاف کرتا ہے، ایسے مقام پر حب فی اللہ کا مقتضی بھی ہوگا کہ محبت اس سے غالب ہو اور بغض مغلوب۔

(۲۴) القور الفاصد ص ۲، علمائے ندوہ کی حقیقت کے وجوہات صفحہ ۳ میں ہے:-

ابن ماجہ کے صفحہ ۲۹۶ میں ہے۔ حضور ﷺ نے بقسم فرمایا: میری امت تہتر فرقتی ہو جائے گی، ایک جنتی ہوگا، باقی جہنمی۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! جنتی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جماعت۔ یعنی جدھر مجمع زیادہ ہو۔۔۔ جو ان حدیثوں پر غور کرے گا، ہرگز ندوہ کی مخالفت نہ کرے گا۔

(۲۵) اسی کے ص ۵ میں ہے:-

قرآن کے ساتھ سک کی یہی صورت ہوگی کہ ندوہ کے ساتھ اتفاق کریں۔ ورنہ جہنم ہی ٹھکانہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ۝ جو مسلمانوں کے طریق کے سوا کوئی دوسری سبیل چاہے تو اس کو ہم پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور ڈال دیں گے اس کو جہنم میں۔

(۲۶) روداد اول ص ۶۲ میں ہے۔ (تقریر حقانی صاحب):-

یہ مجلس کافہ اسلام کے علما کی ہے۔ سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد سب مل کر سرانجام کریں۔

اس کے علاوہ مضامین اربعہ:

ص ۱۲ ص ۱۴ صفحہ ۱۶ صفحہ ۱۷ صفحہ ۱۸ صفحہ ۲۰ صفحہ ۲۱ صفحہ ۲۲ صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۶ صفحہ ۲۷  
صفحہ ۳۶ صفحہ ۳۷ صفحہ ۳۹ مضامین نظم و نثر صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۴ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۸ صفحہ ۳۲ صفحہ ۳۸

صفحہ ۳۶ صفحہ ۴۷ صفحہ ۸۵ صفحہ ۹۰ صفحہ ۹۱ صفحہ ۹۲ صفحہ ۹۳ روداد سال دوم صفحہ ۸ صفحہ ۱۰ صفحہ ۲۰ صفحہ ۲۱ وغیرہ۔

یہ مختصر نمونہ از خروارے ان کے اقوال شاعت اشتمال کے ہیں۔ جن کی وجہ سے دیندار علمائے اہل سنت ندوہ سے علیحدہ ہو گئے، اور علیحدہ رہے اور لوگوں کو تحریراً اور تقریراً اس کی شاعت پر مطلع کرتے اور علیحدہ رکھنے کی ہدایت کرتے رہے۔ جن میں اشہر مشاہیر

[۱] حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی

[۲] اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا

احمد رضا خاں صاحب بریلوی

[۳] حضرت کنز الکرامت جبل الاستقامت الاسد الاسد الاشہد

الارشاد مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیت

[۴] حضرت والادرجت حافظ صحیح بخاری مولانا مولوی سید عبدالصمد

صاحب نقوی سہوانی پھپھوند ضلع اٹاوا

[۵] حضرت والادرجت شاہ امین احمد صاحب جناب حضور سجادہ نشین

حضرت مخدوم الملک بہاری

[۶] حضرت استاذ مولانا مولوی ہدایت اللہ خان صاحب جوپوری

راپوری

[۷] مولانا سید شاہ نصیر الحق صاحب چشتی نظامی زیب سجادہ عظیم آباد

[۸] مولانا سید شاہ وحید الحق صاحب زیب سجادہ شیخ پورہ بہار شریف

[۹] حضرت مولانا شاہ شہود الحق صاحب نظامی چشتی سجادہ نشین سپری

گڑھ پٹنہ

[۱۰] حضرت مولانا مطیع الرسول شاہ عبدالقادر صاحب قادری  
صاحبزادہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول بدایونی۔

[۱۱] حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم صاحب شہید فی سبیل اللہ بدایونی

[۱۲] حضرت مولانا ابوالوفاء سراج الدین شاہ سلامت اللہ صاحب  
اعظمی رامپوری

[۱۳] حضرت مولانا حافظ عنایت اللہ خان صاحب رامپوری

[۱۴] حضرت مولانا اعجاز حسین صاحب برادر مولانا شاہ ارشاد حسین

صاحب رامپوری

[۱۵] حضرت مولانا شاہ ارشد علی صاحب رامپوری

[۱۶] حضرت مولانا عبدالغفار خان صاحب رامپوری

[۱۷] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رامپوری از تلامذہ حضرت

مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب

[۱۸] حضرت مولانا سید شاہ محمد محسن صاحب صاحبزادہ مولانا حاج سید

شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی زیب سجادہ دانا پور

[۱۹] حضرت مولانا حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خان صاحب خلف اکبر

اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلوی

[۲۰] حضرت مولانا احمد علی شاہ نقشبندی

[۲۱] حضرت مولانا محمد رمضان صاحب اکبر آبادی مدرس و واعظ جامع

مسجد آگرہ

[۲۲] حضرت والد درجت جناب سید شاہ اسمعیل حسن میاں مارہروی [۲۲]

- حضرت مولانا سید اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری
- [۲۳] حضرت مولانا شاہ عبدالکافی صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ  
سجانیہ الہ آبادی
- [۲۴] حضرت استاذی و ملازی مولانا مولوی عبید اللہ صاحب پنجابی الہ آبادی
- [۲۵] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب اجملی الہ آبادی
- [۲۶] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب جبل پوری
- [۲۷] حضرت گرامی منزلت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری  
رضوی جبل پوری
- [۲۸] حضرت مولانا عبدالواحد خان صاحب رامپوری بہاری مدرس  
وبانی مدرسہ فیض رسول، بہار شریف
- [۲۹] حضرت مولانا سید شاہ کریم رضا صاحب تلمیذ اعلیٰ حضرت مولانا  
نقی علی خان صاحب بریلوی متوطن تیتھو شریف صاحب گنج گیا
- [۳۰] حضرت مولانا سید شاہ بشارت کریم صاحب، صاحب گنج
- [۳۱] حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سورتی برادر حضرت محدث  
سورتی متوطن پیلی بھیت
- [۳۲] جناب مولانا حکیم محمد خلیل الرحمن صاحب پیلی بھیتی
- [۳۳] حضرت مولانا سراج الحق صاحب، علی گڑھی
- [۳۴] حضرت مولانا حافظ بخش صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں
- [۳۵] حضرت مولانا فضل المجید صاحب بدایوں
- [۳۶] حضرت استاذی مولانا مولوی قاری حافظ حاجی حکیم محمد امیر اللہ

صاحب بریلوی مدرس مدرسہ خانقاہ اقدس مارہرہ شریف

[۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کان پوری چشتی

نظامی فخری

[۳۸] جناب مولانا مولوی حافظ عبدالمجید صاحب متوطن آنولہ ضلع

بریلی (والد ماجد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مفتی آگرہ)

[۳۹] جناب مولانا مسیح الدین صاحب الہ آبادی

[۴۰] جناب مولانا ابوطاہر نبی بخش صاحب بہاری

[۴۱] جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب عاجز بھوسا ہوی

[۴۲] جناب مولانا امام الدین صاحب مدرس مدرسہ اٹالہ

[۴۳] جناب مولانا عبدالرحیم صاحب ہروی

[۴۴] جناب مولانا سید شاہ محمد سعید صاحب صاحبزادہ جناب حضور شاہ

امین احمد صاحب بہاری

[۴۵] جناب مولانا سید شاہ محی الدین صاحب صاحبزادہ حضرت شاہ بدر

الدین صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف

[۴۶] حضرت والا درجت شاہ غلام حسین صاحب بہاری

[۴۷] حضرت مولانا درجت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی سجادہ نشین خانقاہ

رائے پور، فتوحہ

[۴۸] حضرت شاہ عزیز الدین صاحب قمری

[۴۹] حضرت شاہ امیر الدین صاحب رئیس موضع جڑہوہ

[۵۰] حامی دین متین گرامی جناب والا القاب قاضی غلام صدیق عبدالوحید

- صاحب رئیس عظیم آباد بانی جلسہ اہل سنت ۱۳۱۸ھ پٹنہ
- [۵۱] حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب حسن برادر اوسط اعلیٰ  
حضرت امام اہل سنت بریلوی
- [۵۲] حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب ننھے میاں برادر خرد اعلیٰ  
حضرت امام اہل سنت بریلوی
- [۵۳] والا جناب معالی القاب مولانا مولوی حافظ حکیم شاہ محمد حسین  
صاحب الہ آبادی
- [۵۴] جناب مولانا مولوی حکیم عظمت حسین صاحب
- [۵۵] جناب حقائق دستگاہ احمد میاں صاحب خلف الرشید جناب مولانا  
مولوی شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی
- [۵۶] جناب مولانا مولوی حبیب علی صاحب علوی مقیم اٹا وہ
- [۵۷] جناب مولانا مولوی ابوالفضل فضل حق صاحب مدرس مدرسہ  
عالیہ، رامپور
- [۵۸] حضرت مولانا مولوی حافظ سید محمد عبدالکریم قادری برکاتی بریلوی
- [۵۹] جناب مولانا مولوی منصور علی خان صاحب مراد آبادی مصنف  
فتوہ المسعین مدرس مدرسہ طیبہ حیدرآباد
- [۶۰] جناب مولانا مولوی مفتی سید عبدالفتاح صاحب حسینی گلشن  
آبادی ساکن ناسک درگاہ محلہ
- [۶۱] جناب مولوی محمد اظہر امام صاحب رضوی مشہدی قادری  
ابوالعلائی بہار شریف

- [۶۲] جناب مولوی غلام غوث صاحب غوثی عباسی گوالیاری
- [۶۳] جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری، پٹنہ
- [۶۴] جناب مولوی سید شاہ احمد حسین صاحب حنفی رئیس موضع  
قادری جڑہوہ مظفر پور
- [۶۵] جناب مولوی ابوالاسلام محمد اسحاق صاحب خلف جناب مولانا مولوی  
حکیم حافظ محمد اسحاق صاحب حنفی چشتی صابری محلہ دوندی بازار پٹنہ
- [۶۶] جناب مولوی حکیم حافظ محمد اسحاق صاحب حنفی چشتی صابری محلہ  
دوندی بازار، پٹنہ
- [۶۷] جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب انگریز آبادی پٹنہ
- [۶۸] جناب مولوی سید امام الدین احمد صاحب نقوی عسکری متوطن ناسک
- [۶۹] جناب مولانا سید امین الدین عماد الدین صاحب ابوالعباس حسینی  
رفاعی ممبئی
- [۷۰] جناب مولوی سید حبیب صاحب نائب قاضی ناسک
- [۷۱] جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب مصنف رسالہ صفات الاولیاء  
برہان پور
- [۷۲] جناب مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب، پشاور
- [۷۳] جناب مولوی رئیس الدین صاحب بمبئی ماہمی، رامپور
- [۷۴] جناب شیخ صدر الدین محمد علی اختر صاحب صدیقی حنفی وکیل مجلس  
اہل سنت متوطن بہار شریف، کلکتہ
- [۷۵] جناب مولانا مولوی سید عبدالعزیز صاحب منطقی چشتی صابری



انبیٹھوی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رامپور

[۷۶] جناب مولوی حکیم عبدالعلی صاحب چشتی صابری حنفی، پٹنہ

[۷۷] جناب مولانا مولوی قاضی محمد معین الدین صاحب کیفی قادری

میرٹھی مصنف ابعاد الفضلاء، لسبب الماء الجبرلاء

[۷۸] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف اظہار

مکاندوہ

[۷۹] حضرت والا درجت مولانا امجد ذی الفضل المفرد مولانا مولوی

محمد نذیر احمد خان صاحب اعلیٰ مدرس مدرسہ طیبہ احمد آباد گجرات

مصنف رسالہ النذیر الاحمد لمن بظا والحمد والنذیر

السببین للندوبین

[۸۰] جناب مولانا مولوی شاہ محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری ملتان

مدراسی مقیم حیدرآباد، دکن

[۸۱] جناب مولوی محمد حسین صاحب قادری رضوی بریلوی صاحب

تقریرات ثلاثہ

[۸۲] جناب مولانا مولوی حکیم سید شاہ ابوسعید صاحب شمس العلماء ایرایانی

[۸۳] جناب مولانا مولوی سید محمد نذیر الحسن ایرایانی مصنف رسالہ آہ مظلوم

[۸۴] جناب مولانا مولوی حافظ محمد صدیق علی صاحب خلف الرشید

جناب مولانا مولوی لائق علی صاحب محلہ گڑھیا، بریلی

[۸۵] حضرت عبداللہ بن محمد جموی بغدادی نزیل بمبئی

[۸۶] جناب مولوی عبداللہ ولد محمد اشرف صاحب احمد آباد، گجرات

- [۸۷] جناب مولوی حکیم عبداللہ صاحب قادری حنفی، کلکتہ
- [۸۸] جناب مولوی سید عظمت علی صاحب واعظ سکندر پور ضلع فرخ آباد
- [۸۹] جناب مولوی ابوسعید محمد علیم اللہ صاحب، احمد آباد
- [۹۰] جناب مولوی عنایت اعلیٰ صاحب خلف مولوی کرامت اعلیٰ  
صاحب محدث حیدر آباد
- [۹۱] جناب مولوی سید غیاث الدین صاحب قاضی شہر ناسک
- [۹۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی، بہار شریف
- [۹۳] جناب مولوی فضل احمد صاحب بدایونی
- [۹۴] جناب مولوی فقیر محمد صاحب حنفی قادری پشاوری حیدر آباد دکن
- [۹۵] جناب مولانا مولوی سید لطف علی شاہ صاحب صاحب جزاۃ چشت  
مبارک و خلیفہ مولانا فضل رحمن صاحب
- [۹۶] جناب مولوی سید بادشاہ صاحب قادری ملتانی حیدر آباد دکن
- [۹۷] جناب مولوی سید محمد سعید صاحب تلمیذ التلمیذ جناب مولانا لطف  
اللہ صاحب علی گڑھی الہ آبادی
- [۹۸] جناب مولوی محمد طاہر صاحب بمبئی
- [۹۹] جناب مولوی سید شاہ محمد علی صاحب قادری مصنف جوائہ  
المقاسم و جوائہ الملوک، حیدر آباد دکن
- [۱۰۰] جناب مولوی محی الدین بادشاہ صاحب ملتانی حیدر آباد
- [۱۰۱] جناب مولوی ناظر حسن صاحب متوطن دیوبند
- [۱۰۲] جناب مولوی خواجہ عبداللہ صاحب دہلوی

- [۱۰۳] جناب مولوی عبدالقدیر صاحب حنفی نقشبندی حیدرآبادی
- [۱۰۴] حضرت مولانا ابوالحمود احمد اشرف صاحب کچھوچھا شریف
- [۱۰۵] جناب مولوی محبوب نواز الدولہ صاحب مفتی اول دارالقضاء  
حیدرآباد
- [۱۰۶] جناب مولوی ضیاء الدین صاحب مفتی دوم حیدرآباد
- [۱۰۷] جناب مولوی محمد عبدالغنی صاحب مرشد آبادی
- [۱۰۸] جناب محمد نور الحسن صاحب حیدرآبادی
- [۱۰۹] جناب مولانا قاضی شریف محمد صالح ابن المرحوم قاضی شریف  
عبداللطیف صاحب لونڈے، بمبئی
- [۱۱۰] جناب مولانا قاضی شیخ محمد مرگے صاحب قاضی شہر بمبئی
- [۱۱۱] جناب مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب المہری، بمبئی
- [۱۱۲] جناب مولانا مولوی قاضی اسماعیل جلمائی شافعی، بمبئی
- [۱۱۳] جناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب استاذ مدرسہ جامع مسجد بمبئی
- [۱۱۴] جناب مولانا مولوی گل محمد صاحب مدرس مسجد جامع، علی گڑھ
- [۱۱۵] جناب مولانا مولوی غلام محمد صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور
- [۱۱۶] جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب لاہوری
- [۱۱۷] جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری
- [۱۱۸] جناب مولانا مولوی محمد عادل صاحب کان پوری
- [۱۱۹] استاذی و ملازی جناب مولانا حافظ شاہ احمد حسن صاحب صدر  
مدرس مدرسہ دارالعلوم مسجد رنگیاں کان پور محشی مثنوی شریف

- [۱۲۰] جناب مولانا سید غلام حسین صاحب واعظ بمبئی متوطن جونا گڑھ
- [۱۲۱] جناب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب مدرس و واعظ بمبئی
- [۱۲۲] جناب مولانا مولوی حسن ابن نور محمد صاحب
- [۱۲۳] جناب مولانا مولوی سید عمر صاحب قادری حنبلی حیدرآبادی
- [۱۲۴] جناب مولانا مولوی غلام محمد برہان الدین صاحب مفتی سابق  
گلبرگ شریف متوطن حیدرآباد
- [۱۲۵] جناب مولانا سید شاہ محبوب بادشاہ قادری
- [۱۲۶] جناب مولانا شاہ ملک محمود صاحب قادری
- [۱۲۷] جناب مولانا محمد حماد صاحب قادری
- [۱۲۸] جناب مولانا سید حبیب ابن سید صادق انعام دار نائب قاضی  
متوطن گلشن آباد
- [۱۲۹] حضرت مولانا سید نظام الدین ابن محمد نذر علی سپر زادہ ناسک  
حنفی قادری حنفی گلشن آبادی
- [۱۳۰] جناب مولوی عبدالکریم ولد عبدالغنی صاحب احمدآباد گجرات دکن
- [۱۳۱] جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی
- [۱۳۲] جناب مولانا مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی واعظ  
و مدرس مدرسہ دہلی
- [۱۳۳] جناب مولانا ابوسعید محمد علیم اللہ صاحب دہلوی
- [۱۳۴] جناب مولانا مولوی فوز احمد صاحب کابلی مدرسہ علی گڑھ
- [۱۳۵] جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کٹیلی مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ

- [۱۳۶] جناب مولانا مولوی سلطان احمد خان صاحب قادری نوری
- [۱۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم خلیل اللہ خان صاحب بریلوی رام پوری
- [۱۳۸] عالی جناب حضرت مولانا سید شاہ محمد غوث صاحب سجاده نشین  
جناب شاہ فضل غوث صاحب ساقی بریلوی
- [۱۳۹] جناب مولانا مولوی محمد حبیب اللہ خان صاحب ولد مولانا  
مولوی عنایت اللہ خان صاحب رامپوری
- [۱۴۰] جناب مولانا مولوی معز اللہ خان صاحب ولد عباد اللہ خان صاحب
- [۱۴۱] جناب مولانا مولوی محمد مبارک اللہ خان صاحب
- [۱۴۲] جناب مولانا مولوی ابوالفضل صاحب مراد آبادی
- [۱۴۳] جناب مولانا مولوی محمد ہدایت علی صاحب بریلوی
- [۱۴۴] جناب مولانا مولوی حکیم احمد حسن خاں صاحب
- [۱۴۵] جناب مولانا مولوی محمد قاسم علی صاحب مراد آبادی
- [۱۴۶] جناب مولانا مولوی محمد دائم علی صاحب مراد آبادی
- [۱۴۷] جناب مولانا مولوی محمود حسن صاحب سہوانی مدرس مدرسہ  
اسلامیہ مراد آباد
- [۱۴۸] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب نواب پوری
- [۱۴۹] جناب مولانا مولوی مرزا جان صاحب ولایتی
- [۱۵۰] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب مراد آبادی مدرس  
مدرسہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر
- [۱۵۱] جناب مولانا مولوی مقصود علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ

تلہر ضلع شاہ جہاں پور

[۱۵۲] جناب مولانا مولوی حسین صاحب سند یافتہ کالج یونیورسٹی لاہور

[۱۵۳] جناب مولانا مولوی ریاست علی خان صاحب شاہ جہاں پوری

[۱۵۴] جناب مولانا مولوی سید نور محمد صاحب دہلوی

[۱۵۵] جناب مولانا مولوی امین الدین صاحب حنفی مذہباً چشتی مشرباً

زاہدی نسبا بہاری توطناً

[۱۵۶] جناب مولانا مولوی محمد وحید الدین صاحب

[۱۵۷] جناب مولانا مولوی سید تفضل حسین صاحب حنفی ابوالعلائی

[۱۵۸] جناب مولانا مولوی فتح الدین صاحب پنجابی مدرس صدر مجلس

اہل سنت پٹنہ

[۱۵۹] جناب مولانا مولوی امیر علی صاحب نائب صدر اہل سنت پٹنہ

[۱۶۰] جناب مولانا مولوی قاضی محمد وزیر الدین ابن مولوی عبدالغنی

صاحب محدث نبیرہ حضرت شاہ رمضان صاحب ساکن مہیم

قریب دہلی

[۱۶۱] جناب مولانا مولوی سید محمد ہادی صاحب قادری ناپتاروی

[۱۶۲] حضرت والا درجت گرامی منزلت سیدی و مرشدی جناب مولانا

مولوی سید ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب سجادہ نشین

درگاہ کلاں مارہرہ شریف

[۱۶۳] جناب مولانا مولوی عبدالرسول محبت احمد صاحب قادری بدایونی

[۱۶۴] جناب والا القاب سید حسین حیدر صاحب قادری مارہروی

- [۱۶۵] حضرت والا جناب شمس العلماء مولانا مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی
- [۱۶۶] حضرت والا جناب مولانا عبدالوہاب صاحب لکھنوی
- [۱۶۷] حضرت والا درجت عالی جناب مولانا شاہ التفات احمد صاحب  
سجادہ نشین ردولی شریف
- [۱۶۸] جناب مولانا مولوی ابوالعلم محمد اعلم صاحب نبیرہ جناب شمس  
العلماء مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی
- [۱۶۹] جناب مولانا مولوی ابوالسلم محمد سلم صاحب نبیرہ شمس العلماء مدوح
- [۱۷۰] جناب مولانا مولوی ابوالحامد عبدالحمید صاحب ابن اکمل الفصلا  
مولانا مولوی ابوالحمیا محمد عبدالخلیم صاحب فرنگی محلی برادرزادہ  
حضرت شمس العلماء موصوف
- [۱۷۱] جناب والا القاب مولانا مولوی ابوالغنا محمد عبدالحمید صاحب برادر  
زادہ شمس العلماء موصوف
- [۱۷۲] جناب مولانا مولوی قیام الدین محمد عبدالباری صاحب لکھنوی
- [۱۷۳] جناب مولانا مولوی محمد عبدالہادی صاحب ابن مولانا علی محمد  
صاحب انصاری
- [۱۷۴] حضرت مولانا شاہ محمد کرم رحمٰن صاحب سجادہ نشین درگاہ قطب  
العارفین حضرت مخدوم شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ
- [۱۷۵] جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب قادری ردولی الانصاری
- [۱۷۶] جناب مولانا مولوی فیض الحسن صاحب کاندھلوی صدیقی حنفی  
قدوسی صابری قادری برکاتی

- [۱۷۷] جناب مولانا مولوی سید شاہ فصاحت عالم صاحب پچر و کھوی  
 رہتہتی بہاری برادر کلاں محی جناب مولانا مولوی سید احمد عالم  
 صاحب قادری برکاتی رضوی
- [۱۷۸] جناب مولانا مولوی سید شاہ تبارک حسین صاحب انجبری خسر  
 مولانا شاہ محی الدین صاحب تبارک نشمین پھلواری
- [۱۷۹] جناب مولانا مولوی سید جعفر حسن صاحب بیٹھوی تلمیذ جناب  
 مولانا رضا کریم صاحب
- [۱۸۰] جناب مولانا مولوی فدا محمد صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا  
 بشارت کریم صاحب
- [۱۸۱] جناب مولانا مولوی محمد ضمیر الدین صاحب پٹھانوی صاحب کنجی  
 جناب مولانا مولوی محمد عبدالرحمن صاحب سلروی تلمیذ جناب  
 مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری
- [۱۸۲] جناب مولانا مولوی حکیم ریاض الدین صاحب فردہ چکی تلمیذ  
 جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
- [۱۸۳] جناب مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب سلروی تلمیذ جناب  
 مولانا سید کریم رضا صاحب بیٹھوی
- [۱۸۴] جناب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب کنجی  
 جناب مولانا مولوی نذیر الحسن صاحب نزیل کلکتہ
- [۱۸۵] جناب مولانا مولوی الہی بخش صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ بارک  
 پور کلکتہ



- [۱۸۸] جناب مولانا مولوی قیوم الدین احمد صاحب شاگرد جناب مولانا ولایت حسین صاحب کلکتہ
- [۱۸۹] جناب والا القاب حضرت مولانا مولوی شاہ عبید اللہ صاحب حسنی افسینی بغدادی نزیل کلکتہ
- [۱۹۰] جناب مولانا مولانا حافظ حاجی محمد حاتم علی صاحب تلمیذ رشید جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہان پوری
- [۱۹۱] جناب مولانا مولوی عبد الجلیل صاحب خلف و شاگرد حضرت مولانا حاج محمد عبدالقادر صاحب کلکتہ
- [۱۹۲] جناب مولانا مولوی محمود ابن صبغۃ اللہ مدرسی
- [۱۹۳] جناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب مفتی وقاضی اہل سنت مدارس
- [۱۹۴] حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد عبدالقدوس صاحب قادری خطیب و امام جامع مسجد معسکر بنگلور
- [۱۹۵] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبدالغفار صاحب قادری حنفی مدرس مدرسہ عربیہ جامع العلوم معسکر بنگلور
- [۱۹۶] جناب مولانا مولوی سید محی الدین ابن حکیم قدیم صدر مدرس مدرسہ قدوسیہ جامع العلوم بنگلور
- [۱۹۷] جناب مولانا مولوی سید عبدالباسط صاحب مدرس مدرسہ قدوسیہ جامع العلوم بنگلور
- [۱۹۸] جناب مولانا مولوی سید جمال الدین قادری صاحب
- [۱۹۹] جناب مولانا مولوی سید جمال الدین حسینی صاحب

- [۲۰۰] جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب شاہ نوری مدرس مدرسہ  
نظامیہ چنیابازار حیدرآباد دکن
- [۲۰۱] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف  
رسالہ جزاء المیون لا مالی الفیون
- [۲۰۲] جناب مولانا مولوی حاجی عبدالرزاق صاحب مکی حیدرآبادی  
مصنف رسالہ فتاویٰ السنہ لا لجام الفتنہ (۱۳۱۲)
- [۲۰۳] جناب مولانا مولوی سید احمد علی صاحب حسنی حیدرآبادی  
مصنف رسالہ رعم الجملہ (۱۳۱۲)
- [۲۰۴] جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب بریلوی مصنف  
رسالہ غزوہ لہدم سناک الندوہ (۱۳۱۲)
- [۲۰۵] جناب مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب مصنف رسالہ  
'سرگزشت و ماجرائے ندوہ' (۱۳۱۳)
- [۲۰۶] جناب مولانا مولوی سید اخلاص حسین صاحب چشتی نظامی سہوانی  
مصنف رسالہ 'حادثہ جائگاہ مفتی لطف اللہ' (۱۳۱۳)
- [۲۰۷] جناب مولانا مولوی سید ابوسعید صاحب فتح پوری مصنف رسالہ  
قطع المیجہ
- [۲۰۸] جناب مولانا مولوی ضیاء الدین خان صاحب بریلوی مصنف  
رسالہ 'مزق شرارات ندوہ'
- [۲۰۹] جناب مولانا ارشاد حسین صاحب ہدایت دہلوی مصنف رسالہ  
'اظہار مکائد اہل ندوہ'

- [۲۱۰] جناب مولانا مولوی حکیم محمد یوسف حسن صاحب قادری عظیم آبادی مصنف رسالہ رفاه الکونین باتباع الصالحی الصرمین
- [۲۱۱] جناب مولانا مولوی سید محمد علی صاحب عاشق بریلوی مالک و ایڈیٹر اخبار روز افزون و رسالہ سوالات علماء و جوابات ندوۃ العلماء
- [۲۱۲] جناب مولانا مولوی غلام شہر صاحب صدیقی حنفی قادری رئیس بلند شہر مصنف رسالہ 'طلسم کشائے فرندوہ'
- [۲۱۳] حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری برکاتی صاحب زادہ سرکار مارہرہ مطہرہ
- [۲۱۴] جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب سبل پوری
- [۲۱۵] جناب مولانا مولوی ابوالحسن صاحب جوہر میرٹھی قادری فضل رحمانی
- [۲۱۶] جناب مولانا مولوی لطف اللہ صاحب پشاور
- [۲۱۷] جناب مولوی محمد احمد صاحب سابق دوستدار ندوہ جالندھری
- [۲۱۸] جناب مولوی شیخ احمد بخش صاحب
- [۲۱۹] جناب مولوی امیر احمد صاحب رئیس
- [۲۲۰] جناب مولوی محمد حسین صاحب اتر شنبہ بڑا
- [۲۲۱] جناب مولانا مولوی محمد ادریس صاحب نگرانی
- [۲۲۲] جناب مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
- [۲۲۳] جناب مولوی سید شاہ آل حسن صاحب رئیس نوآبادہ
- [۲۲۴] حضرت والا درجت جناب مولانا مولوی سید شاہ بدرالدین صاحب جعفری زینبی زیب سجادہ پھلواری شریف

- [۲۲۵] جناب مولوی برکت اللہ خان صاحب جام بھٹری
- [۲۲۶] جناب مولوی برکت اللہ شیر خان صاحب میرٹھ
- [۲۲۷] جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ڈپٹی پینشن یافتہ
- [۲۲۸] جناب مولوی سید شاہ حبیب الرحمن صاحب عرف شاہ مبارک  
حسین صاحب رئیس اعظم عظیم آباد پٹنہ
- [۲۲۹] حضرت والا درجت جناب صوفی باصفا مولانا مولوی محمد حفیظ  
الدین صاحب حنفی صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ بہرام سجادہ  
نشین خانقاہ منعمیہ عشقیہ لطیفیہ رحمان پور ضلع، پورنیہ
- [۲۳۰] جناب مولانا مولوی حافظ رحیم اللہ صاحب مدرس مسجد جامع آگرہ
- [۲۳۱] جناب مولانا مولوی رضی احمد صاحب وارد رام پور
- [۲۳۲] جناب مولوی نواب سید سردار علی خان صاحب بہادر ابن نواب  
سید سردار دلبر الملک بہادر سکندر آبادی
- [۲۳۳] جناب سید سرفراز علی خان صاحب فرزند اکبر نواب سید دلبر  
الملک حوم
- [۲۳۴] جناب مولوی ڈاکٹر شرف الدین صاحب محمود آبادی
- [۲۳۵] جناب مولانا مولوی شاہ محمد شریف خان صاحب افغانی نزیل مزار  
جناب مجدد الف ثانی
- [۲۳۶] حضرت والا درجت گرامی منزلت شاہ محمد شفیع صاحب ناصر چشتی  
صابری رام پوری سہارن پوری مسکنا بریلوی مدفنا
- [۲۳۷] جناب مولوی سید شفیع احمد صاحب سہوانی

[۲۳۸] جناب مولوی سید شمس الدین علی خان خاور حسنی حسینی قادری  
ڈپٹی کمشنر صوبہ برار

[۲۳۹] جناب مولوی حافظ شوکت علی صاحب رئیس پیلی بھیت

[۲۴۰] جناب مولوی حکیم محمد صادق صاحب ابن مولوی عبدالقادر  
صاحب صاحب گنجی

[۲۴۱] جناب مولوی صدر الدین صاحب محمد قمر علی اختر صدیقی نعمانی صاحب

[۲۴۲] جناب مولوی سید شاہ صوفی جان صاحب صابری میرٹھی

[۲۴۳] جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ علی آباد ضلع  
بارہ بنکی

[۲۴۴] جناب حامی دین متین مولانا مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی

امام جامع مسجد ہٹیا بنارس

[۲۴۵] جناب مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب حبشانی شافعی بناری

[۲۴۶] حضرت حامی دین و ملت جناب مولانا عبدالسمیع صاحب مصنف  
”انوار ساطعہ“

[۲۴۷] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبدالقادر صاحب فردوسی بہاری

[۲۴۸] جناب مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب صاحب گنجی

[۲۴۹] جناب مولوی حکیم ابوالعلاء محمد عبداللہ صاحب گورکھپوری

[۲۵۰] جناب مولانا مولوی عبداللہ صاحب قادری جوینپوری

[۲۵۱] حضرت والا درجت مولانا حاجی شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی

سجادہ نشین خانقاہ دانا پور

[۲۵۲] جناب مولانا مولوی حکیم ابوسعید محمد عبدالمجید خان صاحب خلف

الصدق جناب حکیم محمد محمود خان صاحب دہلوی

[۲۵۳] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی برادر معظم

جناب وکیل اہل سنت پٹنہ

[۲۵۴] جناب مولوی حافظ سلامت اللہ صاحب صدیقی حنفی رئیس پٹنہ

[۲۵۵] جناب مولوی سید شاہ معین الدین عرف سید شاہ محمد جلال صاحب

حنفی مجددی رحمانی

[۲۵۶] جناب مولوی سید شاہ لطف الرحمن صاحب حنفی مجددی رحمانی

[۲۵۷] جناب مولانا مولوی حافظ وقاری صوفی عین الہدی صاحب

قادری بناری

[۲۵۸] جناب مولانا مولوی لطف الرحمن صاحب بردوانی مدرس مدرسہ

عالیہ کلکتہ ارشد تلامذہ جناب مولانا مولوی ہدایت اللہ خان

صاحب جون پوری

[۲۵۹] جناب مولانا مولوی محمد عتیق احمد صاحب نائب دبیر انجمن

اسلامیہ پیلی بھیت

[۲۶۰] حامی دین متین جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب ہزاروی

مدرس مدرسہ بمبئی

[۲۶۱] جناب مولوی غلام اولیا صاحب دہلوی

[۲۶۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب مخدوم پوری

[۲۶۳] جناب مولوی محمد فرید الدین احمد صاحب رئیس ردولی شریف

[۲۶۴] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری تلمیذ حضرت  
مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب۔

[۲۶۵] جناب مولوی ابوالحسن محمد قطب الدین صاحب واعظ ردنصاری  
علی گڑھی

[۲۶۶] جناب مولوی کریم اللہ صاحب، رام پور

[۲۶۷] جناب مولوی حافظ کریم بخش صاحب قادری شاگرد مفتی لطف  
اللہ صاحب

[۲۶۸] جناب مولانا مولوی سید محمد حسین صاحب مدرس اوجھیانوی

[۲۶۹] جناب مولوی محمد حسین خان صاحب وکیل حیدرآباد، دکن

[۲۷۰] جناب مولانا مولوی سید محمد رضا صاحب بندیلوی پوت داماد

حضرت مولانا فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی

[۲۷۱] جناب نواب مولوی محمد علی خان صاحب بہادر القادری الحسینی

الکھن صاحب زادہ ریاست، رامپور

[۲۷۲] جناب مولوی شاہ محمد مختار احمد صاحب احمدی ردولوی

[۲۷۳] جناب مولوی حکیم محمد میاں صاحب خلف مولانا مولوی عبد

السمیع صاحب

[۲۷۴] جناب مولوی مظاہر حسن صاحب صاحب گنجی

[۲۷۵] جناب مولوی مظہر حسین صاحب سنبھلی

[۲۷۶] جناب مولوی مظہر الحق صاحب ردولوی نائب ریاست عثمان پور

مصنف مظہر حق

[۲۷۷] جناب مولوی ممتاز الحق صاحب خفنی صدیقی رئیس اعظم جڑہوہ

[۲۷۸] جناب ممتاز الفقہاء قاضی مولوی محمد ممتاز حسین صاحب ممتاز

پیلی بھیتی

[۲۷۹] جناب مولوی سید نور حسین صاحب رئیس محلہ میدان فصاحت پٹنہ

[۲۸۰] جناب مولوی ولایت علی صاحب، در بھنگہ

[۲۸۱] جناب مولوی حکیم محمد یوسف صاحب خفنی سر بہدوی

[۲۸۲] جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب مدرس مدرسہ مغلیہ پٹنہ

[۲۸۳] جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد حسین صاحب خفنی قادری سجادہ

نشین درگاہ مامون بھانجا حاجی پور

[۲۸۴] جناب مولانا قاضی نور جمال صاحب سواتی مقیم مدرسہ اسلامیہ،

علی گڑھ

[۲۸۵] جناب مولوی سید آل احمد صاحب قادری برکاتی مجیدی ملوک پور

[۲۸۶] جناب مولوی سید شاہ آل رسول صاحب عرف سید نذیر احمد

صاحب ملقب بہ محبوب علی حسین المشہر رنگیلے میاں قادری

چشتی نظامی زنبیل شاہی بریلوی

[۲۸۷] جناب مولوی محمد احسن خان صاحب شہر کہنہ بریلی

[۲۸۸] جناب مولوی احمد حسن صاحب عرف منجھلے میاں خواجہ قطب بریلی

[۲۸۹] والا حضرت حامی سنت ناصر ملت جناب سید احمد شاہ صاحب

از اجلہ سادات کرام بریلی



- [۲۹۰] جناب مولوی سید اظہر حسن صاحب وکیل پبلی بھیت
- [۲۹۱] جناب مولوی اعظم علی صاحب وکیل بدایوں
- [۲۹۲] جناب مولوی محمد حکیم اکرام الدین صاحب رئیس بریلی
- [۲۹۳] جناب مولوی التفات حسین صاحب وکیل بدایوں
- [۲۹۴] جناب مولوی امتیاز احمد صاحب تاثیر مالک مطبع نسیم سحر بدایوں
- [۲۹۵] جناب مولوی امیر احمد صاحب از سادات کرام بخارا شریف بریلی
- [۲۹۶] جناب مولوی حامد بخش صاحب رئیس بدایوں
- [۲۹۷] جناب مولوی ملا حسن صاحب پشاور
- [۲۹۸] جناب مولوی حشمت اللہ خان صاحب قادری برکاتی ارسولی شاہ  
جہاں پوری
- [۲۹۹] جناب مولوی رضی الدین صاحب، بدایوں
- [۳۰۰] جناب مولوی سید مولوی سید محمد سعید صاحب شیرکوٹ، بجنور
- [۳۰۱] جناب مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ جامع مسجد  
پبلی بھیت
- [۳۰۲] جناب مولوی عبدالنعیم خاں صاحب واعظ رائے بریلی
- [۳۰۳] جناب مولانا مولوی علی احمد صاحب علی تلمیذ رشید جناب مولانا  
مفتی عنایت احمد مصنف 'تواریخ حبیب الہ' و 'علم الصیغہ'
- [۳۰۴] عالی جناب شاہ محمد فخر عالم صاحب قادری برکاتی از اجل خلفائے  
اعلیٰ حضرت جناب میاں صاحب مارہروی
- [۳۰۵] حضرت مولوی سید فضل رسول عرف فضل علی شاہ قادری چشتی

نظامی رنیل شاہی بریلی

[۳۰۶] جناب مولوی سید محمد شاہ صاحب سید قادری برکاتی بولہنی مروہہ

[۳۰۷] جناب مولوی سید محمود جان صاحب قادری برکاتی بولہنی

گرھمی بریلی

[۳۰۸] جناب مولوی سید نظیر الحسنین صاحب انبیٹھوی، جے پور

[۳۰۹] جناب مولوی حکیم نور علی خان صاحب ساکن گورگاؤں مدرسہ

طبیہ دہلی

[۳۱۰] جناب مولوی ابوالفضل صاحب، مراد آباد

[۳۱۱] جناب مولوی سید امیر الدین احمد صاحب فہمی قادری نقشبندی

الہ آبادی

[۳۱۲] جناب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری برکاتی

زیب سجادہ عزیز یہ دہلی

[۳۱۳] حضرت والادرجت گرامی منزلت حاجی محمد شیر صاحب شیخ وقت

پہلی بھیت۔

معزز ناظرین کرام! یہ تین سواتیرہ اسمائے گرامی بقدر تعداد و شمار اصحاب بدراس وقت پیش کیے گئے، جو مشتمل نمونہ از خروارے و یکے از ہزارے ہیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ پہلے ندوہ کی ظاہری ٹھاٹھاٹ دکھ کر بہت سے حضرات شریک ہو گئے تھے۔ مگر جیسے جیسے شاعت ندوہ ظاہر ہوتی گئی، لوگ چھٹتے گئے، سوائے چند آزاد خیال لوگوں کے، یا جو خاص ارکان ندوہ کے تھے، سبھی علیحدہ ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ کارنامے ہیں،

جن کی علمائے عرب و عجم نے مدح و ستائش کی، اور وقعت و عظمت کی نظر سے دیکھا اور انہیں مسلمانوں پر عظیم احسان مانا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اس تہلکہ سے نجات دیا، جس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ مبارکہ فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین اور رسالہ مکتوبات علما و کلام اہل صفا جس میں اکابر و مشاہیر کے دو سو دو خط درج ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ندوہ کے رد میں سترہ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں:-

(۱) [۱۲۷] فتاویٰ القدوہ لکشف دین الندوہ

(۲) [۱۲۸] مراسلات و سنت ندوہ

(۳) [۱۲۹] سوالات حقائق نمابروس ندوۃ العلماء

(۴) [۱۶۳] فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین

(۵) [۱۶۴] ترجمۃ الفتویٰ وجہ ہدم البلوی

(۶) [۱۶۵] خلص فوائد فتویٰ

(۷) [۳۱۵] سرگزشت و ماجرائے ندوہ

(۸) [۳۱۶] اشتہارات خمسہ

(۹) [۳۱۷] غزوہ لہدم سماک الندوہ

(۱۰) [۳۱۸] ندوہ کا تیجہ رواد سوم کا نتیجہ

(۱۱) [۳۲۱] بارش بہاری بر صدف بہاری

(۱۲) [۳۲۲] سیوف العنود علیٰ زمائم الندوہ

(۱۳) [۳۲۸] آمال الابرار و آلام الاشرار

(۱۴) [۳۲۹] سکین و نورہ بر کاکل پریشاں ندوہ

[۳۳۳] (۱۵) صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبد القیوم

[۳۴۸] (۱۶) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله

[۳۴۹] (۱۷) سوالات علماء و جوابات ندوة العلماء

مفسقہ یہ بھی روافض کا ایک فرقہ ہے۔ یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سونے نطن رکھتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، ان کو فاسق بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ یزید نے نالائق کی، اور سخت نالائق کی، بہت بڑی نالائق کی، مگر لڑکا کے نالائق ہونے سے باپ پر کیا الزام؟ جس طرح، اگر کسی شخص کا لڑکا بہت سعادت مند ہو تو اس کی وجہ سے باپ میں بزرگی اور خوبی نہیں۔ کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝

حضرت سیدنا نوح نجی اللہ پیغمبر کا لڑکا نالائق ہوا، کافر ہوا، تو اس کی وجہ سے حضرت نوح پر کیا اعتراض؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۝

اس کے برخلاف مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی جلالت شان اور رفعت مکان دیکھیے۔ اور باوجود تبلیغ و ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش کے ان کے والد ابوطالب نے اسلام قبول نہ کیا، ایمان نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ اسی لیے جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو مولیٰ علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لفظوں سے خبر کیامات عمك الضال حضور نے فرمایا۔ اذهب فواره حالانکہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کے انتقال کے بعد تجہیز تکفین، تدفین میں جو حضور نے اہتمام فرمایا وہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ صحابہ کرام سے فرمایا ماتت امی خود حضور نے

قبر مبارک کھودی، اپنا پارچہ مبارک کفن کے لیے دیا۔ قبر مبارک میں کچھ دیر تک خود لیٹے، اور ان کے لیے دعا کی، اور فرمایا کہ اس کی برکت سے وہ ضحطہ قبر سے محفوظ رہیں گی۔ غرض مسلمانوں کو چاہیے کہ سب صحابی کی عزت کریں۔ نہ کسی کے بیٹے کی نالائقی سے باپ پر طعن کریں، اور نہ کسی بیٹے کے اہل اور بزرگ ہونے سے باپ کو مسلمان بتائیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: من یطعن فی امیر معاویہ فہو کلب من کلاب ہاویہ جو شخص حضرت امیر معاویہ کی شان میں طعن کرتا ہے وہ جہنم کے کتوں سے ایک کتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان مفسدہ کے رد میں سات کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائی ہیں:-

- |  |           |
|--|-----------|
| البشری العاجلہ من تحف آجلہ                         | (۱) [۲۳]  |
| عرش الاعزاز والا کرام لاول ملوک الاسلام            | (۲) [۱۲۳] |
| اعلام الصحابة الموافقين للامیر معاویہ وام المومنین | (۳) [۱۲۴] |
| سب الہواء الواہیہ فی باب الامیر معاویہ             | (۴) [۱۲۵] |
| الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ                | (۵) [۱۳۶] |
| لمعة الشمعة لہدی شیعۃ الشنیعة                      | (۶) [۲۸۸] |
| الصمصام الحیدری علی حمق العیار المفتری             | (۷) [۳۰۸] |

[۵۱] رد تفضیلیہ [۷]

تفضیلیہ بھی ایک شاخ شیعہ کی ہے اور یہ لوگ مولائے کائنات کو دوسرے صحابہ کرام حتیٰ کہ خلفائے ثلاثہ راشدین - ضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی افضل سمجھتے ہیں، اور اس زمانہ میں یہ مرض کثیر سادات میں ساری ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آبا و اجداد ہیں، اور ہم ان کی ذریعات و اولاد ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک وہ سب سے بہتر ہیں۔ مگر یہ کوئی دلیل شرعی نہیں، ورنہ ہر شخص اپنے آبا و اجداد کو اسی دلیل سے اعلیٰ و افضل سمجھے گا۔ اور بعض کم پڑھے لکھے مشائخ کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ مولیٰ علی ہمارے لیے منتہی سلاسل ہیں۔ اور ہمیں روحانی فیض انھیں سے پہنچا ہے۔ سوائے ایک شاخ نقشبندیہ کے جملہ سلاسل حضرت علی ہی سے جاری ہوئے۔ اس لیے وہ سب سے افضل ہیں۔ لیکن یہ خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ فضیلت بترتیب خلافت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تفضیلیہ کے رد میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں، جو حسب ذیل ہیں:-

- |  |           |
|--|-----------|
| مطلع القمرین فی ابانہ سبقة العمرین     | (۱) [۱۰]  |
| الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی       | (۲) [۲۱]  |
| لمعة الشمعہ لہدی شیعۃ الشنیعہ          | (۳) [۲۸۸] |
| الرائحة العنبریہ من المجرۃ الحیدریہ    | (۴) [۳۰۵] |
| الصمصام الحیدری علی حلق العیار المفتری | (۵) [۳۰۸] |

- [۳۰۹] (۶) الجرح الوالج فی بطن الخوارج  
[۳۴۸] (۷) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله



متصوفہ یعنی صوفی بننے والے یعنی اپنے کو باوجود صوفی نہ ہونے کے صوفی ظاہر کرنے والے۔ اس زمانہ میں ان کا بہت ہی دور دورہ ہے، حالانکہ ہر کام کے لیے اہلیت و قابلیت کی ضرورت ہے، اور ایک معیار ہے، جس پر اس کو جانچا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کے لیے کسی قابلیت و لیاقت کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہ کہ دھیلا کے گیر وارنگ میں کپڑا رنگ لینے سے خاصہ صوفی ہو جاتا ہے۔ اور ان کے لیے کوئی معیار نہیں، نہ شریعت کے مطابق ہونہ عوام کے خیال میں ضروری، نہ علم و فضل والا ہونا۔ جتنا ہی بے تکی باتیں ہانکے، آسمان زمین کے قلابے ملائے، اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔ یا خود خاموش ہو، حواشی و اذتاب تعریفوں کا پل باندھ دے، آسمان زمین ایک کر دے، اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔ اور خدا تک پہنچا ہو اولیٰ ہے۔ اس کا ہر عیب ہنر ہے۔ جیسا کہ ولوی اسمعیل دہلوی نے اپنے پیر کی نسبت ہانکا ہے۔

(الف) چونکہ آپ کمال مشابہت پر رسول اللہ ﷺ کے پیدا ہوئے، اس لیے بے علم رہے۔

(ب) ایسے لوگوں کو احکام شرعیہ بے واسطہ پیغمبروں کے وحی باطنی سے معلوم ہوتے ہیں ان کو پیغمبروں کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور پیغمبروں کا ہم استاد بھی۔

(ج) مکالمہ اور مسامرہ کا خلعت ملتا ہے۔

(د) خدا نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا کہ یہ تم کو دیتے ہیں اور بھی دیں گے۔

(ہ) جناب غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحوں میں ایک مہینہ تک جھگڑا رہا کہ دونوں امام سید احمد کو بالکل اپنی طرف کھینچ لینا چاہتے تھے۔ بعد ایک مہینہ کے صلح

ہوئی شرکت پر۔ ایک دن دونوں امام سعید پر ظاہر ہوئے اور پہر بھر تک قوی توجہ اور زور اور تاثیر کی کہ اسی ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت سید احمد کو حاصل ہو گئی۔

اعلیٰ حضرت نے متصوفہ کے رد میں دو کتابیں تصنیف فرمائیں :-

(۱) [۲۰۲] اجل التبحیر فی حکم السماع والمزامیر

(۲) [۲۱۶] مقال عرفا باعزاز شرع و علماء

[۴۶] رد مولوی اسماعیل دہلوی [۱۰]

محمد اسماعیل بن مولوی عبدالغنی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مولد مسکن دہلی (تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ) نے ۶ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ دو برس میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ گیارہ سال کی عمر تک صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔ جن کے بعد معقول کی کچھ کتابیں عم محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث) سے پڑھنا شروع کیا۔ مگر طبیعت پڑھنے میں لگتی نہیں تھی، کھیل کود، تیراکی، اور کسرت میں مشغول رہنے لگے۔ پھر حدیث کا دور شروع کیا۔

لوگ بہت عرصہ سے اس خاندان کے علم و فضل اور بزرگی کی وجہ سے بہت معتقد تھے۔ اس کا فائدہ اٹھا کر اپنی کم علمی کی وجہ سے مولوی اسماعیل نے غلط سلط مسئلے بتانے لگے اور عوام کے معمولات جو ان کے آباء و اجداد کے زمانہ میں بھی تھے بلکہ خود ان کے بھی معمولات تھے ان کے خلاف کچھ کچھ زبان طعن شروع کیا۔

کچھ دنوں بعد نجد کے محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوحید کے انداز پر تقویۃ الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کی رو سے صحابہ کرام و تابعین، عرفا و علمائے اسلام بلکہ خود ان کے آباء و اجداد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب بھی کافر مشرک، فاسق، بدعتی، ضال و مضل ٹھہرتے ہیں۔ اس خاندان کے فیض یافتہ حضرات نے نصیحت کی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مزید دوسری کتاب لکھی، تو آخر مجبور ہو کر مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب و مولانا موسیٰ صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب کے صاحب زادوں نے ان کی

کتابوں کا رد کیا۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی جو علم و فضل میں یکتائے زمانہ و استاذ الاساتذہ تھے، ان کے شامل سب علمائے دہلی مجمع عام و خاص بے شمار میں بتاریخ انتیس ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ بروز شہ شنبہ جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ ان کے تمام مسائل باطلہ دیکھے گئے علمائے مولوی اسماعیل کے روبرو ان مسائل کا رد و ابطال کیا ان کے عقائد باطلہ پر فتویٰ کفر دیا۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ ایک مستقل کتاب ان کے رد میں لکھی۔

اس کے علاوہ بہتیری کتابیں مولوی اسماعیل کے خلاف اور ان کی کتابوں کے رد میں علمائے تصنیف فرمائیں، جن میں :-

### معید الایمان

مصنفہ مولانا مخلص اللہ صاحب ابن جناب مولانا رفیع الدین صاحب

### تصحیح الایمان

مصنفہ حضرت مولانا نقی علی خان صاحب۔

### رد تقویۃ الایمان

مصنفہ مولانا مملوک علی صاحب

شرح تحفہ محمدیہ فی رد الفرقة المرتدیہ

مصنفہ سید اشرف علی گلشن آبادی

ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ

مصنفہ مولوی سید حیدر شاہ قادری متوطن کچھ بھوج معروف بہ پیر ٹھروالہ

بوارق محمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ

تحقیق الحقیقۃ

سیف الجبار

ہر سہ از تصنیفات حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی

الکوکب الشہابیہ

سل السیوف الہندیہ

ہر دو از تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت

رد تقویۃ الایمان مسمیٰ بہ اطیب البیان

مصنفہ کمولانا مولوی نعیم الدین مراد آبادی

وغیرہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

اب بعض اقوال ان کی کتابوں سے ناظرین کی واقفیت کے لیے لکھے جاتے

ہیں۔

(۱) تقویۃ الایمان، فاروقی، دہلی، صفحہ ۴۵: حدیث مشکوٰۃ کا ترجمہ لکھا:۔

نکلے گا دجال، سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ، بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو، پھر تباہ کر دے گا اس کو۔ پھر بھیجے گا اللہ ایک ٹھنڈی باؤ (ہوا) شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرا بھرا ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو۔ (تقویۃ الایمان

ص ۳۲ مطبع مجبائی، دہلی)

اسی ص پر لکھا:۔

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔

یعنی اب خروج دجال کی ضرورت، نہ نزول مسیح کی حاجت، بلکہ ان کے خیال میں وہ ہوا بھی چل گئی، جس نے تمام مسلمانوں کو اٹھا لیا، اب ساری دنیا

میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے۔۔۔۔۔ یہ تو اپنے کفر کا اقرار اور سارے جہاں کو کافر بنانا ہے۔

(۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۳:-

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی

شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۵ مطبع مجبائی، دہلی)

یعنی اللہ تعالیٰ کو علم غیب نہیں ہے۔ ہاں اس کے اختیار میں ہے، چاہے تو

حاصل کر سکتا ہے۔ (اور نہ چاہے تو جاہل ہی رہ جائے)

(۳) ایضاح الحق، فاروقی، دہلی، ص ۳۵/۳۶:-

تزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات [الی قولہ]

ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ ست اگر صاحب آل اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دیدیہ می

شمارد۔ (اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان اور جہت سے پاک ماننا اور جہت و محاذات کے بغیر رویت خداوندی

کو ثابت کرنا بدعت حقیقیہ ہے۔ جبکہ ان اعتقادات کو دینی عقائد سمجھا جائے۔ رضوی)

(۴) رسالہ یک روزی فاروقی دہلی صفحہ ۱۴۴:-

بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول با مکان وجود مثل اصلاً

منجر بتکذیب نصی از نصوص نکرود و سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست۔ (قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ نے جو یہ خبر دی ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں) تو خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ لوگوں کی یاد سے

اسے بھلا دیا جائے۔ پس حضور ﷺ کی طرح کسی اور کے پائے جانے کا امکان کسی نص کے جھٹلانے کا

باعث نہیں ہوگا۔ اور نازل فرمانے کے بعد قرآن کو سلب کر دینا ممکن ہے۔ رضوی)

(۵) رسالہ یک روزی مذکور صفحہ ۱۴۵:-

لانسلر کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع

والقاء آں برملکک وانبیا خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی از ید از قدرت ربانی باشد۔ (ہم نہیں مانتے ہیں کہ جھوٹ اس معنی میں محال ہے، کیوں کہ واقع کے خلاف بات بنانا اور اسے فرشتوں اور انبیاء پر القا کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے۔ رضوی)

(۶) (۱) :-

عدم کذب را از کمالات حق سبحانہ می شمارند و اور اجل شانہ بآن مدح می کنند برخلاف اخرس و جماد۔ و صفت کمال این ست کہ شخصی قدرت بر تکلم کلام کاذب وارو و بنا بر رعایت صلیحت و مقتضائے حکمت بتترہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نماید، ہماں شخص ممدوح میگردد۔ بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد ہر گاہ ارادہ تکلم بکلام کاذب نماید، آواز بند گردد۔ یا کسے دہن اور اربند نماید۔ این اشخاص نزد عقلا قابل مدح نیستند، بالجملہ، تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب و تنزہاً عن التلوٹ بہ از صفات مدح ست۔ (گونگا اور پتھر کے برخلاف، جھوٹ نہ بولنے پر اللہ کی تعریف کی جاتی ہے، اور یہ اس کا کمال مانا جاتا ہے۔ اور صفت کمال یہ ہے کہ جھوٹ بولنے پر قدرت رکھنے کے باوجود حکمت کی اقتضا اور مصلحت کی رعایت کی بنا پر جھوٹ کی برائی سے بچنے کے لیے جھوٹی بات نہ بولی جائے، اسی میں تعریف ہے۔ اس کے برخلاف ایسے شخص کی تعریف نہیں ہوتی جس کی زبان ماؤف ہو، یا جب بھی وہ جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہو آواز بند ہو جاتی ہو، یا کوئی اس کا منہ بند کر دیتا ہو۔ ایسے اشخاص عقلا کے نزدیک قابل مدح نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جھوٹ نہ بولنا اس عیب سے بچنے ہی کی وجہ سے صفت مدح ہے۔ رضوی)

(۷) صراط تقیم، ضیائی، صفحہ ۱۷۵: نسبت اپنے پیر کے لکھا:-

تا اینکه روزے حضرت جل و علا دست راست ایشان بدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس مدفع و بدیع بود پیش روے حضرت ایشان کردہ فرمود کہ ترا

اسی چنین دادہ ام و چیز ہائے دیگر خواہم داد۔ (یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کو خاص اپنے دست قدرت میں لے کر امور قدسیہ سے کچھ خاص چیزوں کو جو بہت رفیع پ  
دوں گا۔ رضوی)

(۸) کتاب مذکور صفحہ ۱۳:-

مکالمہ و مسامرہ بدست می آمد۔ (بات چیت اور سرگوشی بھی ہوئی۔ رضوی)

(۹) کتاب مذکور صفحہ ۱۵۴:-

گا ہے کلام حقیقی ہم می شود۔ (کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔ رضوی)

(۱۰) کتاب مذکور صفحہ ۱۲:-

از جملہ آں شدت تعلق قلب ست بہرشد خود استقلال یعنی نہ باں ملاحظہ کہ اس شخص  
نہ ناوداں فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بلکہ نسبتی کہ متعلق عشق ہمان می گردد  
چنانچہ یکے از اکابر اس طریق فرمود کہ اگر حق جل و علا در غیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہر  
آئینہ مرا با او التفات در کار نیست۔ (ان میں سے یہ ہے کہ اپنے مرشد کے ساتھ دل کا تعلق  
استقلالاً شدید ہو جاتا ہے یعنی اس لحاظ سے نہیں کہ یہ شخص حضرت حق کے فیض کا ذریعہ اور اس کی ہدایت  
کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہی عشق کا متعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ اس طریقہ کے ایک بزرگ کا  
مقولہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرمائے تو مجھے اس کی  
طرف التفات ہرگز نہیں چاہئے۔ رضوی)

(۱۱) تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶:-

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار  
کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۰ مطبع  
تجلی، دہلی)



(۱۲) کتاب مذکور صفحہ ۱۴:-

جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ ایک اللہ کو مانے، اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۱ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۳) کتاب مذکور صفحہ ۱۶:-

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ) اور کسی کو میرے سوا نہ مانو۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۸:-

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۵) کتاب مذکور صفحہ ۷:-

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبع مجتہائی، دہلی)

(۱۶) صراط مستقیم صفحہ ۳۸:-

صدیق من وجہ مقلد انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع پس اگر صدیق ذکی القلب ست رضا و کراہت حضرت حق در اصل و اقوال مخصوصہ و صحت و بطلان در عقائد خاصہ و محمودیت و مذمومیت در اخلاق و ملکات شخصیہ بنور جبلی خود در یافت می نماید۔ (صدیق من وجہ انبیاء کا پیرو اور من وجہ احکام شرعیہ کے سلسلہ میں خود محقق ہوتا ہے، پس اگر صدیق ذکی القلب ہے تو وہ مخصوص اقوال و افعال میں خدائے تعالیٰ کی ناراضگی و خوش نودی اور مخصوص عقائد کے بطلان و صحت شخصی اخلاق و ملکات کی برائی اور اچھائی کو اپنے نور جبلی سے جانتا لیتا ہے۔ رضوی)

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۳۹:-

پس احکام ایسے امور مذکورہ اور ابد و وجہ معلوم می شود یکے بشہادت قلب خود خصوصاً و دیگر بسبب اندراج اور کلیات شرع عموماً و علم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی ست، و ثانی تقلیدی۔ و اگر ذکی العقل ست، نور جبلی او بسوے کلیات اور رہنمائی می فرماید۔ پس علوم

کلیہ شرعیہ اور ابد و واسطہ می رسد بوساطت نور جبلی، و بوساطت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ پس در کلیات شریعت و حکم و احکام ملت اور اشاگرد انبیا ہم می نوان گفت و ہم استاذ انبیا ہم۔ و نیز طریق اخذ آں ہم شعبہ ایست از شعب و حی کہ آں راعرف شرع بنفث فی الروع تعبیر می فرماید و بعضی اہل کمال آں را بوحی باطنی می نامند۔ (پس ان امور مذکورہ کے احکام اس کو دو وجہ سے معلوم ہوتے ہیں: ایک تو خاص اپنے دل کی شہادت سے، دوسری عام کلیات شرع میں اس کے مندرج ہونے سے۔ پہلے طریقے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ تحقیقی ہے اور دوسرے طریقے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ تقلیدی۔ صدیق اگر ذکی العقل ہے تو اس کا نور جبلی اسے کلیات کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ پس علوم کلیہ شرعیہ اس کو دو واسطے سے حاصل ہوتے ہیں (۱) نور جبلی کے واسطے سے (۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے۔ پس کلیات شرع اور احکام ملت کے سلسلے میں ان کو شاگرد انبیا بھی کہہ سکتے ہیں اور ہم استاذ انبیا بھی۔ نیز ان کے اخذ کا طریقہ بھی طریقہ و حی ہی ہے جس کو عرف شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض اہل کمال کے نزدیک اس کا نام وحی باطنی ہے۔

(رضوی)

(۱۸) کتاب مذکور صفحہ ۴۰:-

ہمیں معنی را با مات و بوصایت تعبیری کنند و علم ایشان را کہ بعینہ علم انبیاست لیکن وحی ظاہری متعلق نہ شدہ بہ حکمت می نامند۔ (اسی معنی کو امامت و وصایت کہتے ہیں اور ان حضرات کے علم کو جو بعینہ انبیا کا علم ہے وحی ظاہری نہ ہونے کی وجہ سے حکمت کہتے ہیں۔ رضوی)

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۴۱:-

لابد اور ا محافظے مثل محافظت انبیا کہ می عصمت ست فائز می کنند۔ (لا محالہ ان کو انبیا کی

محافظت کے اس مقام پر فائز کیا جاتا ہے جس کو مقام عصمت کہتے ہیں۔ رضوی)

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۴۲:-

ندانی کہ اثبات وحی باطن و حکمت و وجاہت و عصمت مرغیر انبیاراً مخالف سنت و از  
چنین اختراع بدعت ست و ندانی کہ ارباب کمال از عالم منقطع شد و اند۔ (غیر انبیا کے لیے  
عصمت، وجاہت، حکمت اور باطنی وحی ثابت کرنے کو سنت کی مخالفت اور بدعت نہ جاننا اور یہ نہ سمجھنا  
ارباب کمال دنیا سے جاتے رہے۔ رضوی)

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۱۷۵:-

امثال این وقائع و اشباہ این معاملات صد ہادر پیش آمدتا این کہ کمالات طریق  
نبوت بذروہ نلیا خود رسید و الہام و کشف بعلم حکمت انجامید۔ (اس طرح کے سیکڑوں واقعات  
و معاملات پیش آتے رہے یہاں تک کہ طریق نبوت کے کمالات بھی اپنی انتہا کو پہنچے۔ اور الہام  
و کشف علوم حکمت سے انجام پذیر ہوئے۔ رضوی)

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۴:-

ازیں کہ نفس عالی حضرت ایشاں بر کمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل  
الصلوات و التسلیمات در بد و فطرت مخلوق شدہ بناء علیہ لوح فطرت ایشان از نقوش علوم  
رسمیہ و راہ دانش منداں کلام و تحریر و تقریر مصفی مانده بود۔ (آپ کی ذات عالی چونکہ ابتدا ہی سے  
جناب رسالت مآب ﷺ سے کمال مشابہت کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت رکھی  
علوم کے نقوش اور تقریر و تحریر اور بات چیت میں عقل مندوں کی روش سے خالی تھی۔ رضوی)

(۲۳) تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ پر یہ حدیث لکھی: ارایت لو مرت بقبری  
اکنت تسجد له اور آفت کی "ف" لکھ کر فائدہ یہ جڑا۔

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۳ مطبع جنابائی، دہلی)

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۰:-

حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ

سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں۔ جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (ملقطاً) (تقویہ ایمان ص ۱۱۱ مطبع مجتہبی، دہلی)

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۱۲:-

جو کوئی انبیا اولیا کی اس قسم کی تعظیم کرے، مشکل کے وقت ان کو پکارے، ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۱۹

ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا، اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے؟۔ (تقویہ ایمان ص ۱۲۱۳ مطبع مجتہبی، دہلی)

(۲۷) صراط مستقیم صفحہ ۹۵:-

بمقتضائے ظلمت بعضہا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وہ صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند چندین مرتبہ بدتر را از استغراق در صورت گا و خرد خود است کہ خیال آن با تعظیم و اجلال بسوید اے دل انسان می چسپد، بخلاف خیال گا و خرد خود کہ نہ سئل قدرے چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہمان و محقری بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد۔ (ظلمات بعضہا فوق بعض کے مطابق اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال زنا کے وسوسے سے بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، توجہ کرنا اپنے گدھے نیل کے تصور میں ذوب جانے سے بھی بدتر ہے کیوں کہ ان حضرات کا خیال تعظیم و اجلال کے ساتھ انسان کے دل میں چمکتا ہے اور نیل اور گدھے کے خیال کو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے، نہ تعظیم۔ بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔

اور غیر خدا کا یہ تعظیم و اجلال جو نماز میں ملحوظ و مقصود ہو وہ شرک کی طرف کھینچتی ہے۔ (رضوی)

(۲۸) تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰:-

روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دست گیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا اور اولیا کی، پیرو شہید کی، بھوت پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اور اس سے مرادیں مانگے، اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (ملقطاً، تقویۃ الایمان ص ۷ مطبع نجبائی، دہلی)

(۲۹) کتاب مذکور صفحہ ۱۱:-

گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مواشی نہ چگانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیرو پیغمبر، کسی کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے، اس پر شرک ثابت ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (ملقطاً، تقویۃ الایمان ص ۸ مطبع نجبائی، دہلی)

(۳۰) تنویر العینین:-

لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولہ عن النبی ﷺ الصریحۃ الدالۃ علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامہ ففیہ شائبۃ من

الشُرک... (شخص معین کی تقلید کا التزام کیسے جائز ہوگا جب کہ نبی کریم ﷺ سے منقول روایتوں کی طرف رجوع کرنا ممکن ہے، جو امام مقلد کے قول کے خلاف پر صراحتاً دال ہے۔ لہذا امام کے قول کو نہ چھوڑنے میں شرک کا شائبہ ہے۔ رضوی)

(۳۱) کتاب مذکور:-

اتباع شخص معین بحیث يتمسک بقوله وان ثبت علی خلافه دلائل من السنة والکتاب ویاول الی قوله شوب من النظرية وحظ من الشرک والعجب من القوم لا یخافون من مثل هذا الاتباع بل یخیفون تارکہ فما احق هذه الایة فی جوابهم وکیف اخاف ما اشركتم ولا تخافون انکم اشركتم باللہ (کتاب وسنت کے دلائل کی موجودگی میں کسی شخص معین کے قول کو دلیل بنا کر ان کا اتباع کرنا اور کتاب وسنت میں تاویل کرنا نصرانیوں کا طریقہ ہے جس میں شرک کا حصہ ہے۔ تعجب ہے اس قوم پر جو اس طرح کے اتباع سے خوف نہیں کھاتے، بلکہ مخالف ہی کو ڈراتے ہیں۔ ان کے رد کے لیے یہ آیت بہت ہے "اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں کر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا۔ رضوی)

(۳۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۷:-

اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ (تقویۃ الایمان

ص ۵ مطبع جبائی، دہلی)

(۳۳) کتاب مذکور صفحہ ۲۲:-

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹ مطبع جبائی، دہلی)

(۳۴) کتاب مذکور صفحہ ۲۹:-

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان

ص ۲۰ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۵) کتاب مذکور صفحہ ۲۸:-

جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے، سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے، گو کہ اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔ (تقویہ ایمان ص ۲۰ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۶) کتاب مذکور صفحہ ۲۷:-

جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں، سوان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو، نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔ (تقویہ ایمان ص ۱۹ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۷) کتاب مذکور ص ۲۵:-

ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ (تقویہ ایمان ص ۱۸ مطبع مجبائی، دہلی)

(۳۸) کتاب مذکور صفحہ ۵۷:-

(کوئی شخص کہے کہ) فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں، یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانیں کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویہ ایمان ص ۲۲ مطبع مجبائی، دہلی)

(وغیرہا من الضرافات)

انہیں وجوہ کی بنا پر ان کے زمانے ہی میں علمائے کرام نے ان کی کفر کی۔ اور  
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ روز سہ شنبہ کو

جناب مولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم

مولانا فضل حق صاحب (خیر آبادی)

مولوی مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین صاحب

مولوی موسیٰ صاحب بن مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

وغیر ہم نے جامع مسجد میں مجمع خاص و عام میں مولوی اسمعیل اور ان کے ساتھی مولوی عبدالحی سے گفتگو کی۔ مولوی اسمعیل تو غصہ سے مغلوب ہو کر کلام نہ کر سکے اور چلے گئے، مولوی عبدالحی نے کچھ کلام کیا، وہ موافق جمہور، مخالف اپنے مذہب کے مثلاً لکھ دیا کہ 'بوسہ دہندہ' قبر مشرک نیست، سوم کی فاتحہ میں اقرار کیا کہ 'اگر ثواب اس دن میں زائد نہیں جانتا اور برعایت مصلحت کرتا ہے ممنوع نہیں'۔

حضرت مولانا فضل حق صاحب عمری خیر آبادی نے ان کے روبرو ان کی تکفیر کی، اور ان کے رد میں ایک مبسوط فتویٰ لکھا، جس کا نام تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ رکھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے مولوی اسمعیل کے رد میں دس کتابیں تالیف فرمائیں:-

- |  |           |
|--|-----------|
| حل خطاء الخط                               | (۱) [۲]   |
| سبخن السبوح عن عیب کذب مقبوح               | (۲) [۶۸]  |
| الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابط         | (۳) [۸۴]  |
| سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس            | (۴) [۸۸]  |
| الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء | (۵) [۹۶]  |
| الکوکبة الشہایۃ فی کفریات ابی الوہابیہ     | (۶) [۱۰۵] |



- (۷) [۱۰۶] سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ  
(۸) [۲۵۹] دامان باغ سبخن السبوح  
(۹) [۲۴۰] مبین الہدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ  
(۱۰) [۳۴۵] چابک لیث براہل حدیث

[۱۲]

رد نانوتوی

[۴۷]

یہ فرقہ مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی طرف منسوب ہے۔ نانوتہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو دیوبند سے ۱۲ کوس غرب میں آباد ہے۔  
مولوی فضل الرحمن اور مولوی ذوالفقار علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قائم کریں۔ مدرس کے لیے تنخواہ پندرہ روپے تجویز ہوئی۔ مولوی صاحب شروع مدرسہ میں دیوبند آئے اور پھر اس مدرسہ کے سرپرست بن بیٹھے۔

جب فتنہ شش امثال کا اٹھا اور لوگوں نے ہر طبقہ زمین میں آدم و نوح وغیرہ انبیائے کرام مانے بلکہ ہر طبقہ میں محمد رسول اللہ بھی مانا تو مولوی محمد قاسم صاحب نے بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو کر ایک رسالہ تعذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس تصنیف کیا، اور اس میں اپنی ذہانت و جودت طبع کے نمونے دکھاتے ہوئے لکھا:۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا کیوں صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر اس میں خدا کی جانب یا وہ گوئی کا وہم ہے اس وصف میں اور قد و قامت وغیرہ اوصاف میں جن کو فضائل میں کچھ خل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور وہ کونہ کیا۔ دوسرے رسول کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسوں کے اس قسم کے احوال جملہ ماگان مضمہ ابا احد من رجالکم اور جملہ ولیکن

رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ؑ میں کیا مناسبت تھا اس قسم کی بے ربطی خدا کے کلام میں متصور نہیں۔

(۲) کتاب مذکور ص ۳۳:-

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

انہیں جیسے کلمات کفریہ کی وجہ سے کہ ان عبارتوں میں صاف خاتم النبیین کا انکار ہے اور ہر طبقہ زمین میں ایک رسول خاتم الانبیا ماننا ہے علماء اسلام نے تانوتوی صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کے رد میں مضامین لکھے، کتابیں تصنیف فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے بھی ان کے رد میں بارہ کتابیں تصنیف و تالیف کیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:-

- [۱۵۹] جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوة
- [۱۶۳] فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین
- [۱۶۴] ترجمة الفتوى وجه هدم البلوى
- [۱۶۵] خلاص فوائد فتوى
- [۲۳۱] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
- [۲۳۲] خلاصه فوائد فتاوی
- [۲۴۳] مبین احکام و تصدیقات اعلام
- [۲۵۳] تمهید الايمان بآیات قرآن
- [۲۶۰] المبین ختم النبیین

[۳۰۱] تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال (۲۹۲) (۵)

[۳۰۲] جوابہائے ترکی بترکی

[۳۴۵] چابک لیٹ برائیل حدیث

گنگوہی منسوب بسوئے گنگوہ ضلع سہارنپور میں زمانہ قدیم سے مشہور قصبہ ہے۔ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالقدوس گنگوہی صابری قدس سرہ العزیز کی وجہ سے مشہور تھا، جو خانوادہ چشتیہ صابریہ کے بہت ہی مشہور بزرگ ہیں۔ اوزاس زمانے میں اس بستی کی شہرت دیوبندیوں و ہابیوں میں مولوی رشید احمد صاحب کی وجہ سے ہے۔ مولوی صاحب ۶ رزی قعدہ ۱۲۴۳ھ یوم دوشنبہ چاشت کے وقت قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور محلہ سرائے میں خانقاہ شیخ المشائخ مولانا عبدالقدوس گنگوہی کے متصل اپنے جدی مکان میں جو درگاہ حضرت شیخ کے شرقی سمت میں تخمیناً پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔ مولوی صاحب ماں باپ دونوں طرف سے شیخ زادہ انصاری ہیں۔ سلسلہ نسب پداری یہ ہے: مولوی رشید احمد بن مولوی ہدایت احمد ابن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی ہے۔ اور مادری نسب نامہ یہ ہے: مولوی رشید احمد بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد الخ انھوں نے کتاب براہین قاطعہ جسے اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد بیٹھی کے نام سے چھپوایا اور جس کی تقریظ میں لکھا کہ۔۔۔ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور تمام دیکھا۔۔۔ اس کے ص ۵۱ پر ہے:-

شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کے وسعت

علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(۲) براہین قاطعہ ص ۵۲:-

افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں شیطان یا ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔

(۳) کتاب مذکور ص ۵۱:-

اگر فضیلت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان شیطان سے افضل ہیں، تو مولف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں، تو اس کے برابر تو علم بزعم خود ثابت کرے۔

(۴) کتاب مذکور ص ۴۹:-

فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے۔

(۵) کتاب مذکور ص ۵۲:-

اگر فخر عالم علیہ السلام کو لاکھ گنا عطا فرمادے ممکن ہے مگر ثبوت اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے۔

(۶) خود اپنے فتاویٰ رنبیدیہ حصہ ۳ ص ۱۲ میں لکھا:-

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی نبی ﷺ) کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔

(۷) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۴۲:-

رسول اللہ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا معتقد قطعاً مشرک کافر ہے۔

(۸) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۷:-

اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔

(۹) فتویٰ دستخطی و مہری

**سوال :-** دو شخص کذب باری میں گفتگو کرتے تھے، تیسرے نے کہا کہ میں وقوع کذب باری کا قائل ہوں۔ آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر، یا بدعتی ہے یا اہل سنت، باوجود قبول کرنے وقوع کذب باری کو۔

**الجواب :-** اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہ چاہیے۔ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ دیکھو حنفی شافعی پر طعن نہیں کر سکتا۔ لہذا ایسے ثالث کو تھلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔  
(۱۰) براہین قاطعہ ص ۴ :-

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید آیا جائز ہے یا نہیں؟ پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ طعن کرنا ہے۔ امکان کذب خلف و عید کی فرع ہے۔

(۱۱) تقدیس القدر ص ۷۸ :-

جواز وقوعی میں بحث ہے۔

(۱۲) کتاب مذکور ص ۷۹ :-

گفتگو جواز وقوعی میں ہے نہ جواز امکانی میں۔

ص ۴۴ :-

بعض جواز وقوعی کا اثبات کرتے ہیں۔

ص ۱۹ :-

مراد جواز سے دو یعنی ایک جواز وقوعی جس کے وقوع سے کوئی استحالہ لازم نہ آئے۔

(۱۳) کتاب مذکور ص ۲۱ :-

کذب جنس ہے اور خلف و عید ایک نوع اس کی ہے۔

اور یہ میزان منطق داں بھی جانتا ہے کہ ثبوت نوع سے ثبوت جنس لازم و واجب ہے۔ پس یہ فرمانا کہ جواز خلف و عید کے معتقد جواز کذب کے معتقد نہیں، طرفہ فقرہ ہے۔ کیا پہلے علماء متکلمین کو کوئی ایسا گمان کر سکتا ہے کہ نوع کے وجود کے قائل ہو کر جنس کے عدم کے قائل نہ ہوں۔ پس ضروری ہے کہ وہ لوگ جواز کذب کے قائل ہونگے، اور یہ وہی مضمون ہے کہ ابتداء برا نصیب فاطمہ میں ہے کہ خلف و عید میں علمائے متقدمین کا اختلاف ہوا ہے اور امکان خلف کی امکان کذب فرع ہے۔ یعنی کذب جنس ہے، اور خلف و عید نوع اس کی۔

(۱۴) تقدیس القدر ص ۲۳:-

شرط نہ ہو تب بھی خداوند کریم خلف پر قادر ہے مثلاً توبہ نہ کرے تب بھی عفو مقدور

ہے۔

(۱۵) فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۳۱:-

خدا بندوں کو قدرت دے کر فارغ ہو گیا۔

(۱۶) کتاب مذکور حصہ ۱: ص ۵۱:-

خود آپ (یعنی نبی ﷺ) نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو۔

(۱۷) براہین قاطعہ ص ۱۴۸:-

یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں

۔ معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ حرام فسق ہے۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۴۸:-

بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، ان کے

یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔



(۱۹) کتاب مذکور ص ۷۹ پر فاتحہ کی نسبت کہا:۔

تشبیہ ہنود کا بھی اس میں (فاتحہ میں) مقرر ہے۔ کیونکہ تمام ہنود میں رسم ہے، اور ان کا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید (وید) پڑھواتے ہیں۔ نصفۃ السنوہ میں ہے کہ ہر سال جس تاریخ کو کوئی مرا اسی تاریخ کو ثواب پہنچاتے ہیں، اور اس کو ضرور جانتے ہیں۔ اور پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے۔ انتہی۔ پس اگر اس کو رسم ہنود کہیں بہت بجا اور حق ہے۔

(۲۰) فتاویٰ حصہ ۲ ص ۱۳:۔

رحمۃ للعلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلعم کی نہیں ہے۔ انبیا علیا بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ میں اعلیٰ ہیں، لہذا دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔

(۲۱) فتاویٰ گنگوہی ص ۸۳:۔

حصہ اول جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے، تو اندیشہ کفر کا ہے، امام نہ بنانا چاہیے، اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان روکے۔

(۲۲) براہین قاطعہ ص ۱۸: میں روضہ انور پر جو ہزاروں روپے کی جھاڑ و فانوس میں اس مبارک روشنی کی متعلق لکھا:۔

موجب ظلمت اور نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے۔

(۲۳) کتاب مذکور ص ۲۲:۔

ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا، آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی؟ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا: جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا، ہم کو یہ زبان آگئی۔

(۲۴) فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۱۰۱:۔

تصنیف فرمائیں۔ جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:-

- |   |           |
|---|-----------|
| منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین            | (۱)[۲۵]   |
| ازکی الاہلال بابطال ماحدث الناس فی امر الہلال | (۲)[۲۶]   |
| سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح                 | (۳)[۶۸]   |
| الصافیۃ الموحیہ لحکم جلود الاضحیہ             | (۴)[۷۸]   |
| سبحان القدوس عن تقدیس نجس منکوس               | (۵)[۸۸]   |
| المنی والدرر لمن عمد منی آردر                 | (۶)[۱۰۴]  |
| وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح                 | (۷)[۱۰۸]  |
| القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ       | (۸)[۱۳۵]  |
| الرد الاشد البہی فی ہجر الجماعۃ علی الکنکھی   | (۹)[۱۳۷]  |
| انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی                 | (۱۰)[۱۶۸] |
| الجزء المہیا لغلمۃ کنہیا                      | (۱۱)[۱۹۴] |
| رامی زاغیان معروف بہ دفع زیغ زاغ              | (۱۲)[۲۰۷] |
| اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح              | (۱۳)[۱۱۶] |
| اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین       | (۱۴)[۲۲۱] |
| حسام الحرمین علی منحہ الکفر والمین            | (۱۵)[۲۳۱] |
| خلاصہ فوائد فتاویٰ                            | (۱۶)[۲۳۲] |
| مبین احکام و تصدیقات اعلام                    | (۱۷)[۲۴۳] |
| الفیوض الملکیہ لمحہب الدولۃ المکیہ            | (۱۸)[۲۴۶] |
| تمہید ایمان بآیات قرآن                        | (۱۹)[۲۵۳] |

[۲۸۵] (۲۰) فتوای کرامات غوثیہ

[۲۸۷] (۲۱) رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الآثام

[۳۱۲] (۲۲) اخباریہ کی خبرگیری

[۳۳۲] (۲۳) سر الاوقات

[۳۳۸] (۲۴) ظفر الدین الجید

[۲۴۵] (۲۵) چابک لیث برائیل حدیث

یہ فرقہ مولوی اشرف علی تھانوی کی طرف منسوب ہے۔ وہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر یوپی کے رہنے والے تھے۔ مولوی صاحب بھی اذتاب و ذریات علمائے دیوبند سے ہیں۔ لیکن حفظ الایمان نامی ایک چھوٹا سا رسالہ لکھنے کی وجہ سے آپ کی ذات بہت ہی مشہور اور ایک مستقل حیثیت کی کجھی جانے لگی کہ ان کے اکابر نے بھی ایسی بات نہیں لکھی تھی۔

مولوی تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں لکھا ہے:-

آپ (حضور ﷺ) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے سے مخفی ہو، تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو من جملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں ممکن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے؟ اور التزام نہ کیا جائے تو نبی، غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔

اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔ (حفظ الایمان، ص ۸، مطبوعہ بلائی شیم پریس، مانبالہ)

حفظ الایمان کی یہ عبارت ایسی صریح اور واضح ہے کہ خود تھانوی صاحب سے اس کے متعلق سوال ہوا تو ایسے قائل کو خارج از اسلام بتایا۔ لیکن یہ ان کی

ڈھٹائی اور حیا داری ہے کہ وہ رسالہ چھپا ہوا ہے، چھپا ہوا نہیں ہے۔ پھر بھی صاف انکار کیا۔ بسط البنان میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

**الجواب:-** میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہ لکھا۔ لکھنا درکنار، میرے قلب میں کبھی اس کا خطرہ بھی نہ گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحتہ یا اشارتہ کہے، میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم کی۔

رسالہ امداد، صفر ۱۳۳۶ھ، ص ۳۵ پر ایک مرید کا خواب لکھا کہ:-

خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں لیکن رسول اللہ کی جگہ حضور [تھانوی صاحب] کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے انہر فعلی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی، تو حضور [تھانوی صاحب] کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے۔ اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی، زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی۔ اتنے میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا۔

بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا، تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، اس واسطے کہ پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، پھر بھی یہ کہتا ہوں اللہم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا انہ فعلی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔ تو دوسرے روز بیداری رقت رہی۔ خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں۔

تھانوی صاحب نے اس کا جواب لکھا:-

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح

سنت ہے۔ ۲۳ شوال ۱۳۳۵ھ

رسالہ الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں ہے:-

ایک صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر [تھانوی] کے گھر میں حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا۔ (کہ اس کم سن شاگردہ و مریدہ سے شادی ہوگی) اس مناسبت سے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔ (م ۱۳)

اللہ اکبر! کوئی بھنگی چمار بھی ماں کی تعبیر جو رو سے نہ کرے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تھانوی صاحب کے رد میں نو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

- (۱) [۲۲۳] الدوله المکيه بالماده الغيبه
- (۲) [۲۳۱] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
- (۳) [۲۳۲] خلاصه فوائد فتاوی
- (۴) [۲۴۳] مبین احکام و تصدیقات اعلام
- (۵) [۲۴۶] الفيوض الملكيه لمحبه الدوله المکيه
- (۶) [۲۵۳] تمهید ایمان بآیات قرآن
- (۷) [۲۸۵] فتاوی کرامات غوثیه
- (۸) [۳۳۸] ظفر الدین الجید
- (۹) [۳۴۵] چابک لیث بر اہل حدیث

[۵۰] رد مولوی نذیر حسین [۶]

مولوی نذیر حسین صاحب اگرچہ دہلوی سے مشہور ہیں مگر درحقیقت بہاری ہیں۔ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک موضع بلتھوا میں ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں سورج گڑھا سے ۶۷۵ میل کی مسافت پر ہے۔ (دیکھیے تراجم علمائے حدیث ہند:

ص ۱۳۳)

یہ غالی قسم کے غیر مقلد تھے۔ تقلید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سخت مخالف تھے۔ مسائل کا جواب بھی کیف بنیاء دیتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں:

[۲۴] (۱) النذیر الہائل لكل جلب جاہل

مجلس میلاد مبارک میں مولوی نذیر احمد صاحب کے ایک فتویٰ کا انہیں کے دوسرے فتوے سے رد ہے۔

[۱۳۰] (۲) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ملقب بہ

حجة الحین علی نذیر حسین

[۱۵۹] (۳) جزاء اللہ وعدہ بابائہ ختم النبوة

[۳۰۱] (۴) تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال

[۳۰۲] (۵) جوابہائے ترکی بترکی

[۳۰۳] (۶) سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء



## اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے

### بعض رسائل پر تبصرہ

#### الفيوضات الملكية لمحبة الدولة المكية

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عفر لہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب مستطاب الدولة المکیہ بالمادة الغیبه کی شرح (الفيوضات الملكية کے نام سے) تحریر فرمایا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین زاد لہما اللہ شرفاً و تعظیماً دوسری مرتبہ حاضر ہوئے، اور مدینہ طیبہ کی حاضری اصل مقصد قرار دیا، جس کی طرف قصیدہ مبارکہ 'حضور جان نور' میں اشارہ کیا ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا  
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہفت کدھر کی ہے  
اس کے طفیل حج بھی خدانے کرادیے  
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

مکہ معظمہ پہنچ کر حضور کو معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی بھی آئے ہوئے ہیں اور اپنے مقصد کے مطابق کچھ فتویٰ یہاں کے علما سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کی خبر انھیں معلوم ہوئی، تو بہت گھبرائے۔ سو نچا کہ انہیں کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے۔ انھیں کی موجودگی میں اس فتویٰ کا اثر بھی ان پر آسانی سے مرتب ہو جائے گا۔

آخر سوچتے سوچتے حضرت ابوالذکا سراج الدین مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری ارشادی رحمة اللہ علیہ کا رسالہ اعلام الاذکیا فی علم الغیب للانبیاء یاد آیا کہ انھوں نے اس میں تحریر فرمایا ہے:

وصلی اللہ علی من هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شیء علیم ۰

آیت کریمہ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہے، اس کو حضرت مولانا نے اس رسالہ میں نعت شریف قرار دیا ہے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ خدا بنا دیا۔ اور اس پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی تقریظ و تصویب ہے۔ اسی بنا پر علمائے مکہ معظمہ سے استفتا کیا اور یہ بھی کہا کہ مصنف تو نہیں، مگر مقرر رسالہ یہیں موجود ہے۔ تاکہ ایسے شخص کا جو حکم شرعی ہو اس پر جاری بھی کر دیا جائے۔

خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر دے اور کروٹ کروٹ انوار اور جنت کی خوشبوؤں میں حضرت مولانا شیخ صالح کمال صاحب مفتی حنفیہ کو رکھے، کہ انھوں نے فرمایا: پھر کسی دوسرے شخص سے استفتا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ خود انھیں سے سوالات کئے جائیں، وہ جو جواب دیں، علما کی مجلس میں پیش کر کے اسے دیکھ لیا جائے۔

یہ بات ایسی معقول تھی کہ علی ر غم الوہاب یہ سب نے تسلیم کی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں وہ استفتا پیش ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے بے مراجعت کتاب فقط آٹھ گھنٹے میں عربی زبان میں نہایت مدلل و مفصل ایک مستقل کتاب مستطاب اس کے جواب میں تصنیف فرمایا اور اس کا تاریخی نام الدولة المکیة بالمادة الغیبة رکھا۔

جب وہ رسالہ علمائے کرام کے سامنے، شریف مکہ کے سامنے پڑھا گیا تو علمائے کرام متحیرانہ اس کو سن رہے تھے اور قوت دلیل پر عرش عرش کر رہے تھے، کہ وہابیہ کے ایک وکیل نے بیچ میں بات کاٹ کر کچھ اعتراض کرنا چاہا۔ مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے فرمایا: پہلے پورا رسالہ سن لو! ممکن ہے کہ تمہارے اس شبہ کا جواب آئندہ موجود ہو۔ پھر تصبیح اوقات کا کیا فائدہ؟ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ چند ورق کے بعد بطور دفع دخل اس کا جواب مذکور تھا۔ جب پورا رسالہ پڑھا جا چکا، تو شریف مکہ نے فیصلہ کیا۔ اللہ يعطى وهولاء يمنعون

○ یعنی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب دیتا ہے مگر وہابی لوگ اس کو روکتے ہیں۔

جب ہندوستان، حضور اعلیٰ حضرت تشریف لائے، تو بہت ضخیم شرح اس کی تحریر فرمائی، اور اس کا نام الفیوضات الملکیہ لمعب الدولة المکیة تجویز فرمایا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے، اتساع الصغیر للکبیر الکتیر اور اس ضمن میں اعلیٰ حضرت نے بہت سے واقعات مستند کتابوں سے ثبوت میں پیش فرمائے ہیں، جن کا ترجمہ کرنا ناظرین سوانح کے لیے میں مناسب خیال کرتا ہوں۔

(۱) انسان کی آنکھوں کی پتلی کیا ہے؟ ایک سیاہ نقطہ ہے، جس میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان سب کی صورتیں ایک آن میں چھپ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ انطباع بقدر اتساع ہے۔ تو اتنے بڑے آسمان کی صورت ایک نقطہ میں بقدر نقطہ ہوگی۔ اسی پر رائی کے دانہ وغیرہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے ان تمام چھوٹی چھوٹی لطیف و صغیر صورتوں کا چھینا، اور ان کا اکٹھا ہونا۔ لطف یہ کہ آنکھ والا ایک ہی آن میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا،

میدان، رائی سب کو علیحدہ علیحدہ واضح طور پر تمیز کرتا ہے۔ جس میں اصلاً خفا اور پوشیدگی نہیں رہتی۔ ہر چیز اسی کے قدر و جثہ کے مطابق دیکھتا ہے۔ ان چیزوں کے ہجوم و تراکم کی وجہ نہ التباس ہوتا ہے، نہ مقدار میں کوئی فرق ہوتا ہے۔

(۲) ایک چھوٹا بیج کہ ناخنوں کے برابر بھی نہیں اس سے عظیم الشان درخت نکلتا ہے۔ اس کا دل مثلاً سوگز ہو، اور شاخیں صد در صد گرز زمین پر سایہ فلن ہیں۔ اس میں ہزاروں شاخیں ہیں، اور ہر شاخ میں ہزاروں پتے ہیں۔ جیسے املی کا بیج، اس میں یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ تو اللہ نے جس کی آنکھیں کھول دی ہیں، وہ قبل ان چیزوں کے ظہور کے اس بیج میں تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ حالانکہ ظاہر میں پورے اس بیج کو بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ نہ اس کا نصف دیکھتا ہے، نہ ربع، بلکہ صرف پوست کا نصف سطح ظاہر دیکھتا ہے، جو اس کے سامنے ہے۔ فَهَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ۝

(۳) علامہ عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں کہ دوات کے اندر جو روشنائی ہے۔ اہل کشف اس میں تمام ان حروف والفاظ کو دیکھتے ہیں جو اس سے لکھی جائیں گی۔ تو جس وقت لکھتے لکھتے، وہ روشنائی ختم ہو جائے اور جو کچھ اس سے لکھا گیا ہے، اہل کشف کے علم سے مقابل کیا جائے، تو نہ اس سے ایک حرف زائد ہوگا، نہ ایک لفظ کم۔

(۴) الابریز فی علوم سیدنا عبد العزیز میں ہے کہ میں نے

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جب جنین ماں کے پیٹ میں قرار پکڑتا ہے، تو عارف باللہ اسی وقت اس کو اس حال میں دیکھتا ہے، جہاں وہ اپنی آخر عمر تک پہنچے گا اور جو کچھ خیر و شر اس کو پہنچے گا اور سب اسی وقت دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص عارف کے دیکھنے کے مطابق تمام حالات قلم بند کر کے رکھ چھوڑے، اور روزمرہ کی زندگی میں جو باتیں اس کو پیش آتی جائیں، ان سب کو اس سے مقابلہ کرتا جائے تو سرمو ان دونوں میں تفاوت نہ ہوگا۔

(۵) صوفیہ کرام کا اجماع ہے کہ انسان تمامی مخلوقات کے اوصاف کا نسخہ جامعہ ہے۔ اور یہ عالم صغیر ہے۔ اور جو کچھ عالم کبیر میں ہے، سب اس میں موجود ہے۔ تو جو شخص اس کے باطن میں دیکھے، اور حق معرفت کر کے پہچانے، تو اس عالم صغیر میں وہ سب کچھ پائے گا، جو عالم کبیر میں ہے۔ یعنی صفحات وجود پر جو کچھ مرقوم ہے۔ قال تعالیٰ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۝ ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا

بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ (پ ۱۷۲۵)

(۶) تھوڑے سے زمانہ میں بہت بڑی عظیم و کثیر خبر دکھانے کی مثال حضور اقدس ﷺ کا معجزہ معراج شریف ہے کہ محض تھوڑی سے شب میں حضور اقدس ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، وہاں سے سموات اعلیٰ، وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے مقام مستویٰ، وہاں سے عرش اعلیٰ، وہاں سے منقطع الجہۃ امین والی تشریف لے گئے۔ پھر قریب ہوئے، اور بہت نزدیک ہوئے، ذنیٰ فَتَلَوْنِي فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ اور یہ ظاہر ہے کہ زمین سے آسمان دنیا کی مسافت پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور اسی طرح ہر آسمان سے دوسرے

آسمان تک کی مسافت اور ضخامت ہزار برس کی راہ ہوئی۔ تو آمد و رفت میں صرف آسمانوں ہی تک پہنچنے کے لیے چودہ ہزار برس چاہئے۔ اور ساتویں آسمان سے سدرة المنتہی، وہاں سے مقام مستوی، وہاں سے عرش اعلیٰ کی مسافت تو سوائے خداوند کے معلوم؟

البتہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی، جسے امام ابوزبیح نے ثناء الصدور میں مرفوعاً نقل فرمایا کہ پھر میں نور میں گیا تو ستر ہزار حجاب طے کئے، جن میں کوئی ایک حجاب دوسرے کے مشابہ نہیں۔ اور ہر حجاب میں ایک فرشتہ موکل تھا، جو دوسرے حجاب تک پہنچایا کرتا تھا۔ ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ تھی۔ اس کے بعد مجھے فرمایا گیا: تقدم یا معتمد تو میں آگے بڑھا اور میرے ساتھ فرشتہ چلا۔ وہاں جا کر سبز رُفرف حاضر کیا گیا۔ اور ایک روایت میں سات سو، ایک روایت میں اور ستر حجاب کا ذکر ہے۔ تو یہ کل ستر ہزار سات سو ستر حجاب ہوئے۔ اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی مسیرۃ پانچ سو سال کی راہ ہے۔ تو آسمانوں کے ہضم کے اوپر سے عرش اعلیٰ تک کی مسافت آمد و رفت کی سات کروڑ سات لاکھ ستر ہزار سال کی راہ ہوئی۔

پھر یہ تشریف لے جانا محض مرور ذہاب و ایاب نہ تھا۔ بلکہ سماوات اور جوآن کے بیچ میں ہے ان کا مطالعہ و مشاہدہ اور کرسی اور جوآن میں ہے؛ اور عرش اور جوآن میں ہے؛ اور جنت اور جوآن میں ہے؛ اور دوزخ اور جوآن میں ہے، ان سب کا تفصیلی ملاحظہ تھا کہ جملہ حقائق و دقائق سے واقف ہوئے۔ اور یہ سب فقط شب کے ایک تھوڑے سے حصہ میں ہوا۔

(۷) بخاری شریف میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے، تو ابتدائے آفرینش سے تمام امور کی خبر دے دی۔ اس وقت تک کہ جنتی اپنی منزلوں اور دوزخی لوگ اپنی منزلوں میں داخل ہوں گے۔ جس نے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا؟ اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ قسطلانی، شارحین بخاری اور ملا علی قاری صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: یہ حدیث زبردست دلیل اس امر کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں جملہ مخلوقات کی تمام حالتوں کی خبر ابتدائے آفرینش سے فنا ہونے بلکہ قیامت کے دن اٹھائے جانے کے واقعات، سب بیان فرمادیئے۔ تو یہ اخبار مبداء، معاش، معاد سب کو شامل ہے۔ اور تمام باتوں کو ایک جلسہ میں بیان فرمادینا، یہ بہت بڑا معجزہ، اور خارق عادت واقعہ ہے۔ اور دوسری حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۸) ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، تو آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ اس کتاب کے بارے میں، جو دہنے ہاتھ میں تھی، فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام جنتیوں کے نام ہیں۔ ان کے ماں باپ کے نام، ان کے قبیلے کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں ٹوٹل کر دیا گیا ہے۔ تو نہ ایک شخص ہی اس میں زائد ہوگا، اور نہ کوئی اس سے کم ہوگا۔ اور جو کتاب بائیں ہاتھ میں تھی، اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں جہنمیوں اور ان کے باپوں

اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں۔ اور آخر میں ٹول کر دیا گیا ہے۔ تو نہ ایک شخص اس میں زائد ہوگا اور نہ ایک بھی کم ہوگا۔

سرسری نظر میں یہ بات کوئی بہت بڑی اہم نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس معجزہ اور جرم واسع کثیر کا ایک تنگ ظرف میں بند کر دینے کا حال معلوم ہوگا۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دینا اگر ہو سکتا ہے، تو اس کی ایک مثال یہ بھی ہے۔ اس لیے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک کتاب مجلد ہے، جس میں پانچ سو ورق بڑے بڑے ہیں، اور ہر صفحے میں پچاس سطریں ہیں؛ اور ہر سطر میں دس جنتیوں کا نام اس طرح مرقوم ہے۔ ابو بکر بن قحافہ تیمی  
 \_\_\_\_\_ عمر بن الخطاب عدوی \_\_\_\_\_ عثمان بن عفان اموی \_\_\_\_\_ علی بن ابی

طالب ہاشمی \_\_\_\_\_ طلحہ بن عبید اللہ تیمی \_\_\_\_\_ زبیر بن عوام اسدی \_\_\_\_\_ عبد  
 الرحمن بن عوف زہری \_\_\_\_\_ سعد بن ابی وقاص زہری \_\_\_\_\_ سعید بن  
 زید وقاص زہری \_\_\_\_\_ سعید بن زید عدوی \_\_\_\_\_ ابو عبیدہ بن جراح فہری۔ تو  
 اگر اس طرح پوری کتاب میں جنتیوں کے نام لکھے جائیں، تو اس مجلد ضخیم کبیر  
 طویل عریض ثقیل میں فقط پانچ لاکھ آدمیوں کے نام آ جائیں گے۔  
 اور کتنے کتنے ہیں؟ اس کا کچھ اندازہ ان حدیثوں سے ہو سکتا ہے۔

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
 مروی رسول ﷺ فرماتے ہیں۔ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں  
 بلا حساب و کتاب جائیں گے، جو لوگ نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں، نہ فال لیتے  
 ہیں، اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں اتنا اور  
 زائد ہے کہ ان کے منہ چودہویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔



نیز اس میں سے حضرت عکاشہ بھی ہیں۔

صحیحین ہی کی روایت حضرت سہیل بن سعد سے مروی رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار یا ستر لاکھ آدمی ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، وہ سب ایک ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دکتے ہوں گے۔

امام احمد و ترمذی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ اور تین لپ اللہ کے لپوں سے۔ تو ان کا مجموعہ انچاس لاکھ ستر ہزار ہوتا ہے۔ اور خدا کے تین لپوں میں کتنے آدمی آئیں گے؟ ان کا شمار تو خداوند عالم ہی کو معلوم ہے۔

مسند امام احمد اور حکیم ترمذی ابو یعلیٰ دیلمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ستر ہزار میری امت سے بلا حساب داخل ہوں گی، جن کے منہ چودہویں رات کے ماند ہوں گے اور ان سب کے قلوب ایک شخص کے قلب کی طرح۔ پھر میں نے اپنے رب سے زیادتی چاہی، تو اس نے زیادہ کیا کہ ہر آدمی کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔

تو یہ مجموعہ چار عرب نو کروڑ ہوگا۔ تو اگر فقط انہیں جنتیوں کے نام، جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، اس طریقہ پر لکھے جائیں تو ان کے لیے آٹھ لاکھ نو ہزار مجلدات کی ضرورت ہوگی۔ پھر تمام جنتیوں کے ناموں کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی، اس کو کون بتا سکتا ہے؟

علامہ عبد الوہاب شعرانی کتاب مستطاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر کے بحث بتیس میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دینی بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نیک بختوں کے متعلق اطلاع بخشی۔ جو صلب سیدنا آدم علیہ السلام میں تھے۔ تو ان کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر ان کو اعداد میں لکھنا چاہیں تو ایک سو لاکھ چھ سو چار سو پچاس۔ پہلے پانچ صفر، پھر ایک کروڑ بیاسی لاکھ چھیا نوے ہزار چھ سو پچاس۔ پھر انیس صفر، پھر رقم بتیس ہزار نو سو سو سٹھ۔ پھر بیس صفر، ایک ہزار چار سو پچاس لکھا جائے، تو جس کی شکل یہ ہوگی۔

۱۲۸۵.....، ۳۲۹۶۷.....، ۱۸۲۹۶۶۸۵.....

اتنے آدمی کے نام اس قاعدے سے لکھے جائیں، تو اس کے لیے اتنی ضخیم مجلدات کی ضرورت ہوگی، جن کو اعداد میں اس طرح لکھ سکتے ہیں۔ پہلے چھتیس لاکھ انسٹھ ہزار تین سو ستتیس۔ پھر ۱۹ صفر پھر پینسٹھ ہزار نو سو چونتیس۔ پھر اکیس صفر پھر دو سو ستانوے لکھا جائے، جس کی شکل یہ ہوگی۔

۲۹۷.....، ۶۵۹۳۳.....، ۳۶۵۹۳۳۷

اور رب العزت ﷻ نے حضور اکرم ﷺ کے لیے ان کو ایسی مجلد میں جمع فرما دیا تھا، جس کو ایک ہاتھ میں حضور اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ تعداد تو سعداء اور نیک بختوں کی ہے۔

پھر کفار اور بد بختوں کی تعداد کون بتا سکتا ہے؟ اس لیے کہ وہ باختلاف الروایات سعید سو میں ایک، یا ہزار میں ایک، یا کالے نیل کے بدن میں سیاہ بالوں میں ایک آدھ سفید بال کی مثال ہیں۔ علمائے کرام نے ان روایات کی

تطبیق بہت دلچسپ دی ہے کہ سعید بنی آدم سے سو میں ایک ہیں۔ اور جب ان کے ساتھ یا جوج اور ماجوج کو بھی ملا لیجیے تو ہزار میں ایک، اور اگر جنوں کو بھی شامل کر لیا جائے، تو سیاہ بیل کے بدن میں سفید بال کی مثال ہیں۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام بلائے جائیں گے، اور ان کی ذریت ان کو دکھائی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا جائے گا کہ اپنی ذریت سے جہنم کا حصہ نکال دیجیے۔

عرض کریں گے: اے رب! کس قدر نکالوں؟

ارشاد ہوگا: ہر سو سے ننانوے۔

یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب ننانوے دوزخ میں بھیج دیئے گئے تو باقی کیا رہے؟

حضور نے ارشاد فرمایا: کہ میری امت اور امتوں میں جیسے سیاہ بیل کے بدن میں سفید بال ہے۔

علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس میں حضرت آدم کے قول وما بعث النار کے جواب میں ہے۔ ہزار سے نو سو ننانوے۔

اس وقت لوگوں نے کہا کہ ہم میں وہ ایک کون ہوگا؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نو سو ننانوے یا جوج ماجوج سے اور ایک تم میں سے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن ابی مرویہ، بیہقی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، جس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ جب ارشاد ہوگا:

ہر ہزار سے نو سو ننانوے جہنم میں بھیجوں۔

یہ سن کر بچے غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے۔

تو جب عدد سعدا جن کا بیان اوپر گزرا، نو سو ننانوے میں ضرب دیا جائے، تو اشقیاء کی تعداد اس قدر ہوگی۔ جن کو اس طرح لکھا جاسکتا ہے۔ پانچ صفر اٹھارہ ارب ستائیس کروڑ تر اسی لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو پندرہ۔ پھر سولہ صفر پھر تین کروڑ انتیس لاکھ چونتیس ہزار تینتیس۔ پھر سترہ صفر پھر چودہ لاکھ تر اسی ہزار پانچ سو پندرہ، جس کی شکل یہ ہوگی۔

۱۲۸۳۵۱۵.....۳۲۹۳۳۰۳۳.....۱۸۲۷۸۲۸۸۳۱۵.....

پھر ان کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی؟ اور سیاہ نیل کے بدن میں کتنے بال ہوں گے؟ اس کی تعبیر ایک سفید بال کے اندازے سے تو ممکن ہی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سعدا کے عدد پر مطلع فرمایا، نہ کہ اشقیاء کی تعداد پر۔

پھر اس کتاب کو بھی ایسی صغیرا حجم بنا دیا کہ حضور نے بے تکلف اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا، اور لوگوں کے پاس اسی حال میں تشریف لائے کہ دونوں کتابیں حضور کے دونوں دست اقدس میں تھیں۔ تو یہ دونوں کتابیں بتیسر جرم عظیم کبیر کو نظر تنگ اور صغیر میں کرنے کی بہترین مثال ہے۔ واللہ علیٰ کل شیء قدير۔

(۹) امام احمد و بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام سے قرآن یعنی زبور ہلکا کر دیا گیا تھا۔ تو گھوڑا کسنے کے لیے حکم دیتے تو یہ پوری زبور شریف پڑھ لیتے، قبل اس کے کہ گھوڑا کسا جائے۔

اور بعض علما نے فرمایا کہ قرآن سے مراد تورات ہے۔ اس لیے کہ زبور کل ایک سو پچاس سورہ ہیں۔ سب مواعظ اور ثنائیں، اور احکام حلال و حرام وغیرہ یہ سب تورات سے لیتے تھے۔

تو اگر تورات مراد لیا جائے تو معجزہ اور بھی بڑا ہوگا۔ اس لیے کہ معالم التنزیل میں ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تورات شریف نازل ہوا تو ستر اونٹ کا بوجھ تھا۔ ایک پارہ ایک سال میں پڑھا جاتا تھا، اس کو صرف چار شخصوں نے یاد کیا تھا۔ اور زبانی پڑھتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت عزیز علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۱۰) ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ اس معجزہ داؤدی کی مثال انتخابِ آقائے دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوا۔ مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ گھوڑا کس کر لایا جاتا، اور آپ ایک پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کرتے، تو جب تک دوسرا قدم دوسرے رکاب میں رکھیں، نہایت ٹھہر ٹھہر کر، معنی مطلب سمجھ کر قرآن شریف ختم فرمایا کرتے۔

(۱۱) حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں انھیں کے متعلق دوسرا واقعہ ذکر فرمایا کہ ملتزم سے دروازہ خانہ کعبہ تک

پہونچنے میں پورا قرآن شریف ختم فرمادیا کرتے۔

(۱۲) امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے متعلق جو خبر پہونچی ہے وہ یہ کہ چار ختم دن میں فرماتے، اور چار ختم شب میں۔

(۱۳) علامہ عینی ”عمدة القاری شرح بخاری“ میں، امام نووی کا کلام نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حافظ کو دیکھا کہ شب قدر کی وتر میں تین ختم قرآن کیا، ہر رکعت میں ایک ختم کیا۔

(۱۴) علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں علامہ نووی کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ میں نے بیت المقدس میں ۸۶۷ھ میں حضرت ابوطاہر کو دیکھا، اور ان کے بارے میں سنا کہ وہ رات دن میں دس ختم سے زیادہ کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ قسطلانی ہی نے فرمایا کہ مجھ سے شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی شریف ادام اللہ النفع بعلموہ نے ان ہی ابوطاہر کے متعلق فرمایا کہ وہ رات دن میں پندرہ ختم فرماتے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے متعلق یہ فرمایا ہو۔ جیسا کہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے ہدیہ ندیہ میں حضرت شیخ الاسلام ہی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(۱۶) علامہ عبدالغنی نابلسی نے فرمایا کہ ارشاد میں ہے کہ نجم اصہبانی نے ایک یمنی شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف ایک مرتبہ یا سات مرتبہ کرنے میں پورا قرآن پاک ختم کر لیا، اور یہ بجز دربانی و فیض رحمانی ناممکن ہے۔

(۱۷) نیز علامہ نابلسی نے فرمایا کہ مجھے بعض ثقات نے خبر دی کہ ہمارے شیخ عبدالوہاب شعراوی مغرب اور عشا کے درمیان دو ختم کر لیتے۔

(۱۸) سیدی علامہ جامی قدس سرہ السامی نفعات الانس میں شیخ سعید الدین فرغانی سے ناقل کہ میں نے شیخ طلحہ بن عبد اللہ بن طلحہ تستری عراقی سے ۶۶۵ھ میں سنا کہ وہ شیخ عماد الدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حج کو گیا ہوا تھا، اور میں طواف کر رہا تھا کہ ایک مغربی شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہے ہیں، اور لوگ ان سے برکت حاصل کر رہے ہیں۔ تو لوگوں نے ان سے میرے متعلق ذکر کیا کہ یہ شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی کے صاحب زادے ہیں۔ تو انھوں نے مجھے مرحبا کہا، اور میرے سر کو بوسہ دیا، اور میرے لیے دعائے خیر کیا۔ تو ان کی دعا کی برکتیں میں اپنے میں برابر دیکھتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ان کی دعا کی برکت مجھے آخرت میں بھی شامل حال ہو۔ میں نے لوگوں سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ بزرگ حضرت موسیٰ سدرانی اکابر اصحاب سیدی ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

جب میں طواف بیت اللہ سے فارغ ہوا۔ تو حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے انھیں خبر دی کہ میں نے حضرت شیخ موسیٰ سدرانی کو دیکھا اور انھوں نے میرے لیے دعا کی۔ اس سے والد ماجد صاحب بہت خوش ہوئے۔ پھر لوگوں نے حضرت ابو موسیٰ کے اوصاف و کمالات بیان کرنا شروع کیا۔ اور ازاں جملہ یہ بھی کہا کہ وہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ تو میرے والد صاحب خاموش رہے، انکار نہ کیا۔

(۱۹) حضرت شیخ الشیوخ کے صاحب زادے شیخ عماد الدین احمد نے کہا کہ میرے والد ماجد کے اکابر خلفا میں سے ایک شخص نے کہا، اور قسم کھا کر کہا۔

کہ جو لوگ حضرت موسیٰ سدرانی کی یہ کرامت بیان کرتے ہیں، وہ سب سچے ہیں، اور ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میرے دل میں کچھ شبہ تھا۔ حسن اتفاق کہ میں نے شیخ موسیٰ سدرانی کو ایک شب طواف کرتے ہوئے پایا، تو میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے رکن اسود کو بوسہ دیا، اور ابتدائے سورہ فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا، اور وہ طواف میں عام لوگوں کی طرح چل رہے تھے۔ اور نہایت ہی ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے جا رہے تھے، جسے میں ایک ایک حرف سمجھ رہا تھا۔ جب حجر سے کعبہ شریف تک پہنچے، جو چار قدم سے زائد نہیں، تو پورا قرآن شریف ختم کر لیا۔ جسے میں نے ایک ایک حرف کر کے سنا۔ تو والد ماجد نے اور تمام اصحاب نے اس کی تصدیق کی۔

(۲۰) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعة الكبرى میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدی علی مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انھوں نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم قرآن شریف فرمایا۔ اور سیدی عبدالغنی نابلسی نے بھی حدیقہ ندیہ میں تحریر فرمایا کہ انھوں نے اپنے ایام سلوک میں تین لاکھ ساٹھ ہزار قرآن ختم فرمایا، ہر درجہ میں ہزار ختم۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ بلکہ ہر درجہ میں ہزار ختم سے زائد ہوا۔ اس لیے پانچوں نمازوں کے اوقات کا استثنا تو ضروری ہے۔

(۲۱) علامہ جامی قدس سرہ السامی حضرت شیخ عماد الدین سے تلمذ روایت مذکور میں ناقل کہ لوگوں نے والد ماجد سے اس کو پوچھا کہ کس طرح اس قدر ختم قرآن فرماتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بسط زمان ہے،



جو اولیا اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی تھوڑا سا وقت ان کے لیے بہت پھیلا دیا جاتا ہے، جس میں بہت سا کام کر سکیں۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی تصدیق کے لیے بیان فرمایا کہ شیخ الشیوخ ابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سنا مرید تھا۔ اس کے متعلق یہ خدمت تھی کہ ہر جمعہ کو صوفیا کی جا نمازیں مسجد میں لے جا کر بچھا دیا کریں، اور جب نماز جمعہ ہو جایا کرے تو انھیں لے جا کر خانقاہ میں رکھ دیں۔ کسی ایک جمعہ میں انھوں نے سب جا نمازوں کو جمع کیا، اور باندھا کہ جامع مسجد لے جائیں، اور ارادہ کیا کہ دجلہ پر پہنچ کر غسل کر لیں۔ چنانچہ گئے اور دجلہ پہنچ کر کپڑا اتارا، اور نہانے کے لیے دجلہ میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دجلہ نہیں ہے، بلکہ یہ بالکل دوسری جگہ ہے۔ لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ مصر ہے۔ تو انھیں بہت تعجب ہوا۔ آخر پانی سے نکلے اور مصر شہر میں داخل ہوئے۔ جاتے جاتے ایک سونار کی دکان کے اوپر جا کر رکے، اور ان کے پاس وہی ایک کپڑا تھا، جس کو پہن کر نہانے کے لیے پانی میں گھسے تھے۔ جب اس دکان پر پہنچے، تو دکان دار نے فراست سے سمجھا کہ یہ بھی سنا رہے۔ اور کچھ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اچھا کار گیر ہے۔ اس کی آؤ بھگت کی، اور اپنے گھر لے گیا، اور اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا۔ سات سال تک یہ شخص وہاں رہا۔ اس درمیان میں تین لڑکے ہوئے۔

ایک دن اتفاقاً نہانے کے لیے کسی تالاب پر گئے۔ کپڑے اتار کر ایک کپڑا باندھ کر پانی میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ اب جو سر اٹھاتے ہیں،

تو اپنے کو دجلہ میں پاتے ہیں۔ اسی جگہ جہاں سات سال قبل نہا رہے تھے، اور دیکھا کہ کپڑے سب اسی طرح ساحل پر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو پہنا، اور خانقاہ آئے تو دیکھتے ہیں کہ جانمازیں اسی طرح رکھی ہوئی ہیں۔ تو بعض دوستوں نے کہا جلدی کیجیے۔ لوگ جامع مسجد جا چکے۔ یہ جانمازوں کو لے کر جامع مسجد پہنچے۔ انھیں بچھایا، اور نماز پڑھی۔ پھر جانمازوں کو لے کر خانقاہ پہنچے، پھر مکان آئے، تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کے دوست احباب کہاں ہیں، جن کی دعوت کی ہے؟ اور مچھلی تلنے کو کہا تھا، وہ تیار ہے۔ چنانچہ وہ لوگ حسب قرار داد آئے، اور مچھلی کھایا۔ پھر اپنے پیر و مرشد حضرت ابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا، اور مصر میں سات سال رہنے اور تین اولاد ہونے کا ذکر کیا۔ تو شیخ نے حکم دیا کہ جاؤ، اور اپنی بیوی بچوں کو لے آؤ۔ یہ مصر گئے، اور ان سب کو لے آئے۔

جب شیخ نے دیکھا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے، سچ ہے۔ تو پوچھا کیا تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ہوا تھا؟ اس پر کہا کہ ہاں! میرے دل میں اس آیت کریمہ کے متعلق خلجان تھا۔ **فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ** ۰ تو شیخ ابن سکینہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تمہارے اشکال کو دفع کیا، اور تمہارے ایمان کو صحیح رکھا۔ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے گا زمانہ وسیع کر دے گا۔ اور جس شخص کے لیے چاہے گا، تنگ کر دے گا۔ تو بہت بڑی مدت اس کے لیے چھوٹی کر دے گا۔

(۲۲) علامہ جامی قدس سرہ السامی نے ذکر کیا کہ اس کے قریب وہ واقعہ ہے جسے حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

فتوحات مکہ میں ذکر فرمایا کہ جوہری نے اپنے گھر سے آٹھا خمیر کیا ہوا لیا، اور نانباتی کے یہاں پکوانے کو لے گیا۔ اور وہ جنبی تھا، تو دریائے نیل کے کنارے نہانے گیا۔ دریا میں گھسا، اور غوطہ لگایا، تو اپنے نفس سے غائب ہو گیا جس طرح انسان خواب میں دیکھتا ہے۔

اس نے دیکھا کہ وہ بغداد میں ہے۔ اس نے وہاں شادی کی۔ چھ سال اس بیوی کے ساتھ رہا، اور اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ پھر اپنے نفس کی طرف پلٹا تو گھر آیا، اور اس واقعہ کو اپنی پہلی بیوی سے بیان کیا۔ جب کئی مہینہ اس کے گزر گئے تو اس کی دوسری بیوی بغداد سے آئی، اولاد اس کے ساتھ تھی، اس جوہری کا مکان پوچھ رہی تھی۔ جب اس کے مکان پر آئی اور اس شخص سے ملاقات ہوئی، تو دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا، اور اولاد نے بھی باپ کو پہچانا۔ اس بیوی نے اس عورت سے پوچھا کہ کتنے دن تم سے شادی کو ہوئے؟ اس نے کہا کہ چھ سال۔

(۲۳) کتاب مستطاب سبع سنابل شریف حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی سے منقول ہے کہ ایک شب مجھ کو مجھ سے لے لیا گیا، تو مجھ پر بہت بڑے لمبے واردات وارد ہوئے۔ پھر جس وقت میں آپے میں لوٹا یا گیا، تو میرے وضو کا پانی بھی خشک نہ ہوا تھا۔

(۲۴) سبع سنابل شریف ہی میں دوسرا واقعہ انھیں سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے مریدوں میں سے ایک شخص ہے کہ ایک گھنٹہ میں سو مرتبہ قرآن شریف پڑھتا ہے، جس کا ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہوتا ہے۔

(۲۵) اسی میں تیسرا واقعہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کا ہے کہ وہ دجلہ غسل کرنے کے لیے گئے۔ کپڑا اتارا، پانی میں گھسے، غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا، تو اپنے کو ہندوستان میں پایا۔ وہاں شادی کی، اور کئی سال رہے۔ اولاد پیدا ہوئی۔ پھر کسی دن وہاں ایک پانی میں غوطہ لگایا، تو اپنے آپ کو دجلہ میں پایا، کپڑے ویسے ہی رکھے ہوئے تھے۔ کپڑے پہن کر خانقاہ آئے، اور پیر بھائیوں کو دیکھا کہ وہ سب اسی نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں۔ جب یہ واقعہ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے بیان کیا، تو انہوں نے ایک آدمی ہندوستان بھیجا، اور اس کے اہل و عیال کو وہیں بلا لیا۔

(۲۶) اسی مبارک کتاب میں سلطان ہند ہمایوں بادشاہ کے عہد کا ایک واقعہ عجیب دلچسپ ذکر کیا کہ شہر شمس آباد میں ایک سیماوی، علم سیما کا ماہر تھا۔ لوگوں کو عجائبات دکھایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد معروف بہ استاذ، جو اکابر علماء سے تھے۔ اس کے یہاں تشریف لے گئے، اور خواہش ظاہر کی کہ ہم دونوں کو عجائبات دکھاؤ۔ اس نے ان دونوں کو بٹھایا، اور گھانس کا ایک جھونپڑا بنایا، اور اس جھونپڑی کو مکان کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا، اور علامہ احمد فرملی سے کہا کہ آپ اس کے اندر تشریف لے جائیں۔ انہوں نے جیسے ہی اس جھونپڑے میں قدم رکھا، ان کے ذہن سے یہ بات جاتی رہی کہ ہم دونوں یہاں عجائبات دیکھنے آئے ہیں۔ اور ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ہم اپنے گھر سے گجرات جا رہے ہیں۔ مراحل اور منازل قطع کر کے بعد مدت گجرات پہنچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا اس میں سے کچھ پھل توڑے۔ دیکھا کہ مالی شور مچا رہا ہے، اور کہہ رہا ہے۔ یہ سلطانی باغ ہے، اس میں سے

آپ نے کس طرح بے اجازت پھل توڑا؟ پھر ان کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور پیش کیا، اور شکایت کی۔

جب سلطان ہمایوں نے شیخ احمد فرملی کو دیکھا، تو فراست سے سمجھا کہ یہ معززین سے ہیں۔ مالی کو بہت ڈانٹا، اور شیخ احمد فرملی سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں، کہاں مکان ہے، کہاں جا رہے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا۔ سلطان ہند! میرا نام احمد فرملی ہے، مکان شہر قنوج ہے۔ یہاں اس لیے حاضر ہوں کہ سرکار میں کوئی نوکری مل جائے۔

ہمایوں بادشاہ نے کہا: مرحبا! میں نے اسے منظور کیا، دو گھوڑے دیے، ایک مکان، اور کھانے پینے کا سب سامان دیا۔ شیخ احمد فرملی وہاں رہنے لگے، وہیں شادی کی، اولادیں پیدا ہوئیں۔ بادشاہ کے پاس رہنے لگے۔ جب سلطان شکار یا گیند کھیلنے جاتا، تو ان کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ یہاں تک کہ پچاس سال ان کو بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے، اور بڑے بوڑھے ہو گئے۔ اتفاقاً انھوں نے ایک جھونپڑا دیکھا، اس میں گھسے، اور چند قدم چلے۔ اس جھونپڑے سے نکلے تو شیخ احمد عرف استاد کو دیکھا۔ ان سے معانقہ کیا، اور پوچھا آپ گجرات کب تشریف لائے؟ استاذ نے کہا: آپ کیا کہتے ہیں، یہاں گجرات کہاں؟ یہ تو شمس آباد ہے۔ ہم دونوں سیماوی کے گھر آئے ہیں، اور ابھی آپ اس جھونپڑی میں داخل ہو کر نکلے ہیں۔ اس وقت شیخ احمد فرملی کو آنا، اور اس سے عجائبات کا سوال کرنا سب یاد آ گیا۔ پھر اپنے آپ کو دیکھا تو ابھی نو جوان ہیں۔ شیخ احمد استاذ سے تمام وہ واقعہ بیان کیا، اور عمر بھر اس سے تعجب کرتے رہے۔

(۲۷) ابریز شریف میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا۔ جو دریا میں اترا، تھوڑی دیر کے بعد نکلا۔ تو اس کے ساتھی نے کہا: بہت دیر کیا، یہاں تک کہ مجھے فوت ہو جانے کا خوف ہوا۔ اس نے کہا کہ میں مصر سے آیا ہوں، اور مصر میں اتنے اتنے مہینہ رہا، وہاں شادی کی، میرے بچے وہاں ہیں۔

اس نے کہا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے؟ جو وقت دونوں پر گزرا، وہ فقط ایک گھنٹہ ہے۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ہی وقت ایک شخص کے لیے ایک گھنٹہ ہو، اور دوسرے کے لیے کئی مہینے ہوں؟ اس لیے کہ آفتاب جس سے گھنٹہ اور مہینہ ہوتا ہے، دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور یہ مشکل ترین بات ہے، جو مجھے کرامات اولیا سے پہونچی ہے۔ اس لیے کہ طی زمان طے مکان کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے کہ طی زمان میں وہ محذور ہے، جو طی مکان میں نہیں۔ حالانکہ حکایت مذکورہ متعدد شخصوں نے ذکر کیا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات سے عاجز نہیں۔ اللہ قادر ہے کہ صاحب حکایت کے لیے ایک زمانہ بنا دے، اور دوسرے لوگوں کے لیے دوسرا زمانہ کرے۔ تو اس قسم کے واقعات کا ہونا کچھ بعید نہیں۔

پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب بات دیکھی۔ میں نے چاشت کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ اس وقت تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اور جب میں ظہر کے وقت وہاں پہونچا، تو دیکھا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا اس کی صف میں اس کی جگہ بیٹھا ہوا ہے،

اور لڑکا بالغ ہے۔ تو چاشت کے وقت اس کے باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی، اس کے بعد شادی کی، لڑکا پیدا ہوا، بالغ ہوا، اور یہ سب ظہر کے قبل قبل ہو گیا۔ تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ جن تھا یا انسان؟ فرمایا: نہ جن نہ انسان۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عالم غیر متناہی ہیں۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۗ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو الگ واقعہ نہیں لکھا۔ اس لیے کہ مدت حمل و بلوغ اختلاف جنس کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حیوانات میں مشاہدہ ہے۔ تو جب وہ دوسری جنس ہیں، تو معلوم نہیں کہ ان کے حمل و بلوغ کا زمانہ کیا معتاد ہے؟ ممکن ہے حمل، ولادت، بلوغ، ان کے یہاں سب ایک ساتھ ہو۔ جیسا کہ احادیث میں جنیوں کے حق میں وارد ہے۔ واللہ اعلم

(۲۸) مصنف ابریز فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا: میری والدہ کے انتقال کے بعد گیارہ سال تک عجیب و غریب واقعات کا ظہور ہوا۔ ایک سال ایسا ہوا کہ جو باتیں میرے ساتھ ہونے والی ہیں، اپنے موت تک، ان سب باتوں کو میں نے دیکھ لیا۔ تو جن مشائخ کرام سے ملاقات کرنا ہے، ان سب کو دیکھا۔ جس عورت سے شادی ہونا تھی، اس کو دیکھا۔ اتنی مدت گزری کہ میرا لڑکا عمر پیدا ہوا، اور میں نے ساتویں دن اس کے عقیقہ کے لیے جانور ذبح کیا۔ پھر اس کے بعد جو باتیں ہونے والی ہیں، سب کچھ دیکھا۔ یہاں تک کہ میری لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔ اور جو کچھ فتوحات اس کی ولادت کے بعد ہونے والی ہیں، میں نے ان سب کو دیکھا۔ اور وہ تمام باتیں جو ہونے والی ہیں، سب کو میں نے دیکھا۔ ایک بات بھی پوشیدہ اور غائب نہ رہی۔

اسی طرح وہ سب کچھ جو میری عمر بھر میں ہونا ہے، ان سب کو میں نے دیکھا۔ اور یہ سب ایک مختصر ساعت میں ہوا۔ اور میں سویا ہوا نہ تھا کہ کہا جائے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں۔

(۲۹) حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجموہر میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو ایک مہینہ سے کم میں تالیف کیا۔ اور اس کے لیے فتوحات مکبہ اس کے مباحث کی تعداد میں دیکھا۔ یعنی ہر بحث کے لیے کتاب شروع سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا، تاکہ اس باب کے مناسب مضمون و عبارت نقل کر سکوں، اور لوگوں نے اسے میری کرامت میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ فتوحات شریف کی دس جلدیں ضخیم موٹی موٹی ہیں۔ اور میں ہر روز ڈھائی مرتبہ کتاب مذکور دیکھا کرتا تھا، تو اس حساب سے میں روزانہ پچیس جلدیں دیکھتا تھا۔

میں نے کرامت کی بحث میں بیان کیا ہے کہ صاحب کرامت پر یہی واجب ہے کہ اپنی کرامت پر ایمان لائے، جس طرح اس پر ضروری ہے کہ جب کوئی کرامت کسی غیر کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کی تصدیق کرے۔ اس لیے اس کرامت پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں۔ والحمد لله اولاً و آخراً۔



[۷] نفسی الفی عن بنورہ اضلہ کل شیئ [۱]

پروپیگنڈا کی تعریف یورپ والے یہ کرتے ہیں کہ ”آدمی غلط بات کو اس طرح اور اس قدر کثرت سے بیان کرے کہ خود بیان کرنے والا اور جاننے والوں کو بھی اس کی صداقت کا یقین ہو جائے“۔

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک رئیس نے ایک گھوڑا بہت ہی قیمت کا خریدا، جو نہایت ہی حسین اور خوبصورت ہاتھ پاؤں کا بہت اچھا تھا۔ لیکن ایک خاص عیب اس میں یہ تھا کہ جہاں گاڑی میں جوتا گیا، بیٹھ گیا۔ دو قدم چلنے کا نام نہ لیتا۔ ہزار ہا ترکیبیں کی، مگر کسی طرح وہ صحیح نہ ہوا۔ آخر بدرجہ مجبوری اس نے ایک سوار کو بلا کر کہا کہ ”میں چاہتا ہوں کہ اس گھوڑے کو علیحدہ کر دوں، اس میں یہ نقص ہے۔ تم بڑے بڑے لوگوں میں اس کی تعریفیں کرو کہ کوئی خریدار ٹھہر جائے“ اس نے کہا کہ مجھے کیا ملے گا؟ رئیس صاحب نے کہا کہ ”تمہیں دو سو روپیہ انعام دوں گا“۔

چنانچہ اس شخص نے اس کا پروپیگنڈا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک دن متعدد رؤسا اس کو دیکھنے، اور خریدنے کے لیے آگئے۔ دیکھنے میں تو ماشاء اللہ چشم بد دور، ایک ہی تھا۔ دیکھنے کے ساتھ لوگ ہزار جان سے عاشق ہو گئے، اور ہر ایک نے خریداری کی ٹھان لی کہ جو کچھ بھی قیمت دینی پڑے، مگر ایسے گھوڑے کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ اس پر سونے پر سہاگہ اس سوار دلال کی لچھے دار تقریر ہوئی، ایسے ایسے فضائل و صفات گھوڑے کے بیان کئے، کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایسا گھوڑا مجھے مل جائے۔

جس وقت وہ لچھے دار، زوردار تقریر محاسن و کمالات کے کر رہا تھا، وہ رئیس صاحب بھی اس مجمع میں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔ سنتے سنتے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس دلال کو بلا کر چپکے سے کہا ”میں ایسے گھوڑے کو بیچنا نہیں چاہتا، تم کسی ڈھب سے ان سب کو رخصت کر دو“

اس نے کہا کہ جناب والا! اگر گھوڑا بک جائے گا، تو مجھے دو سو روپے ملیں گے۔ آپ نہیں بیچیں گے تو میں اتنے دنوں سے جو کدو کاوش کر رہا ہوں، مجھے کیا فائدہ؟“ رئیس صاحب نے بکمال مسرت فرمایا کہ دو سو روپے میں اپنے پاس سے تم کو دیتا ہوں، لو۔ یہ کہا اور دو سو روپے دلال کے حوالے کیے۔ چنانچہ اس شخص نے باحسن وجوہ سب کو ٹال دیا اور ہر شخص سے یہ خواہش ظاہر کیا کہ رئیس صاحب کی خواہش ہے کہ یہ گھوڑا آپ کو دیں، مگر اس وقت اور حضرات بھی ہیں، ان کی دل شکنی ہوگی۔ بہتر ہے کہ کل تنہا آپ تشریف لے آئیں، اور اس کے متعلق بات چیت طے کر لیں۔

جب وہ دلال اور وہ لوگ چلے گئے، تو رئیس صاحب جو گھوڑے کی تعریف سن کر سب سے زیادہ گرویدہ اور عاشق و شیدا ہو چکے تھے، گھوڑے کو گاڑی میں جو تو آیا۔ اور جیسے ہی سوار ہوئے کہ وہ گھوڑا حسب عادت بیٹھ گیا۔ رئیس صاحب بہت پریشان ہوئے کہ اس دلال نے اس گھوڑے کی ایسی تعریف کی کہ اگر چاہے تو ران سواری کے لیے بھی مناسب ہے، اور چاہے تو گاڑی پینڈ و فض میں جوتے، اتنا عمدہ چلتا ہے کہ آپ عیش عیش کر جائیں گے۔ اور یہ تو حسب عادت بیٹھ گیا۔

فوراً اس دلال کو بلوایا، اور اس سے شکایت کی۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں

ایسی تعریفیں نہ کرتا، تو وہ سب لوگ اس درجہ گرویدہ کیونکر ہوتے۔ اگر میں اصل حال کہہ دیتا، تو کس کو کتے نے کاٹا ہے کہ اپنا روپیہ پھینکتا۔ الغرض وہ رئیس صاحب اپنی حماقت پر سخت نادم ہوئے، اور خاموش ہو گئے۔

یہ پروپیگنڈا انگریزوں سے بنگالیوں نے سیکھا، ان سے عام ہنود نے، ان سے کانگریسی مسلمانوں، اور ان سے دیوبندی مولویوں نے۔ یہ لوگ اگرچہ تلمیذ التلامذہ ہیں۔ مگر اس قدر ترقی کیا کہ استاذ الاساتذہ ہو گئے۔ ان لوگوں کا پروپیگنڈا تو دنیوی امور، سیاسی باتوں میں ہوا کرتا تھا، یہ لوگ دینی باتوں میں پروپیگنڈا کرنے سے نہ چو کے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جس علم و فضل کے آدمی ہیں، دنیا واقف ہے۔ اور ان کی تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رشیدیہ ان کی کیت معلومات و کیفیت محصولات پر روشن دلیل ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کے ذکر میں بعض بعض فتاویٰ اور تحریرات گنگوہی صاحب کی موازنہ کے لیے نقل کی جائیں گی، ان سے واضح ہوگا۔ لیکن مولوی عاشق الہی صاحب میرٹھی نے تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۴، ۳۵ پر آپ کے علم و فضل کا جو پروپیگنڈا کیا ہے، انھیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہوں۔

معقول کے ہر فن میں پوری دست گاہ پا کر لاثانی، اور منقول کے ہر علم میں کامل رسوخ حاصل فرما کر بے نظیر عالم بنے..... خلاصہ یہ ہے کہ صحاح ستہ کے علاوہ معقول میں منطق و فلسفہ ادب و ہیئت و ریاضی اور منقول میں تفسیر و اصول و فقہ و معانی وغیرہا کی اکثر کتابیں آپ نے مولانا الشیخ مملوک اعلیٰ صاحب سے پڑھیں، اور صحاح ستہ قریب قریب کل حرفاً حرفاً حضرت عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

پڑھا۔ دہلی میں بزمانہ طالب علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا، اس کی مدت کو دیکھیے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے، اور اس مبلغ علم و استعداد کو ملاحظہ فرمائیے، جس کا مخالفین کو بھی اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں۔ دونوں پر نظر ڈال کر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں یہ سمندر کیونکر پلایا گیا۔

یہ پروپیگنڈا تو دوسروں کے دلوں میں گنگوہی صاحب کا علمی وقار جمانے کو کیا گیا تھا۔ مگر کمال پروپیگنڈا بھی یہ ہے کہ خود بھی اس کو حق سمجھنے لگے۔ چنانچہ تذکرۃ الرئیس کے اسی حصہ میں آپ نے شبہات و شکوک قرآنیہ و حدیثیہ و فقیہہ کے جوابات اور پچاس فتویٰ بھی نمونہ درج کیا ہے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی۔ اس لاثانی معقولی اور بے نظیر منقولی کے فتاویٰ تین حصوں میں شائع کیا ہے۔ مجھے بھی ایک مرتبہ فتاویٰ ریبیہ حصہ اول کے مطالعہ کا موقع ملا۔ جیسے ہی ورق لوٹا ہے ص ۱۷ پر ایک استفتاء مع جواب نظر پڑا۔ جو افادہ ناظرین کے لیے درج کیا جاتا ہے:-

**سوال :-** سایہ مبارک رسول اللہ ﷺ کا پڑتا تھا یا نہیں۔ اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الملک بن عبد اللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا، سند اس حدیث کی صحیح ہے، یا ضعیف، یا موضوع، ارقام فرمائیں۔

**الجواب :-** یہ روایت صحاح کتب میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے؟ نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجھے اس جواب کو دیکھ کر جس درجہ حیرت ہوتی ہے، اس سے زیادہ ذہاب علم

وقلت علما پر حسرت ہوتی ہے۔

ع : آدمیاں گم شدن ملک خدا خر گرفت

کا نقشہ نظر آتا ہے۔ سوال و جواب کے موازنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مجیب صاحب سے علم میں سوائے سائل ہی معلوم ہوتا ہے۔

اولاً: - اس کو معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

ثانیاً: - وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ دعویٰ بے دلیل نہیں، بلکہ احادیث سے ثابت ہے

ثالثاً: - وہ حدیث ذکوان سے مروی ہے۔

رابعاً: - اس حدیث کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

خامساً: - جس کتاب میں روایت کیا، اس کا نام نوادر الاصول ہے۔

سادساً: - سائل کو یہ بھی معلوم ہے کہ حدیث بلاغ یا تعلیقات سے نہیں ہے

بلکہ مسند ہے۔ محدث نے مع اسناد کے ذکر کیا ہے۔

وہ فقط اتنی بات دریافت کرتا ہے کہ اس کی سند کیسی ہے؟

لیکن مجیب صاحب نے اور وہ بھی کیسے مجیب؟ معقول میں لاٹانی، منقول

میں بے نظیر۔ جن کے مبلغ علم اور استعداد کے نہ صرف تلامذہ و موافقین ہی قائل

ہیں، بلکہ چشم بد دور مخالفین بھی معترف ہیں اور اعتراف کریں نہیں تو کیا کریں؟

کہ اس کے سوا چارہ ہی نہیں۔ ان کی قابلیت میں، لاٹانی استعداد میں، بے

نظیر ہونا، تو گویا آفتاب سے بھی اظہر و ابین ہے۔ تو اس کا انکار آفتاب نصف

النہار بے سحاب کا انکار کرنا ہے۔ جواب میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

اول: یہ روایت صحاح کتب میں نہیں۔

بجا و درست علی الراس والعین۔ لیکن سائل نے کب اس کا دعویٰ کیا تھا، یا اس کو

پوچھا تھا کہ روایت صحاح کتب میں ہے یا نہیں، یا کب اس کے متعلق سوال کیا تھا؟

دوم: نوادر کا حال بندہ کو معلوم نہیں۔

واقعی لاثانی معقولی، بے نظیر منقولی کی شان یہی ہونی بھی چاہیے۔ اگر اس نے نوادر کو بھی جان لیا، تو لاثانی اور بے نظیری کیا ہوئی؟ یہ تو عام علما بھی جانتے ہیں۔

سوم: نواہد الاصول حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔

دریں چہ شک۔ لیکن اس افادہ عالیہ کا فائدہ کیا؟ کب سائل نے لکھا تھا کہ ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن ترمذی و کتاب العلق وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، جو اس گہر افشانی کی ضرورت پڑی۔ اس جواب سے جو ابجھن طالب تحقیق کو ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔ کیا گول جواب ہے کہ نہ مسئلہ ہی کی تحقیق ہو سکتی ہے، نہ روایت ہی کی توثیق۔

حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مآۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارک کہ نفی الفی عن بنورہ اضواء کل شیئ مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، جس میں اس مسئلہ کی بروجہ کمال تحقیق فرمائی ہے۔ جزاء المولیٰ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

یہ رسالہ ۱۲۹۶ھ کی تصنیف ہے۔ جس کی تصنیف کو اکہتر سال ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ بار دوم رضوی پریس بریلی میں بفرمائش جناب مولوی تقی علی خان صاحب قادری رضوی بریلوی باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان

صاحب قادری رضوی نبیرہ اعلیٰ حضرت، چھ ورق یعنی ۱۲ صفحے پر چھپا ہے۔ پہلا صفحہ ٹائٹل پیج ہے۔ اور دوسرے صفحے سے رسالہ شروع ہوا ہے۔ ابتدا میں ایک خطبہ بدیعہ ہے۔ جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَعْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ  
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیْنَا مِنْ نُوْرِهِ ÷ وَفَتْقَ الْاَنْوَارَ  
 جَمِیْعًا مِنْ لَمْعَاتِ ظَهْوَرِهِ ÷ فَهُوَ صَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُوْرُ  
 الْاَنْوَارِ ÷ وَمَدَّ جَمِیْعَ الشَّمْسِیِّ وَالْاَقْمَارِ ÷ سَمَاءَ رَبِّهِ فِیْ کِتَابِهِ  
 الْکَرِیْمِ نُوْرًا وَسِرَاجًا مَنِیْرًا فَلَوْلَا اِنَارَتُهُ لَمَّا اسْتَنْارَتِ شَمْسٌ ÷ وَلَا  
 تَبِیْنَ یَوْمَ مِنْ اَمْسٍ ÷ وَلَا تَعِیْنَ وَقْتُ لِلْخَمْسِ ÷ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی  
 عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی الْمُسْتَنْیِرِیْنَ بِنُوْرِهِ الْمَحْفُوْظِیْنَ عَنِ الطَّمْسِ ÷  
 جَعَلْنَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُمْ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ لَا یَسْمَعُ الْاَهْمَسَ۔

اس خطبہ بلیغہ کے بعد ایک سطر کا سوال ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ تھا یا نہیں؟

بینوا وجرؤا

اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا:-

بے شک اس مہر سپہر اصطفیٰ، ماہ منیر اجتہا، ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا۔ اور یہ امر احادیث و اقوال علمائے کرام سے ثابت، اور اکابر ائمہ، اجلہ فاضلین و مقتدان کا ملین کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفا عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے۔ اور مفتی عقل و قاضی نقل نے باہم اتفاق کر کے اس کی تائیس تشدید کی۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے حسب ذیل سولہ اکابر علما کا نام تحریر فرمایا، جنہوں نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ نہ ہونے کی تصریح فرمائی:-

- [۱] حافظ رزین محدث
  - [۲] علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور
  - [۳] امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفا فی تصرف حقوق المصطفیٰ
  - [۴] امام عارف باللہ سیدی جلال الملمتہ والدین محمد بنی رومی قدس سرہ
  - [۵] علامہ حسین بن محمد یار بکری
  - [۶] صاحب سیرت شامی
  - [۷] مصنف سیرت حلبی
  - [۸] امام علامہ جلال الملمتہ والدین سیوطی
  - [۹] امام شمس الدین ابوالفرح ابن جوزی محدث صاحب الوفاء
  - [۱۰] علامہ شہاب الدین خفاجی صاحب نسیم الریاض
  - [۱۱] امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب اللدینیہ لمنہ مصدبہ
  - [۱۲] فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب اللدینیہ
  - [۱۳] شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی
  - [۱۴] جناب شیخ مجد الف ثانی فاروقی سہندی
  - [۱۵] بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی
  - [۱۶] شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی وغیرہم
- رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔



اس کے بعد ان کتابوں کی عبارتیں تحریر فرمائی، جن میں رسول اللہ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی تصریح ہے۔ مثلاً حکیم ترمذی کی روایت ذکوان سے۔۔۔ حافظ علامہ ابن جوزی محدث

اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کی روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔۔۔ امام جلال الملتہ والدین سیوطی کی کتاب خصائص کبریٰ و المونج اللیب فی خصائص الصیب۔۔۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شفاء شریف۔۔۔ علامہ شہاب الحق والدین خفاجی کی کتاب نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض۔۔۔ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ کی 'مثنوی شریف' دفتر پنجم۔۔۔ مولانا بحر العلوم کی 'شرح مثنوی' شریف۔۔۔ علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی کی مواہب لدنیہ و منہ مصدیم۔۔۔ علامہ شامی کی سیرت۔۔۔ علامہ حلبی کی سیرت۔۔۔ علامہ زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ۔۔۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری کی کتاب الضمیر فی احوال انفس نفیس ﷺ۔۔۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار۔۔۔ امام نفی کی تفسیر مدارک۔۔۔ امام ابن حجر مکی کی افضل القری۔۔۔ علامہ سلیمان جمل کی فتوحات احمدیہ شرح ہمزیم۔۔۔ فاضل محمد ابن فہمیہ کی اسعاف الراغبین فی سیرت المصطفیٰ و اهل بیتہ الطاہرین۔۔۔ صاحب مجمع البحار کی مجمع البحار۔۔۔ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی کی مدارج النبوة۔۔۔ جناب شیخ مجدد الف ثانی کی 'مکتوبات' جلد سوم مکتوب یک صد و بست و دوم۔۔۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ الحدیث دہلوی کی

تفسیر عزیز سوری سورہ واسی کی عبارتوں سے اس مسئلہ پر استدلال فرمایا۔  
بطور نمونہ علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مواہب  
کی ایک عبارت پر اکتفا کرتا ہوں۔

(ولم یکن له صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر) لانہ  
کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبة انوارہ قیل حکمة ذالک  
صیانة عن ان یطأ کافر علی ظلہ [رواہ الترمذی العکیم عن ذکوان] ابی  
السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولیٰ عائشہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا وکل منهما ثقة من التابعین فهو مرسل لکن روی ابن  
المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لم  
یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط  
الا غلب ضوئہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوئہ  
ضوء السراج (وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نورا  
فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا یتظہر له ظل) لان النور لا ظل  
له (وقال غیرہ ویشہد له قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی  
دعائہ) لما سئل اللہ تعالیٰ ان یجعل فی جمیع اعضائہ وجہاتہ نورا  
ختم بقوله (واجعلنی نورا) والنور لا ظل له وبہ یتم الاستشہاد اھ

یعنی حضور اقدس ﷺ کا آفتاب اور ماہتاب میں سایہ نہ پڑتا تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ  
حضور نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا۔ اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں۔ سبب اس کا یہ  
تھا کہ حضور کا نور ساطع تمام انوار عالم پر غالب تھا۔ اور بعض علما نے کہا کہ حکمت اس کی  
رسول اللہ ﷺ کو بچانا ہے، اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر پڑے۔ اس حدیث کو

حکیم ترمذی نے ذکوان ابوالسمن زیات مدنی یا ابو عمرو مدنی غلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ اور یہ دونوں، ثقہ، طبقہ تابعین سے ہیں۔ تو یہ حدیث مرسل ہوئی۔ اور عبد اللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث نے حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا، اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے، مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا۔ اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیا میں مگر یہ کہ حضور کی تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔ اور ابن سبع نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نور تھے، تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے، آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ اس لیے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسرے علمائے فرمایا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تمام اعضاء اور شش جہات کو نور کر دے۔ تو اس دعا کو آپ نے ان لفظوں پر ختم فرمایا۔ ”اور مجھ کو سراپا نور کر دے“ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، اور اسی وجہ سے استشہاد تمام ہوتا ہے۔ اھ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ:

فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ استدلال امام ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علماء سابقین نے حدیث واجعلنی نوراً سے استشہاد اور علمائے لاحقین اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔ ہمارے مدعا پر دلالت واضح ہے۔

دلیل شکل اول بدیہی الانساج دو مقدموں سے مرکب۔

’صغریٰ‘ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نور ہیں۔ اور

’کبریٰ‘ یہ کہ نور کے لیے سایہ نہیں۔

جو ان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا۔ نتیجہ یعنی — رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا — آپ ہی پائے گا۔

مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں، جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو۔

’کبریٰ‘ تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدہ بصر و شہادت و بصیرت سے ثابت۔ سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو، اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب۔ نور کا سایہ پڑے، تو تنویر کون کرے؟ اس لیے دیکھو کہ آفتاب کے لیے سایہ نہیں۔

اور ’صغریٰ‘ یعنی حضور والا ﷺ کا نور ہونا۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں۔ مگر تبکیت معاندین کے لیے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا** و **وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذَنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا** ۵ (سورہ احزاب آیت ۴۵/۴۶)

یعنی اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوش خبری دینے والا، ڈرسانے والا، اور خدا کی طرف بلانے والا، اور چراغ چمکتا۔

یہاں ’سراج‘ سے مراد چراغ ہے، یا ماہ، یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں۔ اس کے بعد حضور کا نور ہونا قرآن شریف کی آیات کریمہ و احادیث بخاری و مسلم و احادیث ابن عباس و ابو ہریرہ و ربیع بنت مسعود اور ابو فرصانہ کی ماں اور خالہ اور حضور اقدس ﷺ کی والدہ ماجدہ سے ثابت فرمایا۔ پھر علامہ فاسی کی کتاب مستطاب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے عبارت نقل فرمایا۔

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يضيئ البيت المظلم  
من نورہ - نبی ﷺ کے نور سے خانہ تاریک روشن ہو جاتا۔

اس عبارت کی نقل کے بعد فرماتے ہیں:

اب نہیں معلوم کہ حضور کے لیے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا  
آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا، یا انوار کے لیے سایہ مانے گا؟  
پھر حضور کی بشریت کی وجہ سے اپنے اوپر قیاس کا رد بدلائل فرما کر ارشاد  
فرمایا:

الا ان محمدا بشر لا كالبشر هو يا قوت بين الحجر صلى الله تعالى

عليه وعلى آله وصعبه اجمعين وبارك وسلم۔

اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:-

ہم پر بلاغ مبین تھا اس سے فراغت پائی۔ اور جو ابھی تیرے دل میں کوئی  
شک و شبہ ہمارے کسی دعوے یا دلیل پر، یا کسی اجمال کی تفصیل، درکار ہو تو فقیر  
کا رسالہ کی بہ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلى آله  
الصلاة والسلام جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ  
کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیان شافی پائے گا، اور مرشد کافی۔ ہم نے اس  
رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے۔ وصلى الله تعالى على سيدنا  
ومولانا محمد وآله واصحابه واطهاره وانصاره واتباعه اجمعين الى يوم الدين آمين

والحمد لله رب العالمين ☆

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمد بن المصطفیٰ ﷺ

[۱۴] انفس الفکر فی قربان البقر [۲]

استاذ الاساتذہ جناب مولانا مولوی حاجی حافظ محمد عبدالحی بن مولانا محمد عبدالحلیم صاحب لکھنوی، نہ صرف لکھنویا یوپی بلکہ ہندوستان کے افاضل علما سے ہیں۔ ۱۲۶۲ھ اخیر شہرہ ذی قعدہ میں شہر باندا میں عالم وجود میں آئے، جب کہ آپ کے والد صاحب رحمہ اللہ علیہ وہاں مدرس تھے۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ اور دس سال کی عمر میں حافظ قرآن مجید ہو گئے۔ اور اسی درمیان میں خوشنویسی سیکھا۔ اور بعض کتابیں فارسی کی بھی پڑھ لیں۔ جب عمر شریف ۱۱ سال کی ہوئی تو علوم عربیہ پڑھنا شروع کیا، اور سترہ سال کی مدت میں تمامی کتب درسیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ آپ نے جملہ کتابیں علوم و فنون کی اپنے والد ماجد صاحب ہی سے پڑھیں۔ بجز بعض کتب علم ہیئت، کہ اسے مولانا محمد نعمت اللہ مرحوم متوفی ۱۲۹۰ھ سے حاصل کیا، اور سترہ ہی برس کی سن سے تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۲۹۳ھ یعنی زمانہ تصنیف و تالیف رسالہ تاریخ مسکنی بہ الفوائد البہیہ فی تراجم العنقیہ اور اس کا حاشیہ مسکنی بہ التعليقات السنیہ علی الفوائد البہیہ تک جب کہ حضرت ممدوح کی عمر ۲۹ سال کی تھی، منقول معقول من جملہ تصانیف چوالیس کتابیں تھیں۔ جن میں اکثر نام تمام تھیں۔ ان کے ناموں کی تفصیل رسالہ النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير سے معلوم ہو سکتی ہے۔

مولانا موصوف دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ ۱۲۷۹ھ میں ماہ رجب میں حیدرآباد

سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے، اور وہاں سے بذریعہ کشتی ماہ شعبان میں روانہ ہو کر  
 اخیر عشرہ رمضان شریف میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کے بعد اخیر ذی الحجہ میں مدینہ  
 طیبہ روانہ ہوئے، اور دوسری محرم ۱۲۸۰ھ کو مدینہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ اور  
 آٹھ دن قیام کر کے عاشورہ محرم کے دن وہاں سے مکہ مکرمہ واپس ہو کر ۱۰ صفر  
 تک ٹھہرے رہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر جدہ پہنچے، اور پھر کشتی پر سوار ہو کر  
 ربیع الاول شریف کے عشرہ سہمی میں بمبئی اور اوائل جمادی الاولیٰ میں حیدرآباد  
 داخل ہوئے۔ اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۲ھ ۱۵ شوال کو حیدرآباد سے روانہ ہو کر بمبئی  
 پہنچے۔ وہاں سے ۲۱ شوال کو بذریعہ جہاز روانہ ہو کر ۵ رذی قعدہ کو جدہ، اور ۱۰  
 ذی قعدہ کو مکہ معظمہ پہنچے۔

میں قیام کر کے جدہ تشریف لائے، اور ۸ صفر کو جہاز پر سوار ہوئے، اور بخیر  
 وعافیت ۲۱ صفر کو بمبئی داخل ہوئے۔ بمبئی سے روانہ ہو کر ۵ ربیع الاول شریف کو  
 وطن مالوف لکھنؤ پہنچے۔

اگرچہ آپ جامع علوم و فنون تھے، مگر تعلیم و تدریس کی طرف اعتنائے تام  
 فرمایا۔ اور تصنیفات میں درسی کتابوں کی شروع و حواشی بہت زیادہ کتابیں تحریر  
 فرمائیں۔ یہ احسان آپ کا طلبہ و مدرسین پر ہے کہ آپ کے زمانہ کے طلبہ اور  
 بعد کے مدرسین کسی طرح اس احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ جس کتاب  
 کی شرح یا حاشیہ لکھتے، غایت توجہ اور متعدد کتابوں کی مدد سے اس کو پانی  
 کر دیتے۔ جیسے التعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد۔ وعمدۃ الرعاہ  
 حاشیہ شرح وقایہ۔ اور حاشیہ ہدایہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔

آپ اپنے وقت میں مرجع الفتاویٰ بھی تھے۔ دور دراز مقامات سے استفتاءات

آیا کرتے، اور آپ ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ جن کا مجموعہ  $\frac{26 \times 20}{8}$

تقطیع پر تین حصوں میں طبع ہوا ہے۔ (جلد اول مع فہرست ۸۴۰۰ صفحات، جلد دوم مع فہرست ۲۱۰ صفحات، جلد سوم مع فہرست و اشتہار ۱۶۰ صفحات مجموعہ ۷۹ صفحات)۔ اگرچہ اس میں کافی حصہ دوسرے علما کے فتاویٰ و تصدیقات کا ہے۔ کسی عالم نے کوئی فتویٰ لکھا، دوسرے علما نے تصدیقات لکھیں، آخر میں آپ کے پاس صحیح و تصدیق کے لیے آیا۔ آپ نے الجواب صحیح یا صواب الجواب لکھ کر دستخط کر دیا، وہ پورا فتویٰ و تصدیقات آپ کے فتاویٰ میں درج ہو کر اشاعت پذیر ہو گیا۔

جس طرح بعینہ یہی حالت فتاویٰ رضویہ کی بھی ہے کہ دوسروں کے فتاویٰ بکثرت اس میں داخل ہیں۔ اس زمانہ میں اور علما کے فتاویٰ کا بھی یہی طریقہ رہا۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڑھی بہاری ثم الدہلوی کے فتاویٰ کا بھی یہی ڈھنگ ہے۔

اس سے مراد اگر ہے تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا فتاویٰ مسما بہ العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ کہ باوجود بڑی تقطیع یعنی تصدیق و ترمذی شریف کی تقطیع پر ۱۲ جلد میں ہونے اور ہر جلد تقریباً نو سو صفحات پر مشتمل ہونے کے بھی ایک فتویٰ کسی دوسرے کا داخل کر کے حجم نہیں بڑھایا گیا ہے۔ بلکہ جملہ فتاویٰ فقط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ہی کے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

الغرض اگرچہ آپ (مولانا عبدالحی) کے مجموعہ فتاویٰ ہر سہ جلد میں بہت سے سوالوں کے جوابات اور عامتہ میں کے لیے کافی افادات ہیں۔ لیکن جو کامیابی اور مقبولیت ایک مدرس اور شارح و محشی کتب درسیہ کی حیثیت سے آپ کو ہوئی،



مفتی و مصنف کتب دینیہ ہونے کی حیثیت نہیں رہی۔ اور ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک شخص جامع علوم و فنون ہو، مدرس بھی ہو، مصنف بھی۔ شارح بھی ہو، محشی بھی۔ محدث بھی ہو، فقیہ بھی۔ واعظ بھی ہو، مفتی بھی۔

علمائے کے لیے ایک بہت بڑی صفت زبانِ قلم پر قابو رکھنا ہے۔ تجویز جس پایہ کا ہو اس کے لیے ویسا ہی لفظ استعمال کرے۔ نہ چھوٹے کو بڑھا کر بڑوں میں ملا دے۔ نہ بڑوں کے لیے، چھوٹوں کے لیے جو لفظ مناسب ہے استعمال کرے۔ اور یہ بات ابتداء مولانا عبدالحی صاحب میں تھی۔ اسی لیے دیگر علمائے معاصرین متدینین کو ان سے سخت شکایت تھی۔ مثلاً

[۱] موطا امام محمد کے حاشیہ میں ایک جگہ لکھا:-

وهنا وهم اخر لصاحب هذا الكتاب

اللہ اکبر! امام محمد، جن کی روایت پر تمام حنفی مذہب کا درو مدار، جن کی شاگردی پر امام شافعی، امام احمد بن حنبل کو فخر تھا، ان کا وہم یہ حضرت دکھائیں۔

[۲] اسی طرح ایک جگہ لکھا:-

واستدلوا لابی حنیفة بوجوه کلها واهیة

[۳] حاشیہ ہدایہ میں:-

وان ماتت فیہا آدمی او شاة

پر افادہ فرمایا۔

الظاهر انه عطف علی شاة فیلزم تانیث الفعل مع تذکیر

فاعله .....

وہ تو خدا کا شکر ہے کہ باوجود حافظ ہونے کے یہ آریہ گریہ کذب قبلہم

قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٍ وَفِرْعَوْنَ وَذِي الْأَوْتَادِ اس وقت پیش نظر نہ رہی، ورنہ اس آیت پر بھی اعتراض کر بیٹھتے، اور فرماتے۔

الظاهر انه عطف على قوم فيلزم تانيث الفعل مع تذكير فاعله .....

[۴] حاشیہ شرح و قایہ میں بحث اشارہ سبباً بہ وقت تشہد میں فرمایا۔

فتقلید المشائخ الذین افتوا بالکراهة مخالفاً لفعل النبی ﷺ

ولا قول امامنا وتلامذته لا سيما بعد وضوح الحق و سطوع الصدق لا يليق بشان الخ

[۵] امام طحاوی حنفی۔ صہ اللہ علیہ جن کی جلالت شان شمس و امس کی طرح ظاہر، اور حنفیوں پر دینی خدمت اور تقویت مذہب کا احسان باہر، ان کے متعلق فوائد ہیبتیہ کے حاشیہ ص ۱۰ پر فرمایا:-

قد سلك فيه مسلک الانصاف وتجنب عن طريق الاعتصاب في بعض المواضع قد عزل النظر فيها عن التحقيق وسلك مسلک الجدل والخلاف غير الانيق ..

[۶] اسی طرح باوجود ادعائے حنفیت قلم میں آزادی تھی۔ جمعہ کے لیے حنفیہ کے یہاں جو جو شرطیں ہیں، کتب حنفیہ ان سے گونج رہی ہیں۔ مگر فاضل لکھنوی کے نزدیک کوئی شرط نہیں تھی۔ جیسے اور پنج وقتہ نمازیں فرض ہیں، ایسا ہی جمعہ بھی، بغیر شروط کے فرض ہے۔ جس جگہ جو چاہے پڑھے۔ فقط دو خطبے اس میں زائد ہیں، و بس۔

مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ص ۷۸ میں ہے:-

نماز جمعہ مثل نماز پنج گانہ کے فرض ہے، جو شرطیں ان میں ہیں، وہ اس میں ہیں فقط دو خطبوں کی زیادتی ہے۔ شہر ہو یا دیہات ہر جگہ بلا شرط شہر و بادشاہ و نائب اس کے، بغیر کراہت صحیح ہے۔

یہ جواب اگرچہ محمد عبدالعزیز کا لکھا ہوا ہے۔ اور مولوی نذیر حسین صاحب اور دیگر غیر مقلد مولویوں کی تصدیق و تصویب ہے۔ لیکن سب سے اخیر میں آپ کی رجسٹری ہے۔

صو الجواب واللہ اعلم حرره الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبدالمی نجافہ اللہ عن ننبہ الجلی والغفی

[۷] اسی طرح صلاۃ جہریہ میں امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت کرنا سکتا امام میں، جس سے استماع میں خلل نہ ہو، مستحسن لکھا۔  
حاشیہ شرح و قایہ میں ہے:-

وعلیٰ هذا فلا یستنکر استحسانها فی الجہریۃ ایضا اثناء  
سککات الامام بشرط ان لا یخل بالاستماع....

یہ دونوں مسئلے فاضل لکھنوی کے چاروں ائمہ کے خلاف ہیں۔

[۸] پھر لطف یہ کہ جس طرح بعض بعض تحقیقات خاصہ مخالف مذہب سنی ہیں، اسی طرح بعض بعض تحقیقات موافق مسلک وہابیہ بھی ہیں۔ مثلاً

یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ سنیوں میں بلا تکبر

دائر و سائر ہے۔ رسالہ نصیبہ مجددیہ کے حاشیہ میں بذکر حوالہ خواجگان خواجہ

بزرگوار حضرت بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ مولوی کبیل احمد صاحب سکندر

پوری نے لکھا ہے کہ:

وصیت کردہ بودند کہ پیش جنازہ ما این بیت خوانند

مفلسائیم آمدہ درکوائے تو: شیخاللہ از جمال روئے تو  
مجموعہ فتاویٰ (مولانا عبدالحی) میں ہے۔

ازیں چنین وظیفہ احترام لازم و واجب۔ اولاً: ازیں جہت کہ ایں وظیفہ  
متضمن شیخاللہ ست و بعض فقہا از ہم چولفظ حکم کفر کردہ اند۔ ثانیاً:  
ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن ست نداء اموات از امکانہ بعیدہ و شرعاً  
ثابت نیست کہ اولیاء اقدرتے ہست کہ از امکانہ بعیدہ ندادار باشند۔

[۹] اسی طرح دوسرا مسئلہ مولوی صاحب موصوف کا مخالف اہل سنت  
و جماعت و مطابق وہابیہ یہ ہے کہ قیام جو بوقت بیان ذکر ولادت شریف مجلس  
میلا د میں کیا جاتا ہے، اس کو بدعت سیئہ و مکروہہ لکھا ہے۔

مجموعۃ الفتاویٰ ہی میں ہے:-

قیام جو بوقت بیان ولادت نبویہ ﷺ کیا جاتا ہے اس کی کوئی اصل معتد  
بہ شرعاً نہیں ہے اور یہ گمان کہ یہ قیام تعظیم نبوی ہے فاسد ہے۔

[۱۰] تعجب خیز یہ امر ہے کہ صاحب تصدایہ کی تغلیط فرماتے ہیں۔ امام  
طحاوی پر طعن کرتے ہیں۔ مگر ابن تیمیہ جیسے بد مذہب مطعون علماء، جس کے شاکی  
علمائے اہل سنت و جماعت ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی جو صر منظم میں تحریر  
فرماتے ہیں:-

قلت من هو ابن تیمیہ حتی یقظر الیہ او یعمل فی شیء من امور  
الدین علیہ وقد تصدی شیخ الاسلام عالم الانام المجمع علی  
جلالته واجتهاده وصلاحه وورعه و امامته التقی السبکی قدس اللہ  
روحه و نور ضریعہ للرد علیہ فی تصنیف مستقل۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رسالہ مکتیب میں فرماتے ہیں:-

کلام ابن تیمیہ فی منهاج السنہ وغیرہ من الکتب موحش جدا فی بعض المواضع لاسیما فی تفریط حق اہل البیت و فی منع زیارۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فی انکار الغوث و القطب والابدال و تحقیر الصوفیہ وامثال ذلک و ہذہ المواضع منقولہ موجودہ عندی و قد تصدی لرد کلامہ فی زمانہ جہا بذہ علماء الشام والعرب ومصر.....

اس ابن تیمیہ کے متعلق فوائد سربہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

تفقہ وتمہر وتقدم وصنف ودرس وافتی وفاق الاقران وصار عجباً فی سرعة الاستحضار وقوة الجنان والتوسع فی المعقول والمنقول والاطلاع علی مذاہب السلف والخلف

مولانا کی آزادی اور خیالی اجتہادی صرف فروع و جزئیات فقہیہ ہی تک منحصر نہیں تھی، بلکہ عقائد میں اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ اور اہل سنت کے خلاف تحریر فرمایا کرتے تھے۔ (۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ کو تمام اہل سنت، جہت و مکان سے پاک جانتے ہیں۔ مگر آپ نے باتباع ابن تیمیہ اللہ جل شانہ کے لیے جہت ثابت کر دی تھی۔ اور اس کو بزور زبان صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا مذہب قرار دیا تھا۔

رسالہ ابراز الفی صفحہ ۳۶ میں ہے:-

انی ما وافقت ابن تیمیہ فی الاستواء الا لانه قد وافق فیہ جماعات الصحابۃ والتابعین والائمة المجتہدین الخ  
حالانکہ علمائے اسلام اہل سنت و جماعت، ہمیشہ اپنی کتابوں میں اس کا رد

(۱): وہابیوں نے مولانا مرحوم کی کتابوں میں جا بجا تحریف و الحاق کر دیا ہے ورنہ موصوف اگرچہ ابتداءً مسائل فرعیہ میں آزاد رہتے مگر عقیدہ پاسبانی ہی تھی، اور بعد میں تو مسائل فرعیہ میں بھی آزاد روی ختم ہو چکی تھی ۱۲ رضوی

فرماتے آئے۔

عصام حاشیہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

قوله لا يتمکن فی مکان انما ذکر قوله فی مکان تصریحا  
لعموم النقی رادا علی المجسمة القائلین بالمكان العلوی  
النافین عنه کل مکان الخ

[۱۲] دوسرا عقیدہ خلاف اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ آپ نے حضور اقدس  
ﷺ کے سوا اور چھ خاتم نبوت حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت میں شریک لکھ  
دیا ہے۔ لکھا ہے:-

اب سمجھنا چاہیے کہ لفظ نبی کنبی کمر سے اگرچہ ایک ایک خاتم  
النبین ﷺ ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہے۔ لیکن اس کا مثل ہونا  
ہمارے خاتم النبین ﷺ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ الخ (مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول  
ص ۱۱۰)۔

آرے اس قدر میں دونوں شریک ہیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیا اس  
طبقہ کے ہوئے، اور طبقات باقیہ کے خاتم، اپنے اپنے طبقات کے  
ہوئے۔ (ایضاً ص ۱۱۱)

اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ وہ تو خدا کو اچھا کرنا تھا کہ نواب  
صدیق حسن خان صاحب قنوجی شوہر والیہ ریاست بھوپال شاہ جہاں بیگم سے  
مولانا کی چل گئی۔ فریقین کی طرف سے ایک دوسرے کی مخالفت اور رد میں  
رسائل لکھے گئے۔ مولانا کو اپنے علم و فضل پر تقویت تھی، تو نواب صاحب علم  
و فضل کے علاوہ علما، فضلا، خدم و حشم حوالی موالی بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ خوب  
خوب رسائل بازیاں فریقین کی طرف سے ہوئیں۔ اس سے ایک بہت بڑا

مذہبی فائدہ ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب اپنی آزادی و اجتہادی خیال سے متنفر ہو کر جادہ اعتدال پر آگئے۔ چنانچہ فتاویٰ کی تیسری جلد میں اکثر مسائل اپنے پہلے خیالات کے خلاف اور اہل سنت کے مطابق تحریر فرمایا ہے۔ واللہ

یسری من یشاء الیٰ صراط مستقیم

بہر حال مولانا جس پایہ کے مدرس اور شارح و محشی کتب درسیہ تھے، اس مرتبے کے فقیہ نہ تھے۔ اسی لیے سوالوں کے جوابات میں فقاہت سے کام نہ لیتے۔ اکثر پاؤں تلے کا جواب اٹھا کر لکھ دیتے۔ مگر خاندانی عالم ہونے کے علاوہ طبیعت حق پسند واقع ہوئی تھی، اسی لیے متنبہ کرنے سے فوراً متنبہ ہو جاتے۔ چنانچہ سوال ۱۲۹۸ھ میں ہنود نے چند سوالات کا ایک استفتاء قائم کر کے مختلف شہروں سے مختلف علما کے پاس بھیجا۔

مولانا موصوف کے پاس مرزا پور سے آیا۔ جو مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۱ پر درج ہے۔ صورت سوال یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے مذہب حنفیہ اس بارہ میں کہ:

[۱] گاؤ کشی کوئی ایسا امر ہے، جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین

اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

[۲] اگر کوئی شخص معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ

کی ہو یا گاؤ کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو

اس کے اسلام میں فرق نہ آئیگا اور وہ کامل مسلمان رہے گا؟

[۳] گاؤ کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے؟

[۴] یا اگر کوئی شخص گاؤ کشی نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے

معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا؟

[۵] جہاں بلا وجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ و فساد ہو اور مورثِ ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملِ داری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بلا وجہ اگر اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصدِ اثارتِ فتنہ و فساد ارتکاب اس فعل کا واجب ہے؟

اس سوال کے تیور خود ہی بتا رہے ہیں کہ یہ کسی ہندو کا ساختہ پر داختہ ہے۔ اگرچہ مرزا پور سے مولوی اسمعیل کے نام سے سوال آیا ہے۔ مگر طرزِ سوال کہ 'اضحیہ بقریہ' قربانی گاؤں نہیں لکھتا بلکہ ہر جگہ 'گاؤ کشی' لکھتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے سیدھا سادہ جواب تحریر فرما دیا:-

لھو المصوب : گاؤ کشی واجب نہیں۔ تارک اس کا گنہ گار نہ ہوگا۔ اور جو شخص معتقدِ اباحت ہو اور گوشت اس کا نہ کھاتا ہو، اور ذبح نہ کرتا ہو، اس کے اسلام میں فرق نہ آئے گا۔ ہاں جو گاؤ کو معظم سمجھ کر ذبح نہ کرتا ہو یا اس کے ذبح کو برا سمجھتا ہو اس کے اسلام میں فتور ہوگا۔ اور بقصدِ اثارتِ فتنہ گاؤ کشی نہیں چاہیے۔ بلکہ ایسے مقام پر کہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو باوجود سلامت اعتقاد کے احتراز اولیٰ ہے۔

پھر ایک سوال کہ:

قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گاؤ کی؟

اس کا جواب دیا۔

لھو المصوب: اونٹ کی بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔ صرہ الراجحی



عفورہ القوی ابو المسنات محمد عبد المی تجاوزہ اللہ  
عن ذنبہ الجلی والفضی -

اس جواب پر بعض حضرات نے متنبہ کیا، اور ایک سوال کیا، جس سے توجیہ کلام کی رہنمائی تھی۔ فوراً متنبہ ہوئے، اور اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

گائے ذبح کرنا شرعاً اگرچہ مباح فعل ہے واجب نہیں مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ خاص یا کسی بلدہ خاص میں اس کا رواج ہو، یا دوسرے زمانہ یا دوسرے بلدہ میں نہ ہو۔ بلکہ یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے زمان آنحضرت ﷺ و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد و امصار میں۔ اور اس کی اباحت پر اجماع و اتفاق ہے تمام اہل اسلام کا۔ ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں، اور بنظر تعصب مذہبی منع کریں، تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے۔ بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کی ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء و اجراء میں سعی کریں۔ اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے، تو گنہ گار ہونگے۔ اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں مرقوم ہے، یہ ہے کہ بقصد برا بیخختہ کرنے فتنہ و فساد کے گاو کشی نہ چاہئے۔ مثلاً جہاں عمل داری ہنود کی ہووے، اور گائے وہاں ذبح نہ ہوتی ہو، وہاں مسلمان بقصد مردم آزاری خواہ مخواہ گائے ذبح کریں، یا عید اضحیٰ میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جا کے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو، ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہئے۔ بلکہ ایسی حالت میں ترک اولیٰ ہے۔ اور بلاد ہندوستان وغیرہ جہاں ہمیشہ سے گائے ذبح ہوتی ہو، اور مقصود اہل اسلام اس سے فتنہ انگیزی نہیں ہے، بلکہ ابقائے شریعت قدیمہ ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہنود منع کریں، تو ترک اس کا اولیٰ نہیں۔ بلکہ اس کی ابقا میں سعی واجب و لازم ہے۔ واللہ اعلم

اتفاق وقت دیکھیے کہ یہی سوال اسی زمانہ میں مراد آباد سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے پاس پہنچا۔ آپ نے طرز سوال ہی سے بھانپ لیا کہ ایسا سوال کس کا ہو سکتا ہے، اور کس غرض سے کیا جا سکتا ہے؟ آپ اس زمانہ میں اپنے گاؤں موضع 'کرتولی' میں تشریف فرما تھے، وہیں سوال پہنچا۔ آپ نے جواب میں ایک مستقل رسالہ مکمل بہ انفس الفکر فی قربان البقر تصنیف فرمائی۔ حمد و نعت کے بعد لکھا:۔

اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دو امر ذہن نشیں کرنا لازم۔

اول: یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت و متانت و مراعات و دقائق مصلحت میں ہے۔ اور جو حکم عرف و مصالح پر مبنی ہوتا ہے، انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے۔ اور اعصار و امصار میں ان کے تبدیل سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم ﷺ میں بوجہ کثرت خیر و نایابی فتنہ، و شدت تقویٰ، و قوت خوف خدا، عورتوں پر (چہرے کا) ستر واجب تھا نہ حجاب۔ اور زنان مسلمین پنج گانہ مساجد میں جماعتوں کے لیے حاضر ہوتیں۔ پھر حضور ﷺ کے بعد جب رنگ زمانہ کا متغیر ہوا، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: 'رسول اللہ ﷺ ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے، تو انہیں مساجد میں جانے سے ممانعت کرتے، جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔'

جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا، ائمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی۔ جب اور فساد پھیلا، علما نے جوان، وغیر جوان، کسی کے لیے اجازت نہ کھی۔ حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: 'جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے'۔ پھر ان ائمہ و علما کے احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف

نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت اور حکمائے امت نے حکم حجاب اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا، واجب کر دیا۔

دوم: محرمات و واجبات، ہماری شریعت میں دو قسم ہیں۔

ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہے۔ جیسے عبادت خدا کی فرضیت، اور بت پرستی کی حرمت۔

دوسری لفسرہ یعنی وہ کہ امور خارجیہ کا لحاظ ان کے ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے۔ جیسے تعلیم صرف و نحو کا وجوب، کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی کریم ﷺ کا کلام زبان عربی میں ہے، اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر۔ لہذا واجب کیا گیا۔ اور ایفون و بھنگ وغیرہا مسکرات کی حرمت، کہ اس کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے، جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ و شر سے بچانے والی ہے۔

اسی طرح بوجہ عرف و قرار داد امصار و بلاد، جس مباح کا فعل، عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے، اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین، اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، قواعد شرعیہ بالیقین اس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں۔

جب یہ امور منقح ہوئے تو اصل مسئلہ کا جواب لیجیے۔

گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنی ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذات فعل، گنہ گار۔ نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شی کا کھانا بالعمین فرض۔ مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہ اور اس کا ترک حرام لعینہ نہیں۔ لیکن ہمارے مذہبی احکام صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں۔ بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری حتمی ہے۔ یوں ہی

واجبات و محرمات لغیر ہا میں بھی امثال واجتناب اشد ضروری۔ اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے۔ جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

سائل لفظ 'ترک' لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے۔ اس نے 'ترک' اور 'کف' میں فرق نہ کیا۔ کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے، اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات ہے۔ ہم اہل اسلام کی، ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب، اور اس میں ہمارے لیے ہزاروں منافع۔ اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔ اور بے شک بکری کا گوشت دو امان ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم، اور افلاس غالب ہے۔ غریبوں کی گذر بے گوشت گاؤں کے نہیں۔ معبذ اگائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہا قسم کے منافع ملتے، اور ان منفعیوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں۔ اور چند اقوام کی تجارتیں اور ان کے رزق کے سامان اسی گاؤں کشی کا نتیجہ ہیں۔ تو سائل کا یہ قول کہ کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو، محض تصور غلط ہے۔ معبذنا ہمارے مذہب میں اس کا جواز، اور ہنود کے یہاں ممانعت، ایک پلہ میں نہیں۔ ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود۔

قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوا بَقْرَةً ۗ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ

گائے ذبح کرو۔ (سورہ بقرہ ۶۷)

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں

کہ پیشوایان ہنود بھی گائے کا مزا چکھنے سے محروم نہ گئے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ: اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ و فساد ہو  
ہم کہتے ہیں۔ جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہما گاؤں کشتی کی قانوناً ممانعت  
ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا، البتہ اثارت فتنہ و فساد اس کی طرف منسوب  
ہو سکتی ہے، اور وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا۔ اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں، وہاں اگر ثوران  
فتنہ و فساد ہوگا، تو لا جرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انھیں کا ہوگا۔ کہ جہاں ذبح کرنے  
کی اجازت ہے، وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے۔

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہ  
جہالت ذبح گاؤں کا قریب ہونا بے شک مسلمان کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً  
حرام ہے۔ اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں، وہاں سے بھی باز رہنا، اور ہنود کی بے جا  
ہٹ بجا رکھنے کے لیے یقلم اس رسم کو اٹھا دینا، ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ انھیں مضرات و مذلات کا  
باعث ہے۔ جن کا ذکر ہم اول کر آئے ہیں، جنھیں شرع مطہر ہرگز روا نہیں فرماتی، اور نہ کوئی  
ذی انصاف حاکم پسند کر سکے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمد بن المصطفیٰ النبی الامی

[۱۷] اقامة القيامة على طاعن القيام لنبي تهامه [۳]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت اور مذہب وہابیت میں اصل فرق ایک ہی ہے، اور مسائل کا اختلاف اسی پرتفرع ہے۔ اہل سنت و جماعت اللہ و رسول و اولیائے کرام کی محبت میں مست و سرشار ہیں، اسی لیے تحریر و تقریر، قول و فعل جو کچھ ہوتا ہے سب سے تعظیم و تکریم ثابت ہوتی ہے۔ اور وہابیت کا پورا فوٹو یہ شعر ہے

ہم سری با انبیاء برداشتند ÷ اولیاء ہم چون خود پنداشتند

اسی لیے تعظیم و تکریم کی بات میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ شرک و بدعت کا سہارا ان کو ایسا مل گیا ہے، کہ ہر بات کو کھینچ کر شرک و بدعت بنا دیتے ہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر فتاویٰ رشیدیہ کی تینوں جلدیں، اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارک کہ اقامة القيامة ہے۔ اور مقصود مجلس میلاد شریف اور قیام کی تحقیق ہے۔ وہابیہ خصوصاً دیوبندیوں نے شرک و کفر کے مٹانے کے لیے شاید اس کا دسواں حصہ بھی جد و جہد نہ کیا ہوگا، جس درجہ ذکر رسول مجلس میلاد شریف و قیام کے خلاف جہاد کرنے میں قوت آزمائی کی ہے۔ بلکہ شرک کے ساتھ تو یہ وسعت اخلاق کہ

شرک کلی مشکلک ہے، اسکے افراد کبیرہ اور صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں۔

(لطائف رشیدیہ ص ۱۶)۔

جب شرک مباح ہی ہوا، تو جی چاہا تو مسلمان رہے، یا خواہش ہوئی تو مشرک ہو گئے کہ مباح کا کرنا، نہ کرنا، دونوں اختیار میں ہوتا ہے۔ بخلاف مجلس میلاد

کے کہ یہ کسی صورت سے جائز نہیں، اگرچہ روایت صحیحہ ہی سے مولود شریف کیا جائے۔

۲ افتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم مطبع قاسمی صفحہ ۱۳۱ پر ہے:-

**سوال :-** محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں، اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ و کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

**الجواب :-** ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

سبحان تیری قدرت! عداوت رسول کی حد بھی ہے۔

نیز اسی حصہ کے صفحہ ۹۲ پر ایک سوال ہے۔

انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دیا۔

انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔

نیز حصہ سوم مطبع آرمی پریس دہلی ص ۱۱۲ پر ایک سوال ہے:-

جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے، اور تقسیم شیرینی ہو،

شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا۔

کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعرس

اور مولود شریف درست نہیں“

یہ پیوندی جواب بھی قابل ملاحظہ ہے۔ سوال میں صرف عرس تھا اور وہ بھی

جس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے۔ جواب میں مولود بھی بڑھا دیا۔

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی ص ۴۸ پر

ایک سوال ہے۔

جس مولود میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا:

عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔

نیز حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال ہے:

سوم چہم وغیرہ کی مجلسیں بہ تخصیص دن کے منع ہے، یا بالکل ہی نہ کرنا چاہئے۔ اور اس مجلس میں جانا چاہئے، یا نہیں؟

اس کا جواب یہ لکھا:

مجلس مردجہ زمانہ ہذا میلاد و عرس و سوم و چہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے۔

کھل گیا کہ اس ذکر خیر ہی سے عداوت ہے، اور اس کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اور جو بعض جگہ عذر بے معنی لکھ دیتے ہیں، وہ محض برائے نام ہاتھی کے دانت دکھانے کے ہیں۔ ورنہ اگر درحقیقت وہی سبب ناجوازی ہوتا، تو جہاں پایا جاتا، حکم ممانعت ہوتا۔ جیسے شراب کے لیے سکر کہ جس چیز میں سکر ہوگا، وہ چیز حرام ہوگی۔۔۔ حالانکہ دوسری جگہ وہ سبب موجود، مگر حکم ممانعت منقود ہے۔ مثلاً حصہ اول میں وجہ ناجوازی اہتمام و تداعی بتایا۔ اگر واقعی یہ سبب نادرست ہونے کا ہے، تو چاہیے کہ مدرسہ دیوبند و سہارنپور و دیگر مدارس و بابیہ کے سالانہ جلسے دستار بندی کے بھی نادرست ہوں۔ کیوں کہ ان میں اہتمام اور تداعی اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے، جس قدر لوگ مجلس مولود شریف میں اہتمام کرتے ہیں۔ مگر



کیا کسی دیوبندی مولوی خواہ مولوی رشید احمد صاحب، یا اور کسی نے ان جلسوں کو روکا؟ ان کی ممانعت کا فتویٰ دیا؟ نہیں دیا تو کیوں؟ جب کہ سبب ممانعت یعنی اہتمام و تداعی موجود ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۸۴ پر ایک سوال کے جواب میں ہے۔  
یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہ تھی لہذا یہ مجلس بدعت ضلالت ہے۔

معلوم ہوا کہ جو چیز خیر القرون میں نہ ہو وہ بدعت و ضلالت ہوتی ہے۔ مگر بہت چیزوں کے لیے تسلیم ہے کہ خیر القرون میں نہیں، پھر بھی بدعت ضلالت نہیں کہتے۔ مثلاً

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول پر ہے۔

**سوال :-** صوفیہ کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماں کا پکڑنا، اور ذکر ارہ اور حلقہ بر قبور نہیں بلکہ ویسی ہی، اور جس دم وغیرہ جو قرون ثلاثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں؟

اس کا جواب مجلس میلاد کے جواب کے طریقے پر بعینہ یہی ہونا

چاہئے۔۔۔۔۔ یہ اذکار و اشغال چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین نہ تھے۔ لہذا یہ اذکار و اشغال بدعت ضلالت ہیں۔

مگر اس میں مشیخت مآبی ہی ختم ہو جاتی تھی، اس لیے اس کا جواب لکھا:

**جواب :-** اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں۔ سب کی اصل نصوص سے ثابت۔ جیسا اصل علاج ثابت ہے، مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں۔ ایسا ہی سبب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے۔

کیا اس اصول پر مجلس میلاد شریف کا جواب نہیں ہو سکتا تھا؟ کہ مجلس میلاد شریف ذکر خدا اور رسول ہے۔ اور اس کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کرنا چاہیے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱ پر تیسواں سوال ہے۔

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جو جواب مجلس مولود شریف کا دیا بعینہ، اس سوال کا بھی جواب ہو سکتا ہے کہ مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا، قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا۔ بلکہ بخاری شریف بھی قرونِ ثلاثہ میں نہ لکھی گئی۔ اس لیے اس کی جمع و ترتیب اور اس کا ختم سب بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا۔

قرونِ ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں تھی مگر اس کا ختم درست ہے۔

معلوم ہوا کہ قرونِ ثلاثہ میں نہ ہونا بدعت ضلالت کا سبب صرف مجلس مولود کے لیے ہے، کہ ذکر رسول کو روکا جائے۔ ورنہ بخاری کا ختم بھی بدعت ہوتا۔ بلکہ حدیث شریف میں قرآن شریف کے سوا احادیث لکھنے کی ممانعت وارد ہے، اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے بخاری کی جمع و ترتیب ہی کو بدعت ضلالت، ہادم و مخالف سنت بتاتے۔ مگر یہ ساری بدعت مجلس مولود کے لیے ہے

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا

تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کبھی کسی ہیات کذائی کا عذر گڑھتے ہیں کہ ذکر رسول تو خیر القرون میں تھا،

مگر اس ہیأت کذائی کے ساتھ نہ تھا۔ اس لیے بدعت ضلالت ہے۔ یہ عذر بھی محض ننگ ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۸ پر ایک سوال ہے۔

اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا بلکہ محض نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب؟

خدا اگر حیا دیتا تو ان کے اصول پر جواب صاف تھا، کہ مساجد و مدارس کی یہ صورت اور طرز تعلیم موجود قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا۔ اس لیے بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا کہ:

مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں، جیسی چاہے، بنائے۔ علیٰ ہذا مدرسہ کی کوئی صورت معین نہیں، مکان ہو، اس کا ثبوت حدیث سے ہے۔ اور کسی صورت خاصہ کو ضرور جاننا بدعت ہوگا۔

حالانکہ ہر آنکھ والا دیکھ کر جان سکتا ہے کہ مساجد تمام ایک ہی ہیأت و صورت کی بنتی ہیں۔ اور مجلس مولود شریف کی ہرگز کوئی ہیأت نہیں۔ مگر مجلس مولود شریف کو تو ہیأت کذائی کا الزام لگا کر بدعت و ضلالت قرار دیا۔ اور جس کی ہیأت کذائی پر تعامل بلا دوام صار، وہ جائز رہی۔ اس لیے کہ مکان ہے۔ اسی طرح قیام میلاد کی ممانعت اور اس کی مخالفت پر ساری قوت علمی صرف کر دی جاتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۳۸، ۳۹ پر ہے۔

اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے۔

نیز ص ۱۲ پر ہے۔

وقت میلاد شریف کے کھڑا ہونا قرونِ ثلاثہ میں کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

پس یہی حجت اس کے بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے۔  
 یہ زور قلم اور علم کا سارا نچوڑ ان بزرگ کا ہے، جن کی صفت میں تذکرۃ الرشید  
 حصہ اول ۸۷ پر مولوی عاشق الہی صاحب یوں نغمہ سرا ہیں۔  
 حجت اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلہ روحانی کا سچا جانشین، جس وقت  
 مسند خلافت کا صدر نشین ہوا، حق تعالیٰ کے نبی فرشتوں نے منادی  
 پھیر دی، اور اطراف ہند برہما و سندھ، یورپ و بنگال، پچھم و پنجاب،  
 مدراس و دکن، ہزاروں ممالک متوسطہ کابل و افغانستان کے بلاد متفرقہ میں  
 ایک کھل بل مچ گئی۔ گروہا گروہ طلبہ گنگوہ میں آنے لگے۔ آپ کے  
 پاس پندرہ بیس سے لے کر ستر اسی تک کا ہر برس مجمع ہوتا تھا۔ اور یہ کوئی  
 دو چار سال تک کا تدریسی تجربہ نہیں، بلکہ ۱۲۶۵ھ سے لے کر ۱۳۱۴ھ  
 کے شروع تک جس کی مدت ایک کم پچاس سال ہوتی ہے، علمی  
 خدمتوں کا ذخیرہ ہے۔

پھر ص ۸۹ پر آپ کے جملہ کمالات کا خلاصہ ان لفظوں میں بیان کیا ہے:  
 آپ کی قوت اجتہاد، قابلیت استنباط، خوبی تطبیق و ارتباط، جودت ذہن،  
 اتقان و عدالت، حافظہ و ثقاہت، تقدس و تبحر، تقاری و سلاست بیانی  
 فراست و ہمہ دانی، حلم و رفق، لطف و شفقت، خندہ روی و کرم گستری،  
 مستلین نوازی اور طلبہ کی گستاخ و بے جا حرکات پر صبر تحمل، غرض جواد  
 اٹھی، وہ حق بنی کے بار آور درخت کا پھل، اور بخاری وقت ہونے کی  
 حیثیت سے تحدیث کے سدا بہار گلاب کا پھول تھی۔

ص ۹۰ پر طلبہ کے ساتھ اخلاق اور ایک چیز کو بار بار سمجھانے کا ایک واقعہ  
 یہاں لکھا ہے:-

ایک مرتبہ درس ہو رہا تھا قاری قرأت کر رہا تھا کہ کسی مقام پر عطارہ کا

لفظ آیا، چونکہ قرأت کرنے والا لفظ کے معنی سمجھے ہوئے اور مادہ اشتقاق یعنی عطر جانے ہوئے تھا، اس لیے بے تکان پڑھتا چلا گیا۔ برابر میں ایک طالب علم ولایتی بیٹھا ہوا تھا جو اس لفظ کے معنی نہ سمجھا اس نے بے چارے قرأت کنندہ ہم جماعت طالب علم کے زور سے کہنی ماری، اور کہا ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا۔ اور حضرت کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ عطارہ معنی چہ؟ آپ نے فرمایا: زوجہ عطر فرشنده۔ حضرت کی زبان سے جواب کا ختم ہونا تھا کہ قاری نے پھر قرأت شروع کر دی۔ بے چارہ ولایتی اب بھی نہ سمجھا، دوبارہ پھر کہنی ماری، اور حضرت سے دریافت کیا۔ مولانا عطارہ معنی چہ؟ ہم نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا: عطر فروش کی بیوی۔ پھر قاری نے قرأت شروع کی۔ تیسری مرتبہ پھر ولایتی نے کہنی ماری، اور تیز نظر سے دیکھ کر کہا۔ ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا عطارہ کا معنی۔ اس مرتبہ حضرت امام ربانی نے اونچی آواز سے جواب دیا 'عطر بیچنے والا' جو رو اس وقت ولایتی خوش ہوا اور کہا ہاں سمجھا۔ ہاں بھائی چلو۔

میں 'تذکرۃ الرشید' کا ایک دن یہ صفحہ دیکھ رہا تھا کہ میرے ایک دوست تشریف لائے، اور اس جگہ دیکھنے لگے۔ بولے کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ولایتی جس کی مادری زبان فارسی ہے، وہ 'زوجہ عطر فرشنده' نہیں سمجھا اور 'عطر بیچنے والے' کا جو رو سمجھ گیا۔ میں نے کہا: اتنے بڑے مولوی نے لکھا، اور وہ بھی اپنے استاد اور پیر کے متعلق، اس میں شک کرنے کی کیا گنجائش؟ رہی مادری زبان، تو اگر اس کی مادری زبان میں سمجھایا جاتا تو وہ ضرور سمجھ جاتا۔ اس کے یہاں تو 'زوجہ عطر فروش' بولا جاتا ہوگا وہ تو 'زوجہ عطر فرشنده' سن کر گھبرایا ہوگا، کہ اسم فاعل پر پھر یہ ڈبل علامت کیسی؟ جس طرح قاتل نے ایران میں ایک شخص کو

گھوڑے پر آتے ہوئے دیکھ کر کمال فارسی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ 'شخصی بر اسپ سواری آید۔ ان لوگوں کو حیرت ہوئی، اور منہ تکنے لگے۔ جب کسی ایرانی لڑکے نے کہا، سواری آید۔ وہ لوگ مسرور ہو گئے۔

خیر! بہر کیف بات بہت دور جا پہنچی۔ اصل غرض تھی کہ ان کے یہاں قیام میلاد کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لیے بدعت ہے۔ حالانکہ مدارس اسلامیہ کا ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ جب آیہ کریمہ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** نازل ہوئی۔ جبریل امین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدائے تعالیٰ بعد سلام فرماتا ہے: اے میرے پیارے! تم جانتے ہو میں نے کس طرح تمہارا ذکر بلند کیا؟ ارشاد ہوا: **اللہ اعلم** اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبریل امین نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك فكانما ذكرني** ۰ میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے، تو جس نے تمہارا تذکرہ کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے تین طریقے قرآن شریف میں ذکر فرمائے ہیں۔ **الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ** ۰ یعنی اولوالالباب، عقل والے، وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر، اور لیٹ کر۔

اور ظاہر ہے کہ لیٹ کر ذکر دو ہی وقت ہے۔ یا تو انسان بیمار ہو، یا وہ اذکار جو سونے کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ باقی حالتوں میں ذکر کی دو ہی صورت ہے۔ قیاماً وقعوداً۔ ہو سکتا ہے کہ مولود شریف یعنی ذکر رسول کہ ذکر الہی ہے، پورا کا پورا کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔ لیکن اس وقت صرف قیاماً عمل ہوگا، قعوداً عمل نہ ہوگا۔ اور یہی ممکن ہے کہ صرف بیٹھ کر ہی تمام ذکر کیا جائے، ایک منٹ کے لیے قیام نہ کیا جائے۔ مگر اس صورت میں صرف قعوداً

پر عمل ہوگا، قیاما پر عمل نہ ہوگا۔ اور مقصود دونوں پر عمل ہے۔ اس لیے بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ تاکہ قیاما قعود دونوں پر عمل ہو۔

بات بہت صاف اور واضح ہے۔ لیکن وہی حضرات نے اس صاف اور سیدھی بات کو ایک چیتاں اور معمہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے علمائے کرام اہل سنت اپنے اپنے زمانوں میں مسئلہ مولود شریف و قیام پر روشنی ڈالتے آئے، اور کتابیں تصنیف کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب قدس سرہ نے بھی ایک ضخیم رسالہ بنام اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام تصنیف فرمایا۔ جس پر اعلیٰ حضرت نے ایک نہایت ہی نفیس حاشیہ بنام رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الآثام تحریر فرمایا۔ جس پر کلام بعد کو آئے گا۔ اور خاص مسئلہ قیام میلاد میں زیر تبصرہ رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تھامہ تصنیف فرمایا۔

یہ رسالہ ۲۶ صفحات کا ہے۔ رام پور سے ۱۲۹۹ھ میں ایک استفتاء آیا تھا، جس میں بہت سے سوالات تھے۔ اور انھیں سوالات کثیرہ ضخمن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر و ولادت حضور خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کیسا ہے؟ بعض لوگ اس قیام سے انکار بکت رکھتے ہیں، اور اسے بدیں وجہ کہ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا، بدعتِ سیئہ و حرام سمجھتے، اور کہتے ہیں۔ ہمیں صحابہ و تابعین کی سند چاہئے، ورنہ ہم نہیں

مانتے۔ ان کے ان اقوال کا کیا حال ہے؟ بیسوا توجروا۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں پہلے حمد و نعت تحریر فرمایا، جو براعت استہلال پر مشتمل ہے۔ پھر تحریر فرمایا کہ:

وومقام واجب الاعلام ہیں۔

اولاً:۔ اس قیام مبارک کا اپنے طور پر کتب و فتاویٰ علما قدست اسرار نصم حکم بیان کرنا، جس سے بعونہ تعالیٰ موافقین کے لیے ایضاح حق و ازاحت باطل ہو، اور منصب فتویٰ اپنے حق کو اصل ہو۔

ثانیاً:۔ اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متقاربہ تمام اصاغروا کا بر مانعین میں رائج کہ فعل قرون ثلثہ میں نہ تھا، تو بدعت ضلالت ہوا۔ اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہی کرتے۔ اس فعل اور اس کے امثال امور نزاعیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے۔ جس کی بنا پر اہل سنت و سواد اعظم ملت و ہزاراں ائمہ شریعت و طریقت کو معاذ اللہ بدعتی، گمراہ ٹھہراتے ہیں، اور مطلقاً خوف خدا و ترس روز جزا دل میں نہیں لاتے۔

**مقام اول:**۔ اللہ عزوجل نے شریعت غرا، بیضا، زہرا، عامہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتاری۔ اور بجمہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارا دین کامل فرما دیا۔ اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پر نور سید عالم ﷺ کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔

قال اللہ تعالیٰ: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورہ مائدہ، آیت ۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔



الحمد للہ! ہماری شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ ۵ ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔ مگر قرآن عظیم کا پورا سمجھنا، اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا، عام کو نامقدور ہے۔ اس لیے قرآن عظیم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے۔

اول: مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۝ ط (سورہ حشر، آیت ۷) جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع کریں باز رہو۔ خذوا صیغہ امر کا ہے۔ اور امر و جواب کے لیے ہے۔ تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی۔ اور فانتہوا نہیں ہے۔ اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے مگر امت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی۔ ولہذا فرمایا: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۝ ط (سورہ نحل، آیت ۱۰۴) اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لیے بیان فرما دو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔

دوم: فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ط (سورہ انبیاء، آیت ۷) علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔

حوادث غیر متناہی ہیں۔ احادیث میں ہر جزئیہ کے لیے نام بنام تصریح اگر فرمائی بھی جاتی، ان کا حفظ و ضبط نامقدور ہوتا۔ پھر جو مدارج عالیہ مجتہدان امت کے لیے ان کے اجتہاد پر رکھے گئے، وہ نہ ملتے۔ نیز اختلاف ائمہ کی رحمت و وسعت نصیب نہ ہوتی۔ لہذا حدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیات حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف اشعار فرمایا۔ اس کی تفصیل و تفریع و تاویل مجتہدین کرام نے فرمائی۔ اور احاطہ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح

مشکل و تفصیل مجمل و تقید مثل باقی کھی، جو قرناً فقرناً طبقہ فطبقہ مشائخ کرام و علمائے اعلام کرتے چلے آئے۔ ہر زمانہ کے حوادث تازہ کے احکام اس زمانہ کے علمائے کرام، حاملان فقہ، حامیان اسلام نے بیان فرمائے۔ اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے، اور ہوتے رہیں گے۔ عن النبی ﷺ  
 لا تنزال طائفة من امتی ظالمین علی الصواب حتی یأتی امر اللہ  
 رواہ البخاری صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کا ایک  
 گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الہی آئے۔

جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانے کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل  
 کی ہے، وہ اسی نور سے ہے، جو صاحب شریعت ﷺ سے اسے ملا ہے۔ تو حقیقتہ  
 اس میں رسول اللہ ﷺ ہی کا احسان امت پر ہے کہ علما کو یہ استعداد  
 عطا فرمائی، جس سے انہوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی۔ یوں ہی ہر طبقہ ائمہ کا  
 بعد والوں پر احسان ہے۔ اب یہیں دیکھیے کہ کتب ظاہر الروایہ اور نوادرائمہ  
 تھیں۔ پھر کتب نوازل و واقعات تصنیف فرمائی گئیں۔ پھر متون و شروح و حواشی  
 و فتاویٰ و فتاویٰ وقتاً تصنیف ہوتے رہے۔ اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافے  
 کیے، اور مقبول ہوتے رہے۔ کہ سب اسی اجمال قرآن و سنت کی تفصیل ہے۔

نصاب الانتساب، و فتاویٰ عالمگیریہ زمانہ سلطان عالمگیر اند۔ اللہ  
 تعالیٰ برہانہ کی تصنیف ہیں۔ ان میں بہت ان جزئیات کی تصریح ملے گی، جو  
 کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع ہی نہ ہوئے تھے۔ اگر کوئی شخص ان کی  
 نسبت کہے کہ صحابہ و تابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ، خاص امام اعظم و صاحبین کا  
 نص لاؤ، تو وہ یا احمق و مجنون ہے، یا گمراہ مفتون۔ پھر عالمگیری کے بہت بعد اب

قریب زمانہ کی کتابیں: فتاویٰ اسیدیہ، فتاویٰ حامدیہ، وطحاوی علی  
السر، وطحاوی علی مراقی الفلاح، وعقود السدیہ، ورد المحتار، و  
رسائل شامی وغیرہا کتب معتمدہ ہیں کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا  
ہے۔

دواول کے سوا، یہ سب تیرہویں صدی کی تصنیف ہیں۔ مانعین بھی ان سے  
سندیں لاتے ہیں۔ ان میں صد ہا وہ بیان ملیں گے، جو پہلے نہ تھے۔ اور مانعین  
کے یہاں تو فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب، بلکہ ماۃ مسائل واربعمین تک پر اعتماد  
ہو رہا ہے۔ کیا ماۃ مسائل واربعمین کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ و تابعین  
وائمہ تو بہت بالا ہیں، عالمگیری ورد المحتار تک کہیں دکھا سکتے ہیں؟

اب ان کے بعد ریل، تار برقی، نوٹ، منی آرڈر، فونو گراف وغیرہ وغیرہ  
ایجاد ہوئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ و تابعین یا امام ابوحنیفہ یا نہ سہی، ہدایہ و در  
مختار، یا بھی نہ سہی، عالمگیری و طحاوی و رد المحتار، یا سب جانے دو، شاہ عبدالعزیز  
صاحب کے فتاویٰ میں دکھاؤ۔ تو اسے مجنون سے بہتر اور کیا لفظ کہا جاسکتا  
ہے؟۔

خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے۔ مگر جب سے حادث ہے، علمائے  
اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔

در مختار میں ہے: یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین...  
اذان کے بعد حضور ﷺ پر صلاۃ و سلام عرض کرنا جس طرح حریم طیبین میں  
رانج ہے۔

در مختار میں فرمایا: التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة

سبع مائة واحدى وثمانين فى عشاء ليلة للاثنين ثم يوم الجمعة بعد  
عشر سنين حدث فى الكل الا المغرب ثم فيها مرتين فهو  
بدعة حسنة ...

کتب میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے۔ اُس وقت کے علمائے دین  
معمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے؟

مجلس میلاد مبارک و قیام کو جاری ہوئے بھی صدہا سال ہوئے۔ مگر صحابہ  
و تابعین و ائمہ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی، اسی جنون پٹنی  
ہوگی۔ ان پر انھیں علمائے کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا، جن کے زمانہ میں  
ان کا وجود تھا۔ جیسے مجلس مبارک کے لیے امام حافظ الشان ابن حجر  
عسقلانی، و امام خاتم الحفاظ جلال الدین السیوطی، و امام احمد خطیب قسطلانی  
وغیر ہم اکابر صرح اللہ تعالیٰ، جن کے نام و کلام کی تصریح بارہا کر دی گئی۔  
یوہیں مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے گی، جن کا ذکر شریف  
آتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ - بحمد اللہ تعالیٰ موافقین اہل حق و انصاف  
و دین کے لیے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا انکار، ان کی کیا پرواہ؟ وہ اور ہی کے  
مانتے ہیں کہ ان علمائے کرام کو مانیں۔ مولیٰ عزوجل توفیق دے۔ تو یہاں  
منصف غیر تعصب کے لیے اسی قدر کافی کہ:

یہ فعل مبارک یعنی قیام وقت ذکر و ولادت حضور خیر الانام علیہ و علیٰ آلہ  
افضل الصلاة والسلام صدہا سال سے بلاد اسلامیہ میں رائج و معمول،  
اور اکابر ائمہ دین میں مقرر و مقبول۔ شرع میں اس سے منع مفقود، اور بے شرع  
منع مردود۔ ان العکم الا للہ و انما الحرام ما حرم اللہ و ما سکت

عنه فهو عفو من الله. علی الخصوص حریم طیبین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علی منورہ صا وبارک وسلم کہ مبدء و مرجع دین و ایمان ہیں۔ وہاں کے اکابر علماء و مفتیان مذاہب اربعہ، مدتہامت سے اس فعل کے فاعل و عامل و قائل ہیں۔ ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا۔ بلکہ بلاشبہ مستحسن و مستحب ٹھہرایا۔ علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبي رحمة الله تعالى عليه نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے، اور ارشاد فرماتے ہیں۔

قد وجد القيام عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عالم الامۃ و مقتدی الائمة دینا و ورعاتی الدین السبکی رحمة الله تعالى عليه و تابعه علی ذالک مشائخ الاسلام فی عصره فقد حکى بعضهم ان الامام السبکی اجتمع عنده جمع كثير من علماء عصره فانشد فيه قول الصرصری فی مدحه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قيل لمع المصطفى الخط بالذنب  
على فضة من خط احسن من كتب  
وان ينهض للاشراف عند سماعه  
قياماً صنفوا او جثيا على الركب

فعمد ذالک قام الامام السبکی وجميع من فی المجلس فحصل

انس كثير بذالک المجلس و كفى بذالک فی الاقتداء .. بے شک وقت ذکر نام پاک حضور سید الانام علیہ افضل الصلوة والسلام قیام کرنا، امام تقی الملتہ والدین سبکی رحمة الله تعالى عليه سے پایا گیا، جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین و تقویٰ میں اماموں کے امام ہیں۔ اور

اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ شیخ الاسلام ابو نصر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی المملۃ والدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر اس زمانہ کے علما کی مجتمع ہوئی، اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الا برار ﷺ میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفیٰ ﷺ کے لیے یہ بھی تھوڑا ہے کہ جو سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتھر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے۔ اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت سن کر صرف باندھ کر سر و قد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں۔ ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کا وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حللی - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اسی قدر پیروی کے لیے کفایت کرتا ہے۔ اھ۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے گیارہ علمائے کرام اور عارف باللہ سید سند مولانا جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز کی کتاب عقد الجوہر فی مولد النبی الازھر — فاضل اجل سیدی جعفر بن اسمعیل علوی مدنی کی کتاب شرح الکوکب علی عقد الجوہر — فقیہہ محدث مولانا عثمان بن حسن ومیاطی جو رسالہ اثبات قیام میں دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

فاستفید من مجموع ما ذکرنا استعجاب القیام له صلی اللہ تعالیٰ وسلم یعنی ان سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی ﷺ تعظیم ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علی استعسان القیام المذكور وقد قال صلی اللہ تعالیٰ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ بے شک امت مصطفیٰ ﷺ سے اہل سنت وجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے۔ اور بے شک نبی ﷺ فرماتے ہیں: میری امت

گمراہی پر جمع نہیں ہوتی، — امام علامہ مدالقہ، علامہ زید کے رسالہ  
 میلاد — خاتمۃ المحدثین زین الحرم، عین الکرم، مولانا سید احمد زین  
 دحلان کی قدس سرہ المملکی کی کتاب مستطاب الدر السنیہ فی الرد علی  
 الوہابیہ — شیخ مشائخنا، خاتمۃ المحققین، امام العلما، سید المدرسین، مفتی  
 الحنفیہ بمکہ الحمیہ سیدنا علامہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی کے فتاویٰ —  
 اور علامہ انباری کی کتاب مورد الظمان کی عبارتیں ثبوت قیام وقت ذکر  
 ولادت رسول ﷺ میں نقل فرمائیں، جن میں سے تین عبارتیں بطور نمونہ اس جگہ  
 نقل کی گئیں۔

اس کے بعد گیارہ فتاویٰ علمائے کرام کے، ثبوت قیام میلاد شریف میں نقل  
 فرمایا۔

اول: فتویٰ مولانا جمال عمرنی، جس پر مولانا صدیق بن عبدالرحمن کمال حنفی،  
 اور علامہ الوری علم الہدی مولانا سید سند زین دحلان شافعی نے بھی موافقت  
 فرمائی۔

دوسرا: فتویٰ مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ کا۔

تیسرا: فتویٰ مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ کا ذکر فرمایا۔ جس میں فرماتے

ہیں: نعم يجب القيام عند ذکر ولادته صلی اللہ تعالیٰ وسلم اذ  
 یحضر روحانیته صلی اللہ تعالیٰ وسلم فعند ذالک يجب التعظیم  
 والقیام ہاں ذکر ولادت حضور اقدس ﷺ کے وقت قیام ضرور ہے کہ روح اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوتی  
 ہے تو اس وقت تعظیم و قیام لازم ہوا۔

چوتھا: فتویٰ مفتی حنفیہ مولانا عبد اللہ بن محمد حنفی کا۔

پانچواں: فتویٰ شیخ مشائخنا مولانا الامام سراج العلماء عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ کا۔

چھٹا: فتویٰ عمر بن ابی بکر شافعی کا۔

ساتواں: فتویٰ علمائے حرین محترمین، جس پر مفتی مکہ معظمہ مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی، اور رئیس العلماء شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی، اور مفتی مالکیہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی، اور سید محققین مولانا احمد بن زین شافعی، اور مدرس مسجد نبویہ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی، اور مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی، اور فقیہ جلیل مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ، اور مولانا ابراہیم بن محمد خیاری حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اصل فتویٰ مزین خطوط و مواہیر علماء ممدوحین فقیر نے پچشم خود دیکھا۔ اور مدتوں فقیر کے پاس رہا، جس میں کثیر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی ہے، اور بدلائل باہرہ مذہب و ہابیت کو سراسر مردود و باطل ٹھہرایا ہے۔

آٹھواں: فتویٰ حضرات علمائے مدینہ منورہ کا، آخر روضۃ النعیم میں طبع ہوا ہے۔ اس فتویٰ پر مولانا عبدالجبار، اور ابراہیم بن خیاری وغیرہا میں علمائے کرام کی مہریں ہیں۔

نواں: فتویٰ علمائے مکہ معظمہ، جس میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کر کے فرماتے ہیں: فالمنکر لهذا مبتدع بدعة سيئة منمومة لانكاره على شئ حسن عند الله والمسلمين۔ یعنی پس مجلس میلاد و قیام کا منکر بدعتی ہے، اور اس منکر کی بدعت سیئہ مذمومہ ہے کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا و اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی۔



اس فتویٰ پر حضرت سید العلماء احمد دحلان مفتی شرافعیہ، و جناب مستطاب شیخنا و برکتنا سراج الفضلا مولانا عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ، مولانا حسن مفتی حنابلہ، و مولانا محمد ثرفی مفتی مالکیہ، وغیرم پینتالیس علما کی مہریں ہیں۔

سوال: فتویٰ علمائے جدہ میں، مجیب اول مولانا باصر بن علی بن احمد مجلس میلاد اور اس میں قیام لعین یوم و تزئین مکان و استعمال خوشبو و قرأت قرآن و اظہار سرور و اطعام طعام کی نسبت فرماتے ہیں: بهذه الصورة المجموعة من الاشياء المذكورة بدعة حسنة مستحبة شرعاً لا ينكرها الامن في قلبه شعبة من شعب النفاق والبغض له صلى الله تعالى عليه وسلم وكيف يسوغ له ذلك مع قوله تعالى: وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۗ جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعاً بدعت حسنة مستحبة ہے۔ جس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی ﷺ کی عداوت ہے۔ اور یہ انکار سے کیوں کر روا ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے، تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

اس پر مولانا عیاض بن جعفر صدیق، مولانا احمد قباح، مولانا محمد بن سلیمان، مولانا احمد جلیس، مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی تصدیقات و تحریرات ہیں۔ ونص عبارة مولانا احمد جلیس هكذا "الحمد لله وكفى والصلاة على المصطفى نعم ذكر ولادة النبي ﷺ ومعجزاته وحليته والحضور لسماعه وتزيين المكان ورش ماء الورد والبخور بالعود وتعيين اليوم والقيامه عند ذكر ولادته ﷺ واطعام الطعام وتقسيم التمر وقراء شيء من القرآن كلها مستحبة بلا شك وريب

واللہ تعالیٰ اعلم بالغیب۔ خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفیٰ ﷺ پر درود۔ ہاں معجزات و حلیہ شریفہ نبی ﷺ کا ذکر کرنا، اور اس کے سننے کو حاضر ہونا، اور مکان سجانا، اور گلاب چھڑکنا، اور اگر بتی سلگانا، اور دن مقرر کرنا، اور ولادت نبی ﷺ کے وقت قیام کرنا، اور کھانا کھلانا، اور خرے بانٹنا، اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا، بلا شک و شبہ مستحب ہے۔

مولانا محمد صالح نے لکھا: امة النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم من العرب والمصر والشام والروم والاندلس وجميع بلاد الاسلام مجتمع ومتفق علی استعجابہ واستحسانہ، یعنی نبی ﷺ کی امت عرب و مصر و شام و روم والیں و تمام بلاد اسلام سے اس کے استجاب و استحسان پر اجماع و اتفاق کیے ہوئے ہیں۔

گیارہواں فتویٰ: علمائے جدہ کا ہے جس میں مولانا یحییٰ بن اکرم تحریر فرماتے ہیں: الف فی ذالک العلماء وحثوا علی فعلہ فقالوا لاینکرھا الا مبتدع فعلی حاکم الشریعة ان یعزروه .. یعنی علمائے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس غفلت پر رغبت دی اور فرمایا اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی تو حاکم شرع پر اس کی تعزیر لازم۔

اس فتویٰ پر مولانا علی شامی بن عبد اللہ، مولانا علی طحان، مولانا محمد بن داؤد بن عبد الرحمن، مولانا محمد بن عبد اللہ، مولانا احمد بن محمد خلیل، مولانا عبد الرحمن بن علی حضرمی کی صحیحات و تصدیقات ہیں۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: بالجملہ سردست اس قدر کتب و فتاویٰ و افعال و اقوال علماء ائمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان و استجاب کی سند صریح حاضر ہے۔ جس میں سو سے زائد ائمہ و علماء کی تحقیق و تصدیق روشن و ظاہر۔ اور رسالہ غایۃ السرام میں علمائے ہند

کے بھی فتوے چھپے ہیں، جن پر پچاس سے زیادہ مہر و دستخط ہیں۔

اب منصف انصاف کرے۔ آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، وجدہ، و حدیدہ، و روم، و شام، و مصر، و دمیاط، و یمن، و زبید، و بصرہ و حضرموت، و حلب، و جحش، و برزنج، و برع، و کرد، و داغستان، و اندلس، و ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا؟ یا معاذ اللہ! یہ عمائد شریعت صد ہا سال سے آج تک سب کے سب مبتدع و بد مذہب اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب و مستحسن ماننے والے ٹھہریں گے؟

تعصب نہ کیجیے تو ہم ایک تدبیر بتائیں۔ ذرا اپنے دل کو خیالاتِ اس و آں سے رہائی دیجیے۔ اور آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجیے کہ گویا یہ سیکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں، اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالی شان میں جمع ہوئے ہیں۔ اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے۔ اور ان سب عمائد نے یک زبان ہو کر باواز بلند فرمایا ہے: بیشک مستحب ہے۔ بے شک مستحب ہے۔ وہ کون ہے جو اسے منع کرتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے۔ اس وقت ان کی شوکت و جبروت کو خیال کیجیے، اور مشت چند مانعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھیے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالی شان مجمع میں جا کر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے۔ اور یوں تو

چوشیراں برفتند از مرغزار زندرو بہ لنگ لاف شکار

جسے چاہے کہہ دیجیے وہ کیا تھے، ہم ان کی کب مانتے ہیں، ان کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے؟ نعمو ذباللہ منہ۔

مقام دوم:- اس مقام کی شرح و تفصیل مفصلی نہایت اطنا ب و تطویل۔ معہذا ہمارے علمائے عرب و عجم بجز اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہو چکے کہ کوئی دقیقہ

احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا اٹھانہ رکھا۔ علی الخصوص حضرت حامی السنن ماجی الفتن سیدی و مولائی والدی روح اللہ رحمہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں وہ تحقیقات بدیعہ و تدقیقات مدیعہ ارشاد فرمائیں، جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ حق کے لیے نہیں، مگر غایت انجلا و بیان، اور باطل کو نصیب نہیں، مگر موت بے امان۔ والحمد لله رب العالمین۔ لہذا فقیر یہاں چند اجمالی نکتوں پر جوہل اشارہ و ایما اکتفا کرتا ہے۔

**نکتہ اول:**۔ اصل اشیا میں اباحت ہے۔ یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت، اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق، وہی تو مذموم و ممنوع ہے۔ باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی۔ خاص ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو، یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔

تو شخص جس فعل کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے، اس پر واجب کہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے۔ اور جائز و مباح کہنے والے کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں۔ کہ ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہونا ہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، و مستدرک حاکم میں سلمان فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فهو عفا یعنی حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا۔ اور حرام وہ ہے، جسے خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔ اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے۔ یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں: فیہ ان الاصل فی الاشیاء

الاباحۃ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔  
 لطف یہ کہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڑھی دہلوی نے بھی فتوائے  
 متصدقہ مہر کی سخطی میں تصریح کی کہ:

اومد ہوش، عیقل! خدا و رسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے، اور ناجائز  
 کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا و رسول نے ناجائز  
 کہاں کہا ہے؟

**نکتہ دوم:** - عموم و اطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام سے آج  
 تک علماء میں شائع و ذائع ہے۔ یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا، تو  
 جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی، ہمیشہ محمود رہے  
 گی۔ تا وقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ مسلم  
 التبیوت میں ہے: شاع و ذاع احتجاجہم سلفا و خلفا بالعمومات من  
 غیر نکیر ..

یہاں تک کہ خود فتوائے متصدقہ مولوی نذیر حسین صاحب میں ہے۔  
 جب عام و مطلق چھوڑ اتو یقیناً اپنے عموم و اطلاق پر رہے گا عموم  
 و اطلاق سے استدلال برابر زمانہ صحابہ کرام سے آج تک بلا نکیر رائج  
 ہے۔

اب سنیے! ذکر الہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت۔ قال اللہ تعالیٰ: **وَ اذْکُرُوا  
 اللہ ذکراً کثیراً** خدا کو بہت یاد کرو۔

اور نبی کریم ﷺ بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 کی یاد عین خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد تو اسی لیے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ  
 کے ولی ہیں۔ معہذا نبی کریم ﷺ کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ

حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے انھیں یہ مراتب بخشے، یہ کمال عطا فرمایا۔۔۔۔۔  
 اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی آقا ﷺ ایسے ہیں، جنہیں حق تعالیٰ نے ایسے  
 ایسے درجے دیے۔ اس وقت یہ کلام آئیہ کریمہ: **وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ** کے  
 قبیل سے ہوگا۔۔۔۔۔ چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے  
 محبوب کو یہ رتبے بخشے۔ اس وقت یہ کلام آئیہ کریمہ: **سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ**  
**بِعَبْدِهِ** اور آئیہ کریمہ: **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ** کے طور پر ہو جائے  
 گا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:  
**وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** اور بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر۔ امام قاضی عیاض شفا  
 شریف میں اس آئیہ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا سے یوں نقل فرماتے ہیں:  
**جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكركني** یعنی میں نے تمہیں اپنی یاد میں  
 سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد بعینہ خدا کی یاد  
 ہے۔ پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی، حسن و محمود ہی  
 رہے گی۔ اور مجلس میلاد و صلاۃ بعد الاذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لیے  
 ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں! جو کوئی ان  
 طرق کو ممنوع کہے، وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔

اسی طرح نعمت الہیہ کے بیان و اظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا۔ قال تعالیٰ  
**وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** اور ولادت اقدس ﷺ تمام نعمتوں کی اصل  
 ہے، تو اس کے خوب بیان و اظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا۔

علیٰ ہذا القیاس نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر مسلمان کا ایمان ہے۔ اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے ثابت۔ وَتُعَزُّرُوهُ وَتُوقِّرُوهُ ۝ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین و تبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس و قیام کی خوبی ثابت ہے۔ وَالصمد لله رب العالمین۔

**نکتہ سوم:** ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کے لیے خصت یا ممانعت ماننا، اس پر موقوف کہ قرآن و حدیث میں خاص اس کا نام لے کر جائز کہا ہو، یا منع کیا ہو۔ یا اس کی کچھ حاجت نہیں، بلکہ کسی عام یا مطلق مامور بہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے۔

بر تقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس و قیام مجلس کے نام قرآن و حدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ۔

بر تقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت کے ساتھ ثبوت مانگتے ہو، اور بآنکہ یہ افعال اطلاقات ذکر و تحدیثِ نعمت و تعظیم و توقیر نبی کے تحت میں داخل ہیں، جائز نہیں مانتے۔

**نکتہ چہارم:** حضرات مانعین سب کے سب اس مرض میں گرفتار کہ قرن و زمانہ کو حاکم شرع بنایا ہے۔ جوئی بات کہ قرآن و حدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں، جب فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ بری نہیں، اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت و گمراہی۔ حالانکہ شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین و تصحیح پر قابو نہیں۔ نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے۔ اور برا کام کسی زمانہ میں ہو، برا ہے۔ آخر بلوائے مصر، و واقعہ کربلا، حادثہ آخرہ، و بدعات خوارج، و شناعات روافض، و خباثات نواصب،

وخرافات معتزلہ وغیرہا امور شنیعہ، زمانہ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے، مگر معاذ اللہ وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے۔ اور بنائے تصنیف کتب، و تدوین علوم، و رد مبتدعین، و تعلیم و تعلم نحو و صرف، و طرق اذکار، و صور اشغال اولیائے سلاسل قدمت اسرارہم وغیرہا امور حسنہ، ان کے بعد شائع ہوئے، مگر عیاذ باللہ اس وجہ سے بد نہیں قرار پاسکتے۔ بلکہ اس کا مدار نفس فعل کے حسن و قبح پہ ہے۔ جس کام کی خوبی صراحتہ یا اشارۃ قرآن و حدیث سے ثابت، وہ بے شک حسن ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو۔ اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد، وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا، خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

والبدعة ان كانت مما تدرج تحت مستحسن فهي حسنة وان كانت تدرج تحت مستقبح فهي مستقبعة والا فمن قسم المباح ..  
یعنی بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔  
اسی طرح صدہا کا بر نے تصریح فرمائی۔

اب مجلس قیام وغیرہ امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں نہ تھے، لہذا ممنوع ہیں، محض باطل ہو گیا۔

**نکتہ پنجم:** بڑی مستند، ان حضرات کی حدیث: خیر القرون قرنی ہے، اس میں بحمد اللہ ان کے مطلب کی بوجہ نہیں۔ حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ اس کے بعد



جھوٹ، خیانت، اور تن پروری اور خواہی نہ خواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا۔

اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق مامور بہ کے تحت میں داخل ہو، شنیع و مذموم ٹھہرے گا۔ جو اس کے ثبوت کا دعویٰ رکھتا ہو، بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

**نکتہ ششم:** اگر کسی زمانہ کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا، اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں، اور مابعد کے شر تو اکثر صحابہ و تابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھیے۔ اخرج ابو نعیم ان رسول اللہ ﷺ قال اذا اتی ابی بکر اجله و عمر اجله و عثمان اجله فان استطعت ان تموت فمت یعنی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جب انتقال کر جائیں ابو بکر و عمر و عثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔ اب تمہارے طور پر چاہیے کہ زمانہ پاک حضرات خلفاء ثلاثہ ﷺ بلکہ صرف زمانہ تینخین (کہ طبرانی کی روایت کی وارد "اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت جب عمر مر جائے تو اگر مر سکے تو مر جانا) رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک خیر رہے۔ پھر جو کچھ حادث ہوا، اگرچہ عین خلافت حقہ راشدہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں، وہ معاذ اللہ سبب شروعیج و مذموم و بدعت ضلالت قرار پائے۔ خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

**نکتہ ہفتم:** اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اس کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں، تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے

بند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں بنظر کثرت طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ یعنی میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینہ، کہ نہیں کہہ سکتے اس کا اگلا بہتر ہے، یا پچھلا۔

شیخ محقق لکھتے ہیں: کنایہ است از بودن ہمہ امت خیر چنانکہ مطر ہمہ نافع است کہیے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص؟ اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور، جو علما و عرفا مابعد میں بلحاظ اصول و عموم و اطلاق شائع ہوئے؟۔

**حکۃ ہشتم:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاورات و مکالمات کو دیکھئے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار خیریت و شریت نہیں۔ دیکھیے بہت نئی باتیں کہ زمانہ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھیں، ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں، اور وہ انھیں برا کہتے، اور نہایت تشدد و انکار فرماتے۔ اور بہت تازہ باتیں کہ حادث ہوئیں ان کو بدعت و محدثات مان کر خود کرتے، اور لوگوں کو اجازت دیتے، اور خیر و حسن بتاتے۔

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: نعمۃ البدعۃ ہذہ کیا اچھی بدعت ہے یہ۔ اور سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ باواز پڑھتے شکر فرمایا: ای بنی محدث اباک والحدث اے میرے بیٹے یہ نوپیدا بات ہے بیچ نئی باتوں سے۔ فاروق اعظم نے بدعت مان کر سن کہا۔ اور عبد اللہ بن مغفل نے اس فعل کو کہ ان کے زمانہ میں واقع ہوا بدعت سینہ مذمومہ ٹھہرایا۔

تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی ان کے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفس فعل کو دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، اجازت دیتے، ورنہ منع فرمادیتے۔ اور یہی طریقہ بعینہ زمانہ تابعین و تبع تابعین میں رائج رہا۔ تو باتفاق صحابہ و تابعین و تبع تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن حسن ہے، اگر چہ نیا ہو۔ اور قبیح، قبیح ہے، اگر چہ پرانا ہو۔ پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے۔

**نکتہ فہم:** یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو فعل کیا ہی نہیں، ہم کیونکر کریں۔ زمانہ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا۔ اور بفرمان جلیل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ؓ و سیدنا فاروق اعظم وغیرہما صحابہ کرام ؓ قرار پا چکا کہ بات، فی نفسہ نیک ہونا چاہیے، اگر چہ پیشوائے دین نے نہ کی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب جنگ یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید ہوئے، تو حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے، تو بہت قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں۔ صدیق اکبر ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تم کیوں کر کرو گے؟ فاروق اعظم ؓ نے جواب دیا: اگر چہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا۔ مگر خدا کی قسم! کام تو خیر ہے۔ صدیق اکبر ؓ فرماتے ہیں: پھر عمر ؓ مجھ سے اس معاملہ میں بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کے لیے کھول دیا، اور میری رائے عمر کی رائے کے موافق ہو گئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر ؓ نے جناب زید بن ثابت ؓ کو

بلا کر جمع قرآن کا حکم دیا۔ انھیں بھی وہی شبہہ گذرا، اور عرض کی: بھلا آپ ایسی بات کیوں کر کرتے ہیں، جو حضور اقدس ﷺ نے نہ کی؟ صدیق اکبر ﷺ نے وہی جواب دیا کہ خدا کی قسم بات تو بھلائی کی ہے۔ پھر دونوں صاحبوں میں بحث ہوتی رہی، یہاں تک کہ ان کی رائے بھی تیخین کی رائے کے ساتھ موافق ہوئی، اور انھوں نے قرآن عظیم جمع کیا۔

دیکھو! جب زید بن ثابت نے صدیق اکبر، اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر اعتراض کیا، تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا، ہم صحابہ ہیں، ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے۔ بلکہ یہی جواب فرمایا کہ اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا، پر کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے۔ پس کیوں کر ممنوع ہو سکتا ہے؟ اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی۔ اور قرآن عظیم باتفاق صحابہ جمع ہوا۔

اب غضب کی بات ہے کہ ان حضرات کو سودا، اچھلے اور جو بات کہ صحابہ کرام میں طے ہو چکی، پھر اکھیڑیں۔

**نکتہ دہم:** جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کچھ انھوں نے نہ کیا، تم کرتے ہو؟ لطف یہ ہے کہ بعینہ وہی اعتراض اگر قابل تسلیم ہو، تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین، اور تابعین پر باعتبار صحابہ، اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ ﷺ اور۔ مثلاً جس فعل کو حضور اقدس ﷺ و صحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا، اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوا، تو تم اسے بدعت نہیں کہتے۔

ہم کہیں گے اس کام میں بھلائی ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ و تابعین

کرتے۔ تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں، جو انہوں نے نہ کیا یہ کریں گے؟ اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہوا، اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ کیوں نہ کرتے۔ تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے؟

علیٰ ہذا القیاس جوئی باتیں صحابہ نے کیں، ان میں بھی تمہاری طرح کہا جائے گا۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ÷ و لیکن میفرمائے بر مصطفیٰ

کیا رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ ان کی خوبی معلوم نہ ہوئی؟ یا صحابہ کو افعال خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی؟

غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بنا پر عیاذ باللہ عیاذ باللہ تمام صحابہ و تابعین بھی بدعتی ٹھہرے جاتے ہیں۔

**نکتہ یازدہم:** امام احمد بن محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع یعنی کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب مغفور رحمہ اللہ اتنا عشریہ میں فرماتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگرست منع فرودن چیزے دیگر نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری چیز۔

تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ لکھا ہے۔

**نکتہ دوازدہم:** ع: سخن شناس نئی دلبر اخطا میں جاست

حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلائے کلمۃ اللہ و نشر دین متین،

قتل کافرین، و اشاعتِ فرائض، و حدودِ الہیہ، و محافظتِ اصولِ ایمان، و حفظِ روایتِ حدیث و غیرہ امور کلیہ ہمہ سے فرصت تھی۔ لہذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی؟ تاہم قواعد و اصول، و تفریحِ جزئیات و فروع، و تصنیف و تدوینِ علوم، و نظمِ دلائلِ حق، و ردِ شبہاتِ اہل بدعت، و غیرہ امورِ عظیمہ کی طرف بھی توجہ کامل نہ فرما سکے۔ جب بفضلِ اللہ تعالیٰ ان کے زور بازو نے دینِ الہی کی بنیاد مستحکم کر دی، اور مشارق و مغارب میں ملتِ حنفیہ کی جڑ جم گئی۔ اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تخت و بخت سازگار پا کر تیغ و بن جمانے والوں کی ہمتِ بلند کے قدم لیے، اور باغبانِ حقیقی کے فضل پر تکیہ کر کے اہم فالک اہم کاموں میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ مصطفیٰ ﷺ کا باغ ہر ابھرا پھلا پھولا لہلہایا، اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ ننھیاں جواب پھوٹیں، جب کہاں تھیں؟ یہ پتیاں جواب نکلیں، پہلے کیوں نہاں تھیں؟ اگر ان میں کوئی خوبی پاتے، تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے؟ اس کی حماقت پر اس الہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! ان اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی، وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے۔

**نکتہ سیزدہم:** ہم نے مانا کہ جو کچھ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا، سب منع ہے۔ اب ذرا حضراتِ مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا، اور لوگوں سے ماہوار چندہ لینا، اور طلبہ کے لیے مطبعِ نولکشور سے فیصدی دس روپے کمیشن لے کر کتابیں منگانا، اور بہ تخصیص روز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں

وعظ کہنے جائیں، نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لیے جلسے، اور بیچ مقرر کرنا، مخالفین کے رد میں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر شہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا، اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ سب اکابر و اصاغر میں بلا تکبر رائج ہیں۔ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں؟ کیا تمہارے لیے پروانہ معافی آگیا ہے کہ جو چاہو کرو، تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ یا یہ نکتہ چینیاں انھیں باتوں میں ہیں، جن میں تعظیم و محبت حضور سرور عالم ﷺ سے علاقہ ہو، باقی حلال شیر مادر و سولہوں و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ الاکبر۔

**نکتہ چہارم:** افسوس! کیا الٹا زمانہ ہے۔ امور تعظیم و ادب میں سلف صالح سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی طریقہ رہا کہ ورود، وعدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی، بلکہ تصریحاً قاعدہ کلیہ بتایا۔ کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً جس بات کو نبی کریم ﷺ کی ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔ اسی لیے سلفاً و خلفاً جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور اقدس ﷺ کا ادب کیا، اس ایجاد کو علما نے اس کے مدائح میں شمار کیا۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا۔

مثلاً سیدنا امام مالک، صاحب المذہب، عالم المدینہ ﷺ نے ادب حدیث خوانی میں وہ وہ باتیں ایجاد فرمائیں، جو صحابہ و تابعین سے ہرگز منقول نہیں۔ اور وہ ایجاد تمام علما کے نزدیک امام مالک کے فضائلِ جلیلہ ٹھہری۔ اور ان کے غایت محبت پر دلیل قرار پایا۔

امام قاضی عیاض شافعی میں لکھتے ہیں: جس کا ترجمہ یہ ہے: جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے، ایک کنیز آ کر کہتی: شیخ تم سے پوچھتے ہیں:

تم حدیث سیکھنے آئے ہو، یا فقہ و مسائل؟ اگر انہوں نے جواب دیا: فقہ و مسائل۔ جب تو آپ تشریف لے آتے۔ اور اگر کہا: حدیث۔ تو پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طیلسان اوڑھتے، اور عمامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے، ان کے لیے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا، اس وقت باہر تشریف لاتے، اور نہایت خشوع و خضوع اس پر جلوس فرماتے، اور جب تک حدیث بیان کرتے، اگر سلگائے رہتے، اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے، جب نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔

حضرت سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا: میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کروں، اور میں حدیث بیان نہیں کرتا، جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھ لوں۔

دوسری مثال: انھیں کی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے، اور فرماتے: مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضور سرور عالم ﷺ جلوہ فرما ہوں، اسے جانور کی سُم سے روندوں۔

تیسری مثال: احمد غازی تیر انداز سے شفا شریف میں نقل کیا ہے کہ میں نے کمان کبھی بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی، جب سے سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے کمان دست اقدس میں لی ہے۔

چوتھی مثال: امام بن حاج مالکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے، اور کبھی حرم محترم میں پیشاب نہ کیا، نہ لیٹے۔ ابن حاج کہتے ہیں: ایسے شخص کو مجاورت مستحب ہے۔ یا یوں کہیے: اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔



یہ ابن حاج مستندین مانعین سے ہیں۔ اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں۔ مگر اس پر نکیر نہیں فرماتے، بلکہ تعریف کرتے ہیں۔

پانچویں مثال: اسی میں ہے۔ بعض صالحین زیارت نبی ﷺ کا کو حاضر ہوئے، تو شہر میں نہ گئے، بلکہ باہر سے زیارت کر لی۔ اور یہ ادب تھا اس مرحوم کا، نبی ﷺ کے ساتھ۔ اس پر کسی نے کہا: اندر نہیں چلتے؟ کہا: کیا مجھ جیسا شخص داخل ہو سید الکونین ﷺ کے شہر میں؟ میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔

چھٹی مثال: اسی میں ہے: میرے سردار ابو محمد رصہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا، تو جب تک رہا، مسجد شریف میں قعدہ نماز کے سوانہ بیٹھا۔ اور برابر حضور میں کھڑا رہا، جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔

ساتویں مثال: اس سے متصل نہیں امام نقل کرتے ہیں: میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا، نہ کہیں اور گیا۔ نہ حضور اقدس ﷺ کے سوا کسی کی زیارت کی۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں۔ پھر میں نے کہا: کہاں جاؤں گا؟ یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا، سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بے چاروں اور مسکینوں کے لیے۔ اور وہاں حضور اقدس ﷺ کے سوا کون ہے، جس کا قصد کیا جائے؟ فرماتے ہیں: پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا۔ اور مرادو مطلب ہاتھ آئے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: اب فقیر سکا قادر یہ غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس فتویٰ کو انہیں مبارک لفظوں پر شتم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا، اور مرادو مطلب ہاتھ آئے

گا۔ اور اپنے رب کریم تبارک و تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف مسئلہ قیام نبی میں بیان کافی و برہان شافی ہو، بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل قرار پائے۔ اور جسے خدا چاہے اس کے لیے شاہراہ تحقیق پر مشعل ہدایت ہو جائے۔

وللا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسراج اُفقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین -

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

اس فتویٰ پر علمائے رامپور سے حضرت مولانا ارشاد حسین، مولانا گوہر علی، مولانا عبد اللہ قریشی، مولانا شاہ سلامت اللہ — اور علمائے بدایوں سے حضرت مولانا شاہ عبد القادر، مولانا عبد المقتدر، مولانا امداد حسین، مولانا حافظ محمد بخش، مولانا عبد الرزاق بن عبد الصمد — اور علمائے بریلی سے مولانا محمد شاہ خان صاحب، مولانا سلطان احمد خان صاحب۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصدیقات و مواہیر ہیں۔

(۲۵) منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین (۴)

گنگوہی صاحب اور نہ صرف گنگوہی و مولوی اسماعیل دہلوی، بلکہ وہابیہ مطلقاً مقلدین ہوں یعنی دیوبندیہ یا غیر مقلدین ہوں یعنی دہلویہ۔ ایک وصف خاص ان کا یہی ہے کہ ہر مسئلہ میں اسی پہلو کو اختیار کریں، جس میں انبیاء و رسل کی بے قدری و توہین ہو، یا کم از کم عزت و قدر ثابت نہ ہو۔ اعتقادات سے عملیات، مستحبات سے لے کر فضائل تک سب میں یہ بات ضروری ہے۔ اور جس مولوی کی تحریرات و تقریرات ایسی نہ ہوں، وہ وہابی نہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر تقبیل ابراہیمین ہے۔ یعنی اذان سنتے وقت جب نام نامی حضور اقدس ﷺ کا آئے، اور موذن اُشہد ان محمد رسول اللہ کہے، اس وقت سننے والے کو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی رخ سوائے تعظیم و توقیر حضور اقدس ﷺ کے دوسری طرف نہیں۔ تو اگر کوئی اور وجہ و ثبوت اس کے کرنے کا نہ ہوتا، تو صرف تعظیم و توقیر ہی وجہ و جواز کے لیے کافی تھی۔ نہ کہ ایک حدیث بھی اس مضمون کی مروی۔ جسے امام سخاوی نے رسالہ مبارکہ المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرہ علی السنۃ میں ذکر فرمایا۔ مگر ان بدعت پرستوں کے یہاں یہ کب گوارا ہو، ان کے یہاں بدعت و منع ہے۔

جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا، تو حضور نے ایک ضخیم کتاب ۱۳۲ صفحات کی اس کے جواب میں تحریر فرمائی۔ اور اس کا تاریخی نام منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین تجویز رکھا۔

یہ رسالہ اگرچہ بظاہر اس ایک مسئلہ کا جواب ہے، لیکن درحقیقت وہابیہ کی ساری عمارت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا، اور اہل سنت کے ہاتھ میں ایک زبردست اوزار رد وہابیہ کا دینا ہے۔ اور علم اصول حدیث کے بہت سے مسائل کی توضیح و تشریح ہے۔ اور وہابیہ، دیوبندیہ کے سارے ادعائے حدیث دانی کی تصحیح و نفي ہے۔ یہ رسالہ پہلے مطبع گلزار حسنی بمبئی میں طبع ہوا، اور تمام شائقین کی خدمت میں تحفہ بھیجا گیا۔ پھر دوبارہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا۔ تیسری بار فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں ص ۵۱۷ سے ص ۶۲۸ تک چھپا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی دوسرے رسالوں کی طرح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس میں بطور براءت استہلال اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ ابتدائے جواب ان لفظوں سے ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم • الحمد لله الذي نور عيون المسلمين  
 • بنور عين اعيان المرسلين • والصلاة والسلام على نور العيون  
 • سرور القلب المعزون • محمد الرفيع ذكره في الصلاة والاذان  
 • والعبيب اسمه عند اهل الايمان • الخ

خطبہ کے بعد جواب ان مبارک لفظوں میں تحریر فرمایا ہے۔

حضور پر نور شفیع یوم النشور صاحب لولاک ﷺ کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے، یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز۔ جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم۔ اور اگر خود کوئی دلیل خاص نہ ہوتی، تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا۔ جو ناجائز بتائے، ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے۔ اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔

پھر یہاں تو حدیث و فقہ و ارشادِ علماء و عملِ قدیم سلفِ صالحی سب کچھ موجود۔

پھر حدیث شریف سے سیدنا صدیق اکبر، سیدنا امام حسن، سیدنا ابوالعباس خضر وغیرہم اکابر دین کے کرنے کا ثبوت کتاب مستطاب مقاصدِ حسنہ سے ذکر فرمایا۔ اور کتب فقہ جامع الرموز، شرح نقایہ، مختصر الوقایہ، و فتاویٰ صوفیہ، و کنز العباد، و رد المحتار، حاشیہ رد مختار، وغیرہا کتب فقہ کے حوالہ سے اس فعل کا استحباب و استحسان ثابت فرمایا۔

رہا محدثین کا اس حدیث کو لایصح فرمانا، جس سے ان متحد صاحبوں کو اردو محاورہ کا دھوکا ہوا کہ یہ بات صحیح نہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ غلط ہے۔ حالانکہ یہ اصطلاح فنی ہے کہ اصطلاحِ محدثین میں نفی صحت، نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔ نہ کئی صلاح تماسک و صلوح تمسک، نہ کہ دعویٰ وضع و کذب۔ تو عندا تحقیق ان احادیث پر جیسے با اصطلاحِ محدثین حکم صحت صحیح نہیں، یوں ہی حکم کذب و وضع بھی ہرگز مقبول نہیں۔ بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور۔ عملِ علماء و قبولِ قدما، حدیث کے لیے قوی دیگر۔ اور نہ سہی، تو فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول۔ اور اس سے بھی گزریے تو بلاشبہ فعلِ اکابر دین سے مروی و منقول، اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر و روشنائی چشم کے لیے مجرب، اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو، تو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو، تو صرف تجربہ وانی۔ کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں۔ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف۔ اور نفع حاصل ہو، تو منع باطل۔ بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے؟

ولہذا مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة قلت واذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين ○  
تو صدیق اکبر سے کسی شے کا ثبوت بعینہ حضور سید عالم ﷺ سے ثبوت ہے، اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوعہ درجہ صحت تک مرفوع نہیں۔

امام سخاوی المقاصد الحسنہ فی الحدیث الدائرہ علی الالسنة میں فرماتے ہیں:-

حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلہما عند سماع قول الموزن اشهد ان محمدا رسول اللہ مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع قول الموزن اشهدان محمدا رسول اللہ قال هذا وقبل بباطن الانملتی السبابتین ومسح عینیہ فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ولا یصح ○ یعنی موزن سے اشہدان محمدا رسول اللہ سن کر انگشتان شہادت کے پورے، جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا، اور یہ دعا پڑھنا اشہدان محمدا عبده ورسوله رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر ﷺ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے موزن کو اشہدان محمدا رسول اللہ کہتے سنا، یہ دعا پڑھی، اور دونوں کلمہ کی انگلیوں کے پورے، جانب زیرین سے چوم کر

آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے۔ اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی، جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔  
پھر فرمایا:-

وحكى الشمس محمد بن صالح المدني امامها وخطيبها في تاريخه عن المجد احد القدماء من المصريين انه سمعه يقول من صلى على النبي ﷺ اذا سمع ذكره في الاذان وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا .  
یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے، نقل کیا کہ میں نے انھیں فرماتے سنا کہ جو شخص نبی ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے، اور انھیں بوسہ دیکر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر شرح نقایہ سے نقل فرمایا:-

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله تعالى عليك يا رسول الله عند الثانية منها قره عيني بك يا رسول الله ثم يقال اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه ﷺ يكون له قائد الى الجنة كذا في كثر العباد .  
یعنی خبردار ہو! بے شک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشہدان محمددا رسول الله نے صلى الله عليك يا رسول الله کہے۔ اور دوسری بار قره عيني بك يا رسول الله، پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے:

اللہم متعنی بالسمع والبصر، تو نبی ﷺ اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:-

ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ ۰ یعنی ایسا ہی سیدی فضل اللہ سہروردی نے فتاوی صوفیہ میں فرمایا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے بہت نفیس اعلیٰ درجہ کے قیمتی اکتیس فائدے بحوالہ کتب مستندہ تحریر فرمائے ہیں، جن کو بطور اختصار لکھنا فوائد سے خالی نہیں۔

### افادہ اول:-

(الف) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ 'صحیح نہیں' اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے۔ بلکہ 'صحیح' ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے، جس کے شرائط سخت و دشوار، اور موانع و عوائق کثیر و بسیار۔ حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے۔

حلیہ شرح منیہ میں ہے:-

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیث لا یلزم من نفی الصیحة نفی الثبوت علی وجه الحسن ۰ یعنی اصطلاح علم حدیث لی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

(ب) یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار، نفی حسن میں بھی نص نہیں، جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو۔ نہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا، نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا، جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح۔



اور سب سے بدتر موضوع۔ اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں، درجہ بدرجہ مرتب۔ صحیح کے بعد حسن لذاتہ، بلکہ صحیح لئیرہ، پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لئیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب، اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا۔ اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت تناول ہے۔ اور وہ سب صحیح بہا ہیں۔ اور آخر کی قسم، صالح۔ یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے۔ اور جابر سے قوت پا کر حسن لئیرہ، بلکہ صحیح لئیرہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور پہنا کرتی ہے۔ ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول، و تنہا کافی ہے۔

پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے۔ جیسے راوی کے فسق وغیرہ قواعد قویہ کے سبب متروک ہونا، بشرطیکہ ہنوز کذب سے جدائی ہو۔ یہ حدیث، احکام میں احتجاج درکنار، اعتبار کے بھی لائق نہیں۔ ہاں! فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً، اور بعض کے طور پر بعد انجبار بہ تعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول عمل پاتی ہے۔ کما منبہ انشاء اللہ تعالیٰ

پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے۔ جس کا مدار وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر ہو۔ یہ بدترین اقسام ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد۔ یعنی جس کا مدار کذب پر ہو، عین موضوع۔ یا نظر تفتیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے۔ یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے۔

حقیقۃً حدیث نہیں، محض مجعول وافترا ہے۔ والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ  
 امام بدرالدین زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح — پھر امام  
 جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعة — پھر علی ابن محمد کنانی تنزیہ  
 شریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة — پھر علامہ محمد  
 طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:-

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات  
 الکذب والاختلاق وقولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم وانما  
 هو اخبار عن عدم الثبوت وفرق بین الامرین ۰ (ہم محدثین کا کسی حدیث کو  
 کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور 'موضوع' کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کہ 'موضوع' کہنا، تو  
 اسے کذب وافترا ٹھہرا دینے ہے۔ اور 'صحیح' کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں۔ بلکہ اس کا حاصل  
 تو نفی ثبوت ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ رضوی)

### افادہ دوم:-

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا، اگر اثر کرتا ہے، تو صرف اس  
 قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے، نہ کہ باطل و موضوع۔ بلکہ علما کو اس میں اختلاف  
 ہے کہ جہالت، قاذح صحت و مانع حجت بھی ہے یا نہیں؟ تفصیل مقام یہ کہ مجہول  
 کی تین قسمیں ہیں۔

اول مستور: جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں۔

دوم مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

سوم مجہول الحال: جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں۔

قسم اول: یعنی مستور، تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ اور دو قسم باقی کو

بعض اکابر حجت جانتے، جمہور محدثین ضعف مانتے ہیں۔ بلکہ امام نووی مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهراً وباطناً ومجهولها باطناً مع وجودها ظاهراً وهو المستور ومجهول العين فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به واما الآخراں فاحتج بهما كثيرون من المعقنين ...

**افادہ سوم:-**

اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علما کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجت میں بھی کچھ خلل نہیں آتا۔ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں:-

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في القبول من الثقات

**افادہ چہارم:-**

انقطاع تو ایک امزج ہے، جسے صرف بعض نے طعن جانا۔ علما فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب ہونا، بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ دربارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مسج بھی موضوع سے جدا قسم ہے۔ حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔

تعبات میں ہے:-

المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع

**افادہ پنجم:-**

خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک، یا عدالت مشکوک،

شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں ہوتا۔ جیسے: حدثنی رجل ○  
مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ یا بعض اصحابنا ○ ایک رفیق نے خبر دی۔  
پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے، نہ یہ کہ موجب ضعف۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوة الحجاج فی عموم المغفرة للحجاج  
میں فرماتے ہیں:-

لا يستحق الحديث ان يوصف بالوضع بمجرد ان راويه لم يسم ○  
ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جہتقصان ہو جاتا ہے۔

**افادہ ششم:-**

بھلا جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے۔ اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم،  
عدم علم سے زائد۔ مجہول و مبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہ ثقہ ہو؟ اور جس پر جرح  
ثابت، احتمال ساقط۔ لہذا دربارہ مجہول رو قبول میں مختلف، اور ثابت الجرح  
کے رو پر متفق ہوئے۔

امام نووی مقدمہ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل:-

الناقلون سبع طبقات ثلث مقبولة وثلث متروكة والسابعة  
مختلف فيها (الی قولہ) السابعة قوم مجہولون انفراداً بروایات لم  
یتابعوا علیہا فقبلہم قوم ووقفہم آخرون ○

**افادہ ہفتم:-**

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں،  
جن کا ہر ایک، جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی  
موضوعیت لازم نہیں۔ مثلاً راوی کی اپنی مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی

تلقین قبول کر لے۔ یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تو نے یہ سنا تھا، وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی۔ اور غفلت کا طعن، فسق کے طعن سے بھی بدتر، اور جہالت سے چار درجہ سخت ہے۔

امام احمد بن حجر عسقلانی نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں۔ کذب، تہمت کذب، کثرت غلط، غفلت، فسق، وہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سوء حفظ۔ اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔ پھر علماء فرماتے ہیں: ایسے غافل، شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔

اواخر تعقیبات میں ہے:-

فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن قلت هذا لا یقتضی  
الحکم بوضع حدیثہ  
افادہ ہشتم:-

یوں ہی منکر الحدیث۔ اگرچہ یہ جرح امام بخاری نے فرمائی ہو۔ حالانکہ وہ فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں، اس سے روایت حلال نہیں۔ بایں ہمہ علمائے فرمایا: ایسی حدیث بھی موضوع نہیں۔

تعقیبات میں ہے۔

قال البخاری منکر الحدیث فغایة امر حدیثہ ان یکون ضعیفا  
افادہ نہم:-

ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ منرو لے کا ہے۔ جس کے بعد صرف متہم بالوضع، یا کذاب و جال کا مرتبہ ہے۔ اس پر بھی علمائے تصریح فرمائی کہ متروک

کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے، موضوع نہیں۔

امام ابن حجر اطراف العشرة پھر خاتم الحفاظ لالی میں فرماتے ہیں:-

زعم ابن حبان وتبعه ابن الجوزی ان هذا المتن موضوع وليس

كما قال فان الراوی وان كان متروكا عند الاكثر ضعيفا عند البعض

فلم ينسب الى الوضع ۰

افادہ دہم:-

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا، محض ہوس ہے۔ ہاں!

موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون قرآن عظیم

یا سنت متواترہ۔۔۔ یا اجماع قطعی، قطعیات الدلالة۔۔۔ یا عقل

صریح۔۔۔ یا حس صحیح۔۔۔ یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال

تاویل و تطبیق نہ رہے۔ یا معنی شنیع و قبیح ہوں، جن کا صدور حضور پر نور

صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معقول نہ ہو۔۔۔ یا ایک

جماعت جس کا عدد حد تو اتر کو پہنچے، اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً

الی الحس دے۔۔۔ یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا، تو اس کی نقل

و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں۔۔۔

یا کسی حقیر فعل کی مدحت، اور اس پر وعدہ بشارت۔۔۔ یا صغیر امر کی مذمت، اور

اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں، جنہیں کلام معجز نظام

نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و خفیف ہوں، جنہیں سمع، دفع۔

اور طبع منع کرے۔۔۔۔۔ یا ناقل رافضی، حضرات اہل بیت کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے، جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے حدیث لعمک لعمی ودمک دمی،۔۔۔۔۔ یا قرآن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے، یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کر دی ہے۔ جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔۔۔۔۔ یا تمام کتب تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے، اور اس کا کہیں پتانہ چلے۔۔۔۔۔ یا راوی خود اقرار وضع کر دے، خواہ صراحتہ خواہ ایسی بات کہے، جو بمنزلہ اقرار ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں۔ رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو، اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے؟

اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں۔

**اول:**۔۔۔ انکار محض، یعنی بے امور مذکورہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔

**دوم:**۔۔۔ کذاب وضاع، جس سے عدا نبی پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو۔ صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے۔ وہ بھی بطریق ظن، نہ بروجہ یقین۔ کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ اور قصد افترا اس سے ثابت نہیں۔ تو اس کی حدیث موضوع نہیں، اگرچہ ہم بہ کذب وضع ہو۔

**سوم:**۔۔۔ بہت علما جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں، وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیوں کہ موضوع ہو جاتی

ہے؟ حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے، نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں: موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا، یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔

### افادہ یازدہم:-

جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو، محدث اگر اس پر حکم وضع کرے، تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں۔ بلکہ صرف اس سند پر حکم مراد ہوتا ہے۔ یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل۔ اور نہ صرف موضوع، بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہی حاصل۔ ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں۔ تو کسی عالم کا حکم وضع، یا ضعیف دیکھ کر خواہی نہ خواہی سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل، یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم خیف ہے۔

### نتیجۃ الافادات:-

بحمد اللہ! فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابراہیم کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا، تو بدیہی۔ اور یہ بھی ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب، یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الرفع۔ ولہذا علمائے کرام نے صرف لایصح فرمایا۔ یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اختصار کیا۔ اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا۔

اور اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو، تو وہ صرف کسی



خاص سند کی نسبت ہوگا، نہ اصل حدیث پر۔ جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں۔ جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں۔ کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع۔

**افادہ دوازدهم:-**

حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے، اور وہ بہت ضعف رکھتے ہوں، تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو، تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی، اور مثل صحیح، خود احکام حلال و حرام میں حجت ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری مرفعات میں لکھتے ہیں:-

تعدد الطرق يبلغ الحديث الضعيف الى حد الحسن ○

میزان الشريعة الكبرى ○ میں ہے:-

قد احتج جمهور المعنئين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه

والعقوة بالصحيح قارة وبالحسن اخرى ○

**افادہ سیزدهم:-**

جہالت راوی، بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے۔ جو تعدد طرق سے منجم ہو جاتے ہیں، اور حدیث کو رتبہ حسن تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ حدیثیں جابر و منجم دونوں ہونے کی صالح ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصار حسنا...

### افادہ چہار دہم:-

حصول قوت کے لیے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں، صرف دو مل کر بھی قوت پا جاتے ہیں۔

تیسیر میں فرمایا:-

ضعیف بضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین ○

### افادہ پانچ دہم:-

اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے، اگرچہ سند ضعیف ہو۔  
مرقات میں ہے:-

رواہ الترمذی وقال غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم قال  
النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ  
الحدیث بعمل اهل العلم والعلیٰ عند اللہ تعالیٰ ○  
امام جلال الدین سیوطی نے تعقیبات میں فرمایا:-

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صعة الحدیث قول اهل العلم  
به وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله ○

یہ ارشادات علماء، احادیث احکام کے بارے میں ہیں۔ پھر احادیث فضائل  
تو احادیث فضائل ہیں۔

### افادہ شانز دہم:-

جن باتوں کا ثبوت احادیث سے چاہا جائے، وہ سب ایک پلہ کی  
نہیں ہوتیں۔ بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور  
متواتر نہ ہو، اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ آحاد اگرچہ کیسی ہی قوت سند و نہایت

صحت پر ہوں، ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں، جن میں خاص یقین درکار۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:-

خبر الواحد علی تقدیر اشتماله علی جمیع الشرائط المذكورة فی اصول الفقه لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات ۰  
ملا علی قاری منح الروض الازھر میں فرماتے ہیں:-

الآحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد ۰

دوسرا درجہ احکام کا ہے۔ کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں، پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ، خواہ لغیرہ، یا حسن لذاتہ، یا کم سے کم لغیرہ، ہونا چاہیے۔ جمہور علما یہاں ضعیف نہیں سنتے۔

تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا، اتنا ثواب پائے گا۔ یا کسی نبی یا صحابی کی خوبیاں بیان ہوئیں کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا۔ تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔

حضرت سیدی ابوطالب کی اپنی مبارک کتاب قوت القلوب فی معاملۃ المعبوب میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب مقبولة محتملة علی کل حال مقاطعها ومراسیلها لاتعارض ولا ترد کذالک کان السلف یفعلون ۰

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں۔

مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں:-

ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است، الخ

(نواب قطب الدین نے) مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ اللواہین

کامنکر الحدیث ہونا، امام بخاری سے نقل کر کے لکھا۔

اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، لیکن فضائل میں عمل

کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے۔

**افادہ ہفدہم:-**

ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب

کے لیے بس ہے۔

شیخ الاسلام ابوزکریا کتاب الاذکار میں تحریر فرماتے ہیں:-

قال العلماء من المعثین والفقہاء وغیرہم یجوز ویستحب

العمل فی الفضائل والترغیب والترہیب بالحدیث الضعیف ما لم

یکن موضوعا ۰

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسیح گردن کا ضعف بیان کر کے

فرماتے ہیں:-

الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان

مسح الرقبۃ مستحب او سنۃ ۰

**افادہ ہیزدہم:-**

اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو تصریحات علما درکنار، خود حضور پر نور ﷺ

سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے،

اور تحقیق صحت و جودت سند میں تعمق و تدقق راہ نہ پائے۔ حسن بن ارفع اپنے جزء حدیثی — اور ابوالشیخ مکارم الاخلاص میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری — اور قطنی، اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:-

من بلغه عن الله عزوجل شیئ فیہ فضیلة فاخذ به ایمانا به ورجاء ثوابه اعطاه الله ذالك وان لم یکن کذالك ولفظ الدار قطنی اعطاه الله ذالك الثواب وان لم یکن ما بلغه حقا ۝

افادہ نوزدہم:-

عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر، اور اس کا ضعف معتبر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں، آخر بطلان پر یقین تو نہیں۔ فان الکذوب قد یصدق تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو؟

مقدمہ امام عمر تقی الدین شہر زوری میں ہے:-

اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذالك قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یكون صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسنادہ علی الشرط المذكور ۝

تقریب و تدریب میں ہے:-

اذا قیل حدیث ضعیف فمعناه لم یصح اسنادہ علی الشرط المذكور لا انه کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب ۝ یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر نامعتبر و ضعیف

ٹھہرا چکے۔ علمائے قلب، عرفائے رب انھیں مقبول و معتمد بتاتے، اور بصیغہ جزم و قطع حضور پر نور ﷺ کی طرف نسبت فرماتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے، جنھیں علما اپنے زبر و دفاتر میں کہیں نہیں پاتے۔ ان کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار، اگلے طعن و جرح، واہانت کا باعث ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انعمتہ اللہ علیہ عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ، و اللہ باللہ، واشد تو قیافی القول عن رسول اللہ ﷺ تھے۔

میزان الشریعة الكبرى، میں حدیث اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم کی نسبت فرماتے ہیں:-

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين فهو صحيح عند

اهل الكشف ○

كشف الغمہ عن جميع الامة میں ارشاد فرمایا:-

كان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى على طهر الله قلبه من النفاق كما يطهر الثوب بالماء وكان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من قال صلى الله على محمد فقد فتح على نفسه سبعين بابا من الرحمة والقي الله محبته في قلوب الناس فلا يبغضه الا من في قلبه نفاق قال شيخنا رضى الله تعالى عنه هذا الحديث والذي قبله روينا هما عن بعض العارفين عن الخضر عليه السلام عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهما عندنا صحيحان في اعلى درجات الصعة وان لم يثبتهما المحدثون على مقتضى اصطلاحهم ○

بالجملہ اولیائے کرام کے لیے سوائے اس ظاہری سند کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ ولہذا سیدی ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:-

قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن العی الذی  
لا یموت ۰

### افادہ بستم:-

مقاصد شرع کا عارف، اور کلمات علما کا واقف، جب قبول ضعیف فی الفصائل کے دلائل، مذکورہ بالا عبارات امام ابن حجر وقوت القلوب امام مکی، و نیز تقریر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ ان انوار متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس، بے تکلف اس کے آئینہ دل میں تسم ہوگا۔ کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں، بلکہ عموماً جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی، بلا شبہ قبول کی جائے گی۔ جانب فعل میں اگر اس کا ورود، استحباب کی راہ بتائے گا، جانب ترک میں تنزیہ و توریع کی طرف بلائے گا۔ کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا: کیف وقد قیل کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔ رواہ البخاری عن عقبہ بن العمارت النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دع ما یربیک الی ما لا یربیک ۰ جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں دغدغہ نہیں۔ رواہ الامام احمد والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو، مورث شبہہ سے تو کم نہیں۔

توکل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع ﷺ کے مطابق ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:-

ويعمل بالضعيف ايضا في الاحكام اذا كان فيه احتياط ۰ حدیث

ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اسی میں احتیاط ہو۔

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن چھپنے لگانے سے ممانعت آئی ہے۔

ایک صاحب محمد بن جعفر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا، خیال کیا

کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، فصد لے لی۔ فوراً برص ہو گئی۔ خواب میں حضور

قدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور سے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا:

ایاک والاستھانہ بعد یثی ۰ انہوں نے توبہ کی۔ آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں، کہ ابو معین حسین طبری نے چھپنے لگانے

چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا: حجام بلا لاؤ۔ وہ چلا، حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ

سوچ کر کہا: حدیث میں تو ضعف ہے۔ غرض لگائے۔ برص ہو گئی۔ خواب میں

حضور سے فریاد کی، حضور نے فرمایا: ایاک والاستھانہ بعد یثی ۰ دیکھ! میری

حدیث کا معاملہ آسان نہ جانا۔ انہوں نے منت مانی۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات

دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا۔ صحیح ہو، یا

ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔

یوں ہی ایک حدیث ضعیف بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث

برص ہوتا ہے۔ بعض علما نے کتروائے۔ کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا۔ فرمایا:

حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور

محبوب رب ذی الجلال ﷺ سے مشرف ہوئے۔ اپنے حال کی شکایت عرض کی۔



حضور نے ارشاد فرمایا: تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی: حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ حضور نے فرمایا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور نے اپنا دست اقدس ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے۔

سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں۔

### افادہ بست و یکم:-

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استجاب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لیے، زہار زہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث بھی وارد ہوئی ہو۔ بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعف ہی کا ورود، ان احکام استجاب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بگوش ہوش استماع کیا ہے، اس پر یہ امرس و امس کی طرح واضح و روشن۔

### افادہ بست و دوم:-

جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا، سمجھا۔ اس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استجاب، یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ، یا امر مباح کی تائید، اباحت پر استناد کرنا، اسے احکام میں حجت بنانا، اور نرام و حلال کا مثبت ٹھہرانا نہیں۔ کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت، اور استجاب و تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ، و ارشاد اقدس کیف و قد قبل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت۔ جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعاً ہوئی۔

حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں، ممکن کہ واقع میں صحیح ہو، صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی۔ آگے حکم استحباب و کراہت ان قواعد صحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا، ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا۔ تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت، جو کچھ ثابت کی، دلائل شرعیہ ہی سے ثابت کی، نہ حدیث ضعیف سے۔

### افادہ بست و سوم:-

جمہور علما کے عامہ کلمات مطالعہ کیجیے، تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کرتے۔ صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو۔  
ذرفانی شرح مواہب میں ہے:-

عادة المصنفين التساهل في غير الاحكام والعقائد مالم يكن

موضوعاً ○

کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا، کسے معلوم نہیں؟ اس کے بعد صرف کذاب و وضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ نشان نے اسے متروک، بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا۔ بایں ہمہ عامہ کتب سیر و تفاسیر اس کی، اور اس کے امثال کی روایات سے مالا مال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں انھیں بلا تکلیف نقل کرتے رہے ہیں: قال ابن عدی وقد حدث عن الکعبی سفیان وشعبة وجماعة ورضوه بالتفسیر اما فی الحدیث فعنده منا کیر ○

امام واقدی کو جمہور علما اہل اثر نے چینیں و چناں کہا۔ جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب میں مسطور۔ اگرچہ ہمارے علما کے نزدیک ان کی توثیق ہی

رائج ہے۔ کما افادہ الامام المحقق فی فتو القدير۔ بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انھیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے، اور سلفاً خلفاً ان کی مرویات سیر میں ذکر کرتے ہیں۔ و علیٰ هذا القیاس۔

### افادہ بست و چہارم :-

کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا، موضوعیت بالائے طاق، ضعف شدید درکنار، مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل، قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں! بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے، ہر حدیث میں احتمال ضعف قائم۔ لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین، ان سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بانہا تمسک کردہ شوڈ کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ ان کتابوں کی جتنی حدیثیں ہیں، سب واہی ساقط ہیں، یا موضوع و باطل۔ اور اصلاً در بارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے نا قابل۔ کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا۔ نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ عمل کا انکار فرما رہے ہیں۔ اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔

نیز تصانیف خطیب و ابو نعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں۔ اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابو نعیم کی نسبت فرماتے ہیں :-

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء ہست کہ نظیر آن در اسلام تصنیف

نشده۔

اسی میں ہے :-

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب ست بسیار خوب  
کتابے ست۔

### افادہ بست پنجم:-

کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں، دو قسم ہیں۔

ایک: وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا۔

جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جو زقانی و موضوعات  
صفانی۔۔۔۔۔ ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس

مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحتہً لفظی موضوعیت نہ کر دی ہو۔

ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے، تو کتاب موضوعات

میں کیوں ذکر کرتے؟ پھر اس سے بھی صرف اتنا ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں

موضوع ہے۔ بنظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا۔ نہ کضعف، نہ کہ قوط، نہ کہ

بطلان۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار، بہت احادیث حسان

وصحاح بھردی ہیں۔ اور بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے۔ جسے ائمہ محققین و

نقاد حسین نے بدلائل قاہرہ باطل کیا۔

دوم: وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے

حکم وضع کی تحقیق و تنقیح، جیسے لادسی امام سیوطی۔ یا نظر و تنقید کے لیے ان

احادیث کا جمع کر دینا، جن پر کسی نے حکم وضع کیا۔ جیسے انھیں کانبل اللادسی

پر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس

کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں۔ کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تھا ایراد موضوع

نہیں، بلکہ اگر کچھ حکم دیا، یا سند، یا متن پر کلام کیا ہے، تو اسے دیکھا جائے گا۔

کہ صحت یا حسن یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے؟  
نتیجۃ الافادات :-

الحمد للہ! کلام اپنے ذرورہ اعلیٰ کو پہنچا، اور احقاق حق حد اقصیٰ کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہ شب چارودہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابراہیم کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں، تو انتہا درجہ، ضعیف بہ ضعف خفیف۔ اور فضائل اعمال میں باجماع علما محدثین و فقہا مقبول و کافی، اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید و وافی ہیں۔ والحمد لله رب العالمین

### افادہ بست و ششم :-

بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے۔ مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی، وہ علما و صلحا کے تجربہ میں آچکی۔ تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آخر ضعف سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا۔ حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے قضائے حاجات کے لیے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی، جس کے آخر میں ہے: **ولا تعلمونها السفہاء فانہ يدعون بها فيستجابون** یعنی بے وقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔ ائمہ بجرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن، متروک، بلکہ مہتمم بالکذب تک کہا۔ بایں ہمہ ازاں جا کہ مستدرک میں تھا۔

قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقا وقال ابراهيم بن علي  
الدبيلي قد جربته فوجدته حقا وقال العاظم قال لنا ابو زكريا قد  
جربته فوجدته حقا قال العاظم قد جربته فوجدته حقا (۱)

امام حافظ منذری نے فرمایا:-

الاعتماد فی مثل هذا علی التجربة لاعلی الاسناد ۰

افادہ بست و ہفتم:-

بھلا، یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اس کا نام و نشان نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو ندا کر کے بابی انت وامی یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جمیلہ عرض کیے۔

یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ نخعی اندلسی نے اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد بن الحجاج عبدری مالکی نے اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی، دونوں محض بلا سند۔ امام کرام و علمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا۔ کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا۔ مگر از انجا کہ مقام، مقام فضائل تھا، اسی قدر کو کافی سمجھا۔ علامہ ابو العباس قساری نے اسے شرح قصیدہ بردہ میں ذکر کیا، اور انھیں اندلسی کا حوالہ دیا۔ پھر علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اور اسی طرح قصار و مدخل کی سند دی۔ اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ خفاجی و مدارج النبوة شیخ محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ: لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۰ وَاَنْتَ جَلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ محل استناد میں ذکر کیا۔ کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید المحبوبین ﷺ کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ فِي سَكَرَتِهِمْ يَغْتَهُونَ ۝ اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ مگر اس قسم میں، اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ہے۔ جس کی طرف امیر المومنین عمر فاروق اعظم ؓ نے اشارہ فرمایا کہ عرض کرتے ہیں:

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه ﷺ من القسم بذاته  
وبحیاته كما اشار اليه عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقوله بابی انت  
وامی یارسول اللہ قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسام بتراب  
قدمیک فقال لا اقسام بهذا البلد ۝ (نسیم الریاض)

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا، کہ اس کی تو صد ہا نظیریں کتب علما میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجیے، یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں، جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل، نہ اس میں سند کا نام و نشان۔ قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب و شاہد النبوة مولانا جامی سے استناد موجود۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر میں اسی حدیث مذکورہ فاروقی بابی انت وامی یارسول اللہ کا ایک پارہ یونہی بلا سند ذکر فرمایا۔ اس پر امام جلال الدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالے سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا۔

لم اجده فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار  
وابن العجاج فی منخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل و کفی بذالک

سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۔

افادہ بست و ہشتم :-

بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو، تاہم موضوعیت، عدم حدیث ہے، نہ حدیث عدم۔ یعنی اس بارے میں کچھ وارد نہ ہوا، نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا، اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا، ورنہ اباحت اصل پر ہے گا۔ اور بہ نیت حسن، حسن و حسن ہو جائے گا۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں موضوع ہونے لگا؟ موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے، یا نہیں و ممانعت کا پروانہ؟

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں زیر قول رطی اما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال فرماتے ہیں :-

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشرعیة واما اذا کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منه لا لبعولہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام ○  
یہ تو تصریح کلی تھی۔ اب چند جزئیات پر نظر کیجیے، تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت دے رہے ہیں کہ ورود موضوعات و باطیل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا۔ بلکہ باوصف اظہار و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔  
(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں :-

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ و کون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیہ وابن صلاح انہ باطل و کذا قال شیخنا انہ لیس فی شیء من طرقہا ما یتثبت... ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا من ان یلبسہ الخرقۃ ولم ینفرد شیخنا بهذا بل



سبقہ الیہ جماعة حتی من لبسہا والبسہا..... ہذا مع الباسی ایہا  
 لجماعة من اعیان الصوفیہ امتثالا لالزامہم لی بذالک حتی  
 تجاء الکعبۃ المشرفۃ تبرکاً بذكر الصالحین واقتفاء لمن اثبتہ من  
 الحفاظ المعتمدين منہما

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ المرکز فرماتے ہیں۔

یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے، اور وہ اس میں معذور۔ مگر حق، اثبات  
 سماع ہے۔ محققین نے اسے بسند صحیح ثابت کیا۔ امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی  
 نے خاص اس باب میں رسالہ اتعاف الفرقۃ تالیف فرمایا۔ اس میں فرماتے  
 ہیں:-

اثبتہ جماعة وهو الراجح عندی لوجوه وقد رجعه ایضا الحفاظ  
 ضیاء الدین المقدسی فی المختارہ وتبعہ الحفاظ ابن حجر فی  
 اطراف المختارہ

یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے۔ اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر  
 تو موجب علم قطعی یقینی ہے۔ جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل  
 سخن نہیں۔ واللہ اعلم

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:-

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی وهو باطل و کذب.....  
 وقد قال الشیخ علی المتقی عن شیخہ الشیخ ابن حجر قدس سرہ وغیرہ اما  
 الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذالک ونحوہ  
 فلا اصل لها ومع ذالک فلا کراهة عندنا اہ منہما

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث اوعیہ واذکار صبح و شام، ہے۔

یشبہا ماتید اولہ النسادة الصوفیة من قول لاله الا الله سبعین الف مرة یذکرون ان الله تعالى یعتق بها رقبة من قالها واشتری بها نفسه من النار ویحافظون علیها لانفسهم ولمن مات من اہا لیہم واخوانہم وقد ذکرها الامام الیافعی والعارف الکبیر المعنی بن العربی واوصی بالمحافظة علیها و ذکروا انه قد ورد فیہا خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد به السنة فیما اعلم وقد وقفت علی صورة سوال للمعافظ ابن حجر رحمہ الله تعالى عن هذا الحدیث وهو من قال لاله الا الله سبعین الفا فقد اشتری نفسه من الله وصورة جوابه الحدیث المذكور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل هو باطل موضوع اہ هكذا قال ابن النجم الضبطی وعقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذالک اقتداء بالسیادة وامتنالا بقول من اوصی بہا تبرکا بافعالہم اہ ملخصا

یہ علامہ نجم الدین ضبطی، شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاذ سلسلہ حدیث ہیں۔ دیکھو! انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت کی، کہ اولیائے کرام کا اتباع ہو۔ اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ سو باللہ التوفیق۔

(۴) ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلۃ  
بایں ہمہ فرمایا۔

ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء غير ثابتة عنه صلى  
الله تعالى عليه وسلم ان تكون مكروهة او بدعة منمومة بل انها  
مستحبة استحبها العلماء الاعلام والمشائخ الكرام لمناسبة كل  
عضو بدعاء يليق في المقام

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت۔ موضوعیت  
حدیث، استحباب فعل کے بھی منافی نہیں۔ اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت،  
عدم حدیث ہے۔ اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں، کہ اس کے  
ارتفاع سے اس کا انتقال لازم آئے۔

**افادہ بست ونہم:-**

بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھے کہ  
بغرض روشنائی بصر معمول۔ ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت؟ صیغہ  
اعمال میں تصرف و استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے  
کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث  
سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا۔ کتب ائمہ و علماء و مشائخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ  
عبد العزیز، اور خود ان بزرگوں کی تصانیف ایسی صد ہا باتوں سے مالا مال  
ہیں۔ انھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے؟

عزیزو! خدا را انصاف۔ ذرا شاہ ولی اللہ کی قول الجمیل دیکھو۔ اور ان  
کے والد و مشائخ و غیر ہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو۔

- (الف) درد سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا، کیل سے ابجد، ہوز لکھنا۔  
 (ب) چچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنا کر پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔  
 (ج) اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا، انھیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا۔

- (د) دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا۔  
 (ہ) دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا۔  
 (و) عقیمہ کے لیے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا۔  
 (ز) اسقاط حمل کو کسم کارنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نو گرہیں لگانا۔

- (ح) دروزہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔  
 (ط) فرزند زینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال۔  
 (ی) بچہ کی زندگی کو ابوائن اور کالی مرچیں لینا، ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا۔

- (ک) لڑکانہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا۔  
 (ل) دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کرتین گز ڈور لینا، اس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قطاع النجا خدا جانے کون ہے؟ اسے ندا کرنا۔  
 (م) چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یسین پڑھ کر لوٹا گھمانا۔  
 (ن) بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد علیہم السلام کی قسمیں دینا۔

(ص) مصروع کوتا بنے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر عین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو، ساعت بھی خاص اول ہی ہو، اس کے سوا صد ہا باتیں ہیں۔

ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے؟ اور یہ ترکیبیں قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں؟ اور جب کچھ نہیں، تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں؟ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ عتی کیوں نہ قرار پائیں؟ یہ سب تو بے سند، حلال و نفائس اعمال۔ مگر اذان میں حضور اقدس ﷺ کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا، کہ اکابر سلف سے ماثور، علما و صلحا کا دستور، کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجب ضلال۔ تو کیا بات ہے؟ یہاں نام پاک حضور سید الجوبین ﷺ درمیان ہے، لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلہ شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ÷ من انداز قدرت رامی شناسم

### افادہ سلیم:-

ہمیں تو اس عمل تقبیل ابرہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ تعالیٰ باحسن و جوہ، نقش مراد، کرسی نشین، اور عرش تحقیق مستقر و مکین۔ مگر حضرات و ہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں۔ ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا؟ مستحب کیسا؟ خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے۔ اس کا منکر سنت مصطفیٰ ﷺ کا منکر ہے، بلکہ رد کرنے والا۔

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب بر العین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل ہیں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی و بصیر العینی وہ عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں، حدیث کے تماشے،

ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکار بڑے، اپنی جانیں واریں۔ عقل و ہوش و چشم و گوش، اپنے عدم ملکہ کو صدقہ اتاریں۔ خادمان شریعت چا کر ان ملت، مالہم تسمعوا انتم ولا آباءکم پکاریں۔ حضرت کی تمام سعی باطل کا حاصل بے حاصل یہ کہ: ارشادات علما کی مراد یہ کہ صرف وہ حدیث ضعیف مقبول، جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور، اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو۔ جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ۔ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے، جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو، مقبول نہیں۔ کہ یہ تو عمل کی حدیث ہوئی، نہ فضائل کی۔ پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی، مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو جائے۔ حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع و خلاف اجماع ہے۔ علمائے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا، ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے۔ دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں۔

یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں، اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں، وہ اگرچہ سیر ہوں، خواہ مواعظ، خواہ معجزات، خواہ فضائل صحابہ و اہل بیت، و سائر رجال، جن میں قبول ضعاف، کی علما برابر تصریح فرماتے چلے آئے ہیں۔ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان، جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو، اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو، یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے۔ میں ضعاف درکنار، بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی مردود ہیں، جب تک متواتر و قطعی الدلالہ نہ ہوں۔ مثلاً جسیہ حدیث کہ روئیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی، اور صدقات چاہتی ہیں، باب عقائد سے ہے۔ اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو، تو باب عمل سے۔ کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور

نہ ہوئی۔۔۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو متعلق بجوارح ہیں، ان میں صحاح احاد بھی بے اعتبار، اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار۔ ہاں! ثواب بھی مذکور ہو، تو ضعاف مقبول۔ اور یہی مراد علما۔ مگر مستحب نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو۔

شروع ص ۸۱ سے وسط ص ۸۹ تک ان مُخَدَّثِ مُخَدَّثِ نے یہی قاعدہ احداث کیا ہے۔ ان خرافات کے رد کی کیا حاجت؟ ہمارے افادات سابقہ سے حرف حرف ان کا مردود۔ مگر یہاں ہمیں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابراہیم کی سنیت ثابت ہوگئی۔ اگر بنظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے، فہیہا۔ ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پز بھی باب فضائل سے ہے۔ کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے، اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور۔ تو احادیث، مفید استجاب نہی، جواز تو ضرور ثابت کریں گے۔ قبول ضعاف فی الفصائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا۔ اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے استفاد مانے، کہ جو حدیث جس باب میں مقبول، لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماع علما سے، کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ۔ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کیف و قد قبل و حدیث صحیح ارتقائے شبہات و احادیث مذکورہ افادہ [۱۸] وغیرہا سے، کہ قبول عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ یعنی اخذ بالاحتیاط سے۔ ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم۔ اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحتہ دلالت کسی طرح دال ہو، اگرچہ وہ فعل خاص، بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو، سب سنت ہے۔ تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا؟!

## افادہ سی ویکم :-

اذہان اکثر قاصرین زمان میں، سند کی فضیلتیں اور کلام اثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں، مطلقاً باطل و مردود و عاقل۔ کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل، کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل۔

حالانکہ یہ محض اختراع، بین الاندفاع، مشاہیر محدثین و جماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم ﷺ کی طرف بے سند متصل نسبت کرے، محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل، منقطع، معضل ہے۔ اور فقہا و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل۔ اصطلاحات حدیث پر تعلق و اعضاء یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں، کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں۔ بلکہ تمام وسائط حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ ﷺ و امثال ذالک کہتے ہیں، وہ بھی معضل و مرسل ہے۔

امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان وفصاعدا

مسلم الثبوت میں ہے: المرسل قول العدل قال عليه السلام كذا پھر باجماع علما محدثین و فقہا یہ سب انواع، نوع موضوع سے بیگانہ ہیں، اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً خلفاً ماخوذ و مقبول۔ جملہ مصنفین علوم، حدیث موضوع کو شر الانواع



بتاتے، اور انھیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے۔ اور تمام مولفین سیر، بلا نکیر منکر، مراہیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے۔

علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں فرماتے ہیں: لا ینحفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعطل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغيره من الائمة اذا روينا في الحلال والحرام شددنا و اذا روينا في الفضائل ونحوها تساهلنا...

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: الحمد للہ! کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس ﷺ کے نام پاک اور حضور پرورد سے ہوئی، اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی۔ امید ہے کہ مولیٰ عز و جل اس نام کریم و صلاۃ و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے، اور انارت عیون، و تنویر قلوب، و تکفیر ذنوب، و سلامت ایمان، و امن و امان، و تنعیم قبر، و نجات فی الحشر، کا باعث بنائے۔

فانه تعالى بكرمه يقبل الصلاتين وهو اكرم من ان يدع ما بينهما وكان ذلك لليلة الثالثة يوم الاثنين لعلها الثامنة عشر من الشهر الفاخر شهر ربيع آخرت من شهور السنة

الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبيب سيد البشر  
صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى آله وصحبه واوليائه اجمعين  
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين سبحانك اللهم  
وبحمدك اشهد ان لا اله الا الله انت استغفرك واتوب اليك  
والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه مجده اتم واحكم

(۳۰) الاحلی من السكر لطلبة سکر دوسر (۵)

علمائے وہابیہ عموماً، خصوصاً گنگوہی صاحب بات بات میں شرک و کفر و بدعت و گمراہی کا فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ کہ طبیعت کی افتاد ہی اس قسم کی ہوگئی ہے کہ الدین یسر کو خواہ مخواہ عسر بنا دیا ہے۔ جو فتویٰ ہے، عجیب و غریب ہے۔ مولود، فاتحہ، عرس، کونا جائز کہتے کہتے ناجواز ہی زبان پر چڑھ گیا، گویا تکیہ کلام ہو گیا۔ منی آرڈر کرنا ناجائز ہے، سود ہے۔ نوٹ کی بیع کم و بیش درکنار برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ پوڑیہ کارنگ نجس، ناپاک ہے۔ روسر کی شکر جائز نہیں۔  
وعلیٰ لهذا القیاس۔

اسی کا ایک استفتاء ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ میں نواب گنج بارہ بنکی سے شیخ عبد الجلیل پنجابی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت کی خدمت بابرکت میں بھیجا۔ سوال یہ تھا:-

روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے۔ اور اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ کل چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مستقل رسالہ ۲۸ صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلے مطبع حنفیہ پٹنہ میں رسالہ 'مخزن تحقیق تحفہ حنفیہ' کے ضمن میں چھپا۔ پھر دوسری مرتبہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں صفحہ ۹۵ سے صفحہ ۱۴۳ تک چھپا۔ اعلیٰ حضرت نے تحریر جواب سے قبل حسب عادت کریمہ خطبہ عربی تحریر

فرمایا۔ ابتدا اس طرح فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سمع المولى و شكر ÷ لمن حمد العلى الاكبر ÷ شكرك  
ربنا الذواحلى ÷ من كل مايلذ ويستحلى ÷ والصلوة و  
السلام على سيد الانام ÷ اعظم يعسوب لنحل الاسلام ÷  
عذب الريق حلو الكلام ÷ منبع شهد يزيل السقام ÷  
واله وصحبه العظام الفخام ÷ مااشتفى بالعسل مريض سقيم ÷  
واجب الحلو مسلم سليم.....

اس رسالہ کا تاریخی نام اعلیٰ حضرت نے الاحلی من السكر لطلبہ سکر  
روس رکھا۔ اور قبل تحریر جواب دس مقدمہ اور ایک ضابطہ کلیہ تحریر فرمایا۔ جس سے  
مسئلہ کا جواب صاف اور روشن ہو جائے۔

**مقدمہ اولیٰ :-**

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں،  
جب تک ان پر ناپاک دسومت نہ ہو۔ سواخنزیر کے کہ نجس العین ہے، اور اس  
کا ہر جزء بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیت طہارت نہیں رکھتا۔ اور دسومت میں  
قید ناپاک کی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے، ان کی ہڈیاں  
بہر حال پاک ہیں، اگرچہ دسومت آمیز ہوں۔ کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط  
دم خود پاک ہے۔ تو اس کی آمیزش سے استخوان کیوں کر ناپاک ہو سکتے ہیں؟ فی  
تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار: شعر المیتة غیر الخنزیر  
وعظمتها وعصبها وحافرھا وقرنها الخالیة عن الدسومة (قید للجمع



بالکل سبکدوش۔ کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود۔

طریقہ مصدقہ اور اس کی شرح صدیقہ ندیبہ میں ہے: (الاصل فی الاشیاء الطہارۃ) لقولہ تعالیٰ: **هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَالْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشُّكِّ وَالظَّنُّ بِلِ يَزُولُ بِالْيَقِينِ** مثله (وہذا اصل مقدر فی الشرع منصوص علیہ)

### مقدمہ ثالثہ :-

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ، وشبوت کامل، کسی شی کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے۔ بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے۔ کہ وہی اصل متیقن، اور بے حاجت مبین خود مبین۔

سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمعیل فرماتے ہیں: لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ باثبات الحرمة او الکراهة الذین لا بدلہما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی ہی الاصل

### مقدمہ رابعہ :-

بازاری افواہ قابل اعتبار، اور احکام شرع کی مناظ و مدار نہیں ہو سکتی۔ بہت خبریں بے سرو پا ایسی مشتہر ہو جاتی ہیں، جن کی کچھ اصل نہیں۔ یا ہے تو، بہرہ رار تفاوت۔ اکثر دیکھا ہے کہ ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی، اور قائلوں سے تحقیق کیا، تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے۔ نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے، نہ اس کی سند کا پتہ چلے، کہ اصل قائل کون تھا؟ جس سے سن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی۔ یا ثابت ہوا تو یہ کہ فلاں کافر یا فاسق منتہائے سند تھا۔ پھر معلوم و مشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے، خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں۔ حدیث موقوف

میں ہے کہ شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھوٹی بات مشہور کر دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں، نام نہیں جانتا۔  
مقدمہ مسلم شریف میں ہے۔ ان الشیطان يتمثل فی صورة الرجل فیاتی  
القوم فیحدثهم بالحديث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منهم  
سمعت رجلا اعرف وجهه ولا ادري ما اسمه یحدث۔

### مقدمہ خامسہ:-

حلت، حرمت، طہارت، نجاست، احکام ویدیہ ہیں۔ ان میں کافر کی خبر محض  
نامعتبر۔ قال تعالیٰ: لَنْ یَجْعَلَ اللهُ لِلْکَافِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ  
سَبِیْلًا بلکہ مسلمان فاسق، بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں۔  
چہ جائے کافر۔ قال تعالیٰ: یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ  
فَتَبَيَّنُوا لَیْسَ بِہٖ سَمْعًا۔ میں ہے: شرط العداۃ فی الدیانات  
کالخبیر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل  
منزجر عما یعتقد حرمتہ ویتحرى فی خیر الفاسق والمستور اه ملخصا  
مقدمہ سادسہ:-

کسی شی کا محل احتیاط سے دور، یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور، اور پروائے  
نجاست و حرمت سے مہجور ہونا، اسے مستلزم نہیں کہ وہ شی یا اس قوم کی  
استعمالی، خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں۔ کہ اس  
سے اگر یقین ہو تو ان کی بے احتیاطی پر۔ اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم  
نہیں۔ پلنٹس شی میں سوائے ظنون و خیالات کے کیا باقی رہا؟ جنہیں امثال مقام  
میں شرح مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی۔ کما ذکرناہ فی المقدمة الثانیہ اور

الماء الذى ادخل الصبى يده فيه لان الصبيان لا يتوقون النجاسة لكن لا يحكم بها بالشك حتى لو ظهرت عين النجاسة او اثرها حكم بالنجاسة او ملخصا

(۴) لحاظ کرو! کس قدر مجال وسیع ہے روغن کتان میں، جس سے صابون بنتا ہے۔ اس کی کلسیاں کھلی رکھی رہتی ہیں، اور چوہا اس کی بو پر دوڑتا، اور جیسے بن پڑے، پیتا، اور اکثر اس میں گر بھی جاتا ہے۔ پھر ائمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ فقط ظن ہیں۔ کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہوا ہے۔ فی المحيط البرہانی وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یؤخذ من دهن الکتان ودهن الکتان نجس لان او عیته تكون مفتوحة الراس عادة والفارة تقصد شربها وتقع فیها غالبا ولكننا معشر الحنفیہ لا نفتی بنجاسة الصابون لانا لا نفتی بنجاسة الدهن لان الوقوع الفارة مظنون ولا نجاسة بالظن الخ ملخصا

(۵) نظر کرو! کتنی رومی حالت ہے ان کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں۔ کیا ہمیں ان کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں؟ کیا ہم نہیں کہہ سکتے؟ کہ ان کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاست سے خالی نہیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم؟ کہ ان کے نزدیک گائے کا گوبر اور پچھیا کا پیشاب نظیف و طاہر بلکہ طہور، مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے۔ کہ جب طہارت و نظافت میں اہتمام تام منظور رکھتے ہیں، تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شی سے حاصل نہیں جانتے۔ پھر علما ان چیزوں کا کھانا جائز جانتے ہیں۔ فی رد المحتار طاہر ما



توضیحا للمرام چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب۔

(۱) دیکھو! کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی، جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، بچے، نادان، بے تمیز عورتیں، سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں۔ پھر شرع مطہران کی طہارت کا حکم دیتی، اور شرب و وضو وافر ماتی ہے، جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التار خانیه تم رد المعتار: من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو طاهر مالم يتيقن وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعه فی الطرقات ويستقى منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار۔

(۲) خیال کرو! اس سے زیادہ ظنون و خیالات ہیں ان جوتوں کے بارے میں، جنھیں گلی، کوچوں ہر قسم کی جگہوں پر پہنے پھرے۔ پھر بھی علما فرماتے ہیں: جوتا، کنویں سے نکلے، اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو، تو کنواں طاہر اگرچہ تطیباً للقلوب دس بیس ڈول تجویز کیے گئے۔ فی التار خانیه سئل الامام الخجندی عن رکیة وهی البئر وجد فیها خف ای نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرقات لا یدری متی وقع فیها ولیس علیہ اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا اه ملخضا

(۳) غور کرو! کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم و جامہ میں؟ کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ مگر فقہا حکم دیتے ہیں کہ جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے، پاک ہے، جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

طریقہ مصدیہ اور اس کی شرح صدیقہ ندیہ میں ہے: کذا لک حکم

یتخذہ اهل الشرك او الجهلة من المسلمین كالسمن والنخیز  
والاطعمة والشیاب ملخصا

(۶) نگاہ کرو! مشرکین کے برتن، کون نہیں جانتا، جیسے وہ ہوتے ہیں۔ وہ  
انہیں ظروف میں شرابیں پیئیں، سو چکھیں، جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں۔  
پھر شرع فرماتی ہے۔ جب تک علم نجاست نہ ہو، حکم طہارت ہے۔ فی الحدیث  
اوعیة الیہود والنصارى والمجوس لا تخلو عن نجاسة لكن لا  
یحکم بہا بالاحتمال والشک ملخصا

(۷) تامل کرو! کس قدر معدن بے احتیاطی، بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں  
کفار۔ خصوصاً ان کے شراب خواہ کے کپڑے، علی الخصوص پاجامے، کہ وہ ہرگز  
استنجا کا لحاظ رکھیں، نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاست سے احتراز کریں۔ پھر علما  
حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں، اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح  
وجائز، جب تک ٹکوث واضح نہ ہو۔ فی الدر المختار ثیاب الفسقة واهل  
الذمة طاهرة اه

ولہذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لیے ادنیٰ احتمال کافی  
سمجھتے ہیں، اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں محض خیالات پر حکم نجاست لگا دیں۔  
دیکھو! گائے بکری وغیرہ اگر کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئیں، قطعاً حکم طہارت  
ہے۔ قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانہم قالوا فی البقر ونحوہ ینخرج  
حیا لا یجب نزع شیء وان کان الظاہرہ اشتمال بولہا علی افخاذا  
لکن یحتمل طہارتہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیرا مع ان  
الاصل الطہارة اه

### مقدمہ سابعہ:-

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست و آلودگی کا غلبہ وقوع و کثرت شیوع ہو، بیشک باعث غلبہ ظن۔ اور ظن غالب شرعاً معتبر، اور فقہ میں بنائے احکام۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق و اعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کر دے، اور محض ناقابل التفات سمجھے۔ گویا اس کا وجود و عدم یکساں ہو۔ ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بہ یقین، کہ ہر جگہ کار یقین دے گا، اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا مزاحم و رافع ہوگا۔ اور غالباً اصطلاح علما میں غالب ظن و اکبرائے اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

غیر العیون والبصائر شرح الانبہاء والنظائر میں ہے: الشک لغة مطلق التردد وفي اصطلاح الاصول استواء طرفی الشئ وهو الوقوف بین الشیئین بحيث لا یمیل القلب الی احدہما فان ترجح احدہما ولم یطرح الآخر فهو ظن فان طرحه فهو غالب الظن وهو بمنزلة الیقین وان لم یترجح فهو وهم ولبعض متأخری الاصولیین عبارة اخرى اوجزء مما ذکرناه مع زیادة علی ذلك وهي ان الیقین جزم القلب مع الاستناد الی الدلیل القطعی والاعتقاد جزم القلب من غیر استناد الی الدلیل القطعی کاعتقاد العامی والظن تجویز امرین احدہما اقوی من الآخر والوهم تجویز امرین احدہما اضعف من الآخر والشک تجویز امرین لا مزیة لاحدہما علی الآخر اه ملخصاً .

دوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے۔ اور جانب مرجوح

کو محض مضمحل نہ سمجھے۔ بلکہ ادھر بھی ذہن جائے۔ اگرچہ بضعف و قلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے، نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے۔ بلکہ مرتبہ شک و تردید ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ کلمات علما میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً یہ مجرد ظن ہے، نہ غلبہ ظن۔ فی الحدیقة الندیة، غالب الظن اذا لم یاخذ به القلب فهو بمنزلة الشك والیقین لایزول بالشك اه ہاں! اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو افضل و بہتر جانتے ہیں، نہ کہ اس پر عمل واجب و مستحکم ہو جائے۔

### مقدمہ ثامنہ :-

کسی شے کی نوع و صنف میں بوجہ ملاقات نجس، یا اختلاط حرام، نجاست و حرمت کا تین، اس کے ہر فرد سے منع و احتراز کا موجب اسی وقت ہو سکتا ہے، جب معلوم و محقق ہو کہ یہ ملاقات و اختلاط بروجہ عموم و شمول ہے۔ مثلاً جب شے کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا تخم خنزیر پڑتی ہے، اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے۔ تو اس کا التزام کلیۃً ناجائز و حرام ہے۔ وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے نہ دیکھی، نہ خاص اس نسبت معتبر خبر پائی۔ ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو۔ کہ علی العموم التزام معلوم، تو یہ احتمال اسی قبیل سے ہے، جسے قلب قابل قبول و التفات نہیں جانتا، اور بالکل متزائل و مضمحل مانتا ہے۔ اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں۔ نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے۔ تو اصل طہارت کا یقین، اس غلبہ ظن سے ذاہب و زائل ہو گیا۔ مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہو جائے۔ تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

ولہذا علما نے فرمایا: 'دیباۃ فارسی ناپاک ہے اور اس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں۔ اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔ فی الدر المختار دیباچ اہل فارس نجس لجعلہم فیہ البول لبریقہ اہ اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے، نہ کہ خاص ناپاک و حرام میں کوئی خصوصیت ہے، جس کے باعث قصد اس کا التزام کرتے ہیں۔ تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم و نجس علی الاطلاق روا نہیں۔ اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں، تو جس فرد کا اہم استعمال چاہتے ہیں، ممکن کہ افراد محفوظہ سے ہو۔ اور اصل متیقن طہارت و حلت۔ تو شکوک و ظنون ناقابل عبرت۔

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں، بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مقدمہ ناسعہ :-

جب بازار میں حلال و حرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں، اور کوئی میٹرز و علامت فارقہ نہ ملے، تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی۔ کہ آخر ان میں حلال بھی ہے۔ تو ہر شئی میں احتمال حلت قائم، اور رخصت و اباحت کو اسی قدر کافی۔ یہ دعویٰ بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح۔ اور خود ملائذ مذہب ابو عبد اللہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر روایت سے ہے، اس پر نص فرمایا: فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الجلال والحرام فی البلد فانه یجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالة علی انه من الحرام اہ

## مقدمہ عاشرہ :-

حضرت حق جل وعلانیٰ ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں، جو واقع و نفس الامر میں طاہر و حلال ہو۔ کہ اس کا علم ہمارے حیطہ قدرت سے ورا۔ قال اللہ تعالیٰ: لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۗ نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شئی برتیں، جسے ہم اپنے علم و یقین کے رو سے طیب و طاہر جانتے ہیں۔ کہ اس میں بھی حرج عظیم۔ اور حرج مدفوع بالنص۔ قال تعالیٰ: مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۗ

اے عزیز! یہ دین بجز اللہ تعالیٰ آسانی و سہولت کے ساتھ آیا۔ جو اسے اس کے طور پر لے گا، اس کے لیے ہمیشہ رفق و نرمی ہے۔ اور جو تعمق و تشدد کو راہ دے گا، یہ دین اس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا۔ اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: ان الدين يسر ولن يشاد الدين احد الا غلبه فسددوا واقاربوا وبشروا الحدیث رواہ البخاری والنسائی عن ابی نصرہ

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں، جو اپنی اصل میں حلال و طیب ہو۔ اسے مانع و نجاست کا عارض ہونا، ہمارے علم میں نہ ہو۔ ولہذا جب تک خاص اس شئی میں، جسے استعمال کرنا چاہتا ہے، کوئی مظنہ قویہ حذر و ممانعت کا نہ پایا جائے، تفتیش و تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ مسلمان کو روا کہ اصل حل و طہارت پر عمل کرے۔ ویسکن و یکتمل و شاید لعل کو جگہ نہ دے۔

فی الصدیقة: لا حرمة الا مع العلم لان الاصل الحل ولا يلزمه السؤال عن شئ حتى يطلع على حرمة و يتحقق بها فيحرم عليه ح اه ملخصا

ہاں! اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش و سوال بہتر ہے، جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے۔ یہ بھی اس وقت تک ہے، جب اس احتیاط و ورع میں کسی امر اہم و اكد کا خلاف نہ لازم آئے۔ کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی۔ یہ اس کے مال و طعام کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہاں سے لایا؟ کیوں کر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے؟ کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں۔ اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے۔ خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم و محترم ہو۔ جیسے عالم دین، سچا مرشد، یا باپ، یا استاد، یا ذی عزت مسلمان سردار قوم، تو اس نے اور بیجا کیا۔ ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں، تیسرے بزرگوں کا ترک ادب۔

ایک قاعدہ کلیہ واجتہ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو ارضائے خلق مقدم سمجھے۔ اور ان امور میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔ اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں، اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعیت نہ ثابت ہو، ان میں اپنے ترفع و تنزہ کے لیے خلاف و جدائی نہ کرے۔ کہ یہ سب امور ایٹلاف و موانست کے معارض، اور مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں! ہوشیار و گوش دار کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمت جلیلہ و کوچہ سلامت و جاوہ گرامت ہے، جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں، اور فی الواقع مغز حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔ خبردار و محکوم گیر قال الامام الفزالی: لیس له ان یسألہ بل ان کان

یتورع فلیتلطف فی التړك وان كان لا بد له فلیاكل بغير سوال اذ  
السوال ایذاء وهتك ستر وایحاش وهو حرام بلا شك۔

وضع ضابطہ کلیہ دریں باب و تفرقہ در حکم عظام و شراب:  
واضح ہو کہ کسی شی حرام خواہ نجس کے، دوسرے چیز میں خلط ہونے پر یقین  
دو قسم ہے۔

تخصی: یعنی ایک فرد خاص کی نسبت یقین۔ مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس  
کوئیں میں نجاست گری ہے۔

نوعی: یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین۔

اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

ایک اجمالی: یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے، نہ یہ  
کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو۔ جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کوئیں۔

دوسرا کلی: یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول و عموم و دوام و التزام اس معنی کا  
ثبوت ہو۔ مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیزیں اس ترکیب کا جزو خاص

ہے، کہ جب بناتے ہیں، اسے شریک کرتے ہیں۔ اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے  
والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو۔ ورنہ بلا وجہ

التزام متیقن نہیں ہو سکتا۔ جیسے پانی وغیرہ کسی شی کو ہڈیوں سے صاف کریں، کہ  
تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخوان کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جو مقصود ان سے

حاصل و پاک و حلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر۔ کمالاً بھضی

اور وہ اشیا بھی جن کا کسی ماکول و مشروب، یا اور استعمالی چیزوں میں خلط

سنا جانا موجب تردد و تشویش و باعث سوال و تفتیش ہو، دو قسم ہیں۔



ایک مانہ مہذوبہ: یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود۔ بعض ان میں حرام و نجس بھی ہیں۔ اور بعض حلال و طاہر۔ جیسے عظام کہ یہاں منشاء تو ہم صرف ان لوگوں کا بے باک و نامحاط ہونا ہے، جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے۔ کہ جب ان اشیاء میں حرام و نجس بھی موجود، اور ان کو پرواہ و احتیاط مفقود۔ تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے؟ اسی لیے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں سے متعلق ہو، تو خاطر پر اصلاً تردید نہ آئے گا۔ اور صدورِ محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

دوسرے ماہو مہذوبہ: یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں۔ جن کی کوئی فرد حلال و طاہر نہیں۔ جیسے شراب بجمیع اقسامہا علیٰ مذہب مہذوبہ الساہونہ للفتویٰ۔ یہاں باعثِ احتراز و تیزہ خود اسی شی کی نفسِ حالت ہے، نہ بنانے والوں کی جرأت و جسارت۔ یہاں تک کہ ابتداء اہل کارخانہ کی وثافت و عدالت معلوم ہونا، اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی۔ بلکہ یہ سن کر ان کی وثافت و احتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ہنگامِ نظر و تنقیح حکم بوجہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صورتِ اولیٰ میں مجرد اسی شی مثلاً استخوان کے پڑنے پر یقین، عام ازاں کہ شخصی ہونا یا نوعی، اجمالی ہو یا کلی، خواہی نحو ہی اس جزئی یا نوع میں مخالفت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افرادِ طیبہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افرادِ محرمہ و نجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم و نجس کا مورث نہیں۔ کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فردِ طاہر و حلال کا احتمال قائم۔ ولہذا افرادِ مسمین کا بازار میں اختلاط

مانع اشتراوتناول نہیں۔ کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کر سکتے۔  
 بخلاف صورت ثانیہ کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی  
 اس جزئی خاص یا تمام نوع کی نجیس و تحریم میں بس ہے۔ جس کے بعد کچھ کلام  
 باقی نہیں رہتا۔ اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد، صورت اولیٰ میں متحقق ہوتے  
 تھے، یہاں قطعاً منقطع۔ کمالات کی۔ اسی طرح صورت اولیٰ میں اگر بالخصوص  
 افراد حرام و ناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین شخصی یا نوعی کلی ہو، تو اس کا بھی یہی  
 حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولیٰ، صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی۔  
 البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں، کہ جب علی وجہ العموم والا التزام  
 یقین نہیں، تو ہر فرد کی محفوظی محتمل۔ جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو  
 کہ اس وقت یہ یقین، یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا۔ وھو مانع کما  
 ذکرنا۔

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مانع معذور میں کسی قسم کا یقین  
 بکار آمد نہیں۔ جب تک مانع معذور کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور مانع  
 معذور میں ہر قسم کا یقین کافی۔ مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت  
 ممانعت ہے، جب تک یقین شخصی کی طرف آئل نہ ہو۔

### الشروع فی الجواب:-

کھل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور و واجب النظر۔ اب مقدمہ ۴  
 و ۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر، لحاظ درکار۔

اگر یہ اخبار، افواہ بازار، یا منتہائے سند، بعض مشرکین و کفار، تو بالکل مردود  
 و محض بے اعتبار۔ ہاں! صورت اخیرہ میں۔ اگر ان کا صدق دل پر جمے،

تو احتیاط بہتر، تاہم گناہ نہیں۔۔۔ اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں۔

اور اگر فساق بد اعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر، تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر۔۔۔ اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے، تو کچھ باک نہیں، مگر احتراز افضل۔ کہ آخر مسلمان ہیں۔ عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں۔ خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں، تو فسق بھی تو ثابت نہیں۔۔۔ اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے، تو بے شک احتراز چاہئے۔ کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے۔ اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی۔ مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعہ تک تجاوز نہ کرے گا، اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل اس کی صدق کی طرف جائے۔ پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے، اس کے لیے وہی پہلا حکم ہے، کہ احتراز بہتر، ورنہ اجازت۔

ہاں! اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو، جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے، تو بے شک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائے گا۔ اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔

اسی طرح اگر ملتجائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو، جب بھی احتراز واجب، اور برف حرام و نجس۔۔۔ مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معائنہ سے خبر دے۔ ورنہ سنی سنائی کہنے میں، اس کا قول، خود اس کا قول نہیں۔ اسی طرح تو اتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معائنہ سے بیان کرے، نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں، مگر جس سے پوچھیے، وہی سننا بیان کرتا ہے۔ کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتہ نہیں، تو وہی افواہ بازاری،

ورنہ انتہائے خبر اس مخبر پر رہے گی۔ اور ناقلمین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے۔ صرف نظر اس اصل کے حال پر اقتضاء کرے گی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ عندا تحقیق تواتر کی ہو نہیں۔

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جزء ہے، تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں۔ اور علی العموم اس کے تمام افراد ممنوع و مخذور۔ اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو، محض مہمل و مبہور۔ کہ ماصو معدومہ میں یقین نوعی کلی ہے۔ اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر کافی۔ یہاں تک کہ ایسی شی کا دوا میں بھی استعمال ناروا۔ مگر جب اس کے سوا دوا نہ ہو۔ اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی۔ جیسے بحالت اضطراب پیاسے کو شراب پینا، یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا۔

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں، تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتناب شبہات احتراز کرے۔ مگر تحریم و نجیس کا حکم بے دلیل شرعی، ہرگز روا نہیں۔ یہ تو اصل حکم فقہی ہے۔ اور واقع پر نظر کیجیے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں، شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ تو برف حکیم جواز ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیشک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی ہے، جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر

اولاً: غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر صرف شکر کا عبور و مرور

ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے کچھ اجزاء شکر میں رہ جاتے ہوں۔ جس طرح پانی کو کونکوں اور ہڈیوں سے متقاطر کر کے صاف کرتے ہیں، کہ برتن میں نھرا پانی شفاف آجاتا ہے۔ اور انکشت و استخوان کا کوئی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ جب تو اس شکر کی حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے۔ اگرچہ حلال و ماکول نہ ہوں۔ اور در صورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے، اور بطور تقاطر اس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہر آہی صورت۔ ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا، غالباً باعث تصفیہ نہ ہوگا۔ تو اس تقدیر پر در صورت نجاست استخوان، نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں۔ ورنہ بلا ریب طیب و حلال۔

اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے، اور وہ مخلوط و غیر ممیز ہو کر اس میں رہ جاتے ہیں، تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور۔ صرف طہارت کفایت نہ کرے گی۔ اور اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہوئے، تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ ان کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے۔ اور ان کا کھانا گوطا ہر ہوں، حرام۔ تو شکر بھی حرام ہو جائے گی۔

دوسری جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے، اور اس کی تفصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر۔ اور استخوان کی طہارت، نجاست، حلت، حرمت، کا حکم پہلے معلوم ہو چکا۔ (دیکھو مقدمہ)

ثانیاً: کیف ماکان ان خیالات پر مطلقاً شکر دوسر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں، بلکہ مقام حلال میں طہارت و حلت ہی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ تا وقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو۔ کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت

پر یقین نہیں، صرف ظنون و خیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی۔ (دیکھو ۲)  
 مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں۔ مانا کہ انہیں نجس و طاہر و حرام و حلال  
 کی پرواہ نہیں۔ مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں، جن کے اختلاط سے شی  
 حرام یا نجس ہو جائے۔ مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں، بلکہ حلال و طاہر بھی  
 بکثرت۔ نہ بنانے والوں کو خواہی نحو اہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے  
 صاف کریں، جو موجب تحریم و نجیس ہو۔ نہ کہ کچھ ناپاک و حرام ہڈیوں میں کوئی  
 خصوصیت، کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو، جس کے سبب وہ لوگ انہیں کو اختیار  
 رکریں۔

اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے  
 صاف کرتے ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں؟ — یا اتنا  
 یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں۔ پھر نفس شکر میں سوائے ظنون کے کیا حاصل؟ اس  
 سے بدرجہا زیادہ وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقہ الذکر میں  
 متحقق۔ (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ و کثرت و وفور و شدت بے احتیاطی، غلبہ ظن  
 غیر ملحق بالیقین حاصل ہو، وہاں بھی علما نجیس و تحریم کا حکم نہیں دیتے صرف  
 کراہت تنزیہی فرماتے ہیں۔ (دیکھو مقدمہ ۷) پھر مانع فیہ میں تو اس حالت کا  
 وجود بھی محل نظر۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک و حرام ہڈیاں ہی ڈالتے  
 ہوں گے، اور طیب و طاہر شاذ و نادر؟ — یا اتنا یقین ہو کہ وہ اپنی بے پرواہی  
 کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں۔ پھر یہ تو نہیں کہ دائماً  
 صرف وہی طریقہ برتتے ہیں، جو نجس و حرام کر دے۔ اور جب یوں بھی ہے، اور  
 یوں بھی۔ تو ہر شکر میں احتمال محفوظی۔ تو ہر گز حکم نجاست و حرمت نہیں دے سکتے۔

(دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہہ ریب و شبہ کی نہ پائی جائے، تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ، یا ایذائے اہل ایمان، یا ترک ادب بزرگان، یا پردہ دری مسلمان، یا اور کوئی محذور سمجھے، وہاں تو ہرگز ان خیالات و ظنون کی پابندی نہ کرے۔ (دیکھو مقدمہ ۱۰)

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں، اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جدا نہیں ہو سکتیں۔ یا پچشم خود معائنہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخوان لائے گئے، اور اس کے رو برو اس رس میں بے حالت جریان شامل ہوئے، اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا۔ تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظریوں بنی، اس پر حرام۔ جس کا نہ کھانا جائز، نہ کھلانا جائز۔ نہ لینا جائز، نہ دینا جائز۔

یو ہیں جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے، جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گذرا، ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے۔ اور معتمد بیان کرنے والا کہے: میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے، جس میں ایسا عمل کیا گیا۔ تو اس کا استعمال بھی روانہ ہوگا۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں۔

اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر شخص سے سنا، مگر بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی۔ اور کچھ تمیز نہ رہی تو حکم جواز ہے اور خریداری و استعمال میں مضائقہ نہیں۔ جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل خاص قائم نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرعی، اور حکم نہیں، مگر شرع کے لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہ وبارک وسلم۔

بالجملہ اس شکر کے بارے میں اگر ان صورتوں میں سے کوئی شکل موجود ہو،

جن پر ہم نے حکم حرمت و نجاست دیا تو وہی حکم ہے۔ ورنہ مجرد ظنون و ادوہام کی پابندی محض تشدد و ناواقفی۔ نہ تحقیق کسی شی کو حرام و ممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط، بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے۔ جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات و تصورات کا دروازہ کھولا جائے گا، تو ہندیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہو جائے گا۔ ایک روس کی شکر کیا؟ ہزار ہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی۔ گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے؟ اور ان کی طہارت پر بے تمسک باصل کون سا بینہ قاطعہ ملا ہے؟ اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تہنیت اور ہزاروں مسلمانوں کی تاشیم و تفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسرو ساحت ہے، ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ فی المائتہ السامیہ: فیہ جرح عظیم لانه یلزم منه

تائیم الامۃ اہ

ہاں! جو شخص بحکم کیف و قد قیل بچنا چاہے یہ بہتر و افضل و نہایت محمود عمل۔ مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے۔ نہ یہ اس کے سبب اصل شی کو ممنوع کہنے لگے۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القادیر نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی۔ نہ آگے منگائے جانے کا قصد۔ مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں، انھیں آثم خواہ بے باک جانتا ہے۔ نہ تورع و احتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے ان پر ترفع و تعالیٰ روار کھے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل و دلائل



تقریر کیے، جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً  
 بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون،  
 مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق والمعین وبہ  
 نستعین فی کل حین وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد  
 وآله وصحبه اجمعين وعلينا معهم برحمتك يا ارحم الراحمين  
 استراح القلم من تحريره في ثلثة ايام من اواخر ذى القعدة المحرم  
 آخرها يوم السبت السادس والعشرون من ذاك الشهر المكرم سنة  
 ثلث بعد الالف وثلثمائة من هجرة حضرت سيد العالم صلى الله  
 تعالى عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم والله تعالى اعلم وعلمه  
 اتم واحكم۔

## (۴۰) انوار الانتباه فی حل نداء یارسول اللہ (۶)

شُرک پرستوں کا بہت بڑا اور اہم مسئلہ مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے والا نداء یعنی نداء یارسول اللہ، یا علی، یا غوث الاعظم، یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ ہے۔ اور اس میں اس قدر غلو ہے کہ شرک سے گھٹ کر تو اس میں فتویٰ دیتے ہی نہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ایسا بدیہی البطلان ہے، جس کا بطلان شمس و امس سے بھی واضح۔ اگر یہ مسئلہ حق ہو، تو بندہ سے لے کر خدا تک کوئی شرک سے خالی نہیں۔ دنیا میں باپ بیٹے کو ندا کرتا، بیٹا باپ کو پکارتا، استاد شاگرد کو پکارتا، شاگرد استاد کو ندا کرتا، پیر مرید کو ندا کرتا، مرید پیر کو پکارتا، آقا غلام کو، غلام آقا کو پکارتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عوام، اولیا کو، صحابہ کو، رسول کو، انبیاء کو ندا کرتے ہیں۔ خدا اپنے بندوں کو پکارتا ہے۔ کہیں یا ایہا الناس فرماتا ہے، کہیں یا بنی اسرائیل کہیں یا ایہا الذین آمنوا۔ اور یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، یا ایہا المزمحل، یا ایہا المدثر کی پکار سے کون تعلیم یافتہ غافل اور جاہل ہے؟ تو چاہیے کہ سب کے سب مشرک ہو جائیں۔ نہ خدا مومن رہے، نہ بندوں میں ایمان کا نام و نشان۔

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ۱۳۰۴ھ میں اس کے متعلق ایک استفتاء پیش ہوا

زید مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ ﷺ کو کلمہ یا سے ندا کرتا ہے۔ اور الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ۔ اسلک الشفاعۃ یا رسول اللہ کہا کرتا ہے۔ یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ

سے کافر مشرک کہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ ایک جز یعنی ۱۶ صفحہ کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ابتدا اس رسالہ کی اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله وكفى والصلاة والسلام  
على حبيبه المصطفى وآله واصحابه اولى الصدق والصفاء....

کلمات مذکورہ بیشک جائز ہیں۔ جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا، مگر سفیہ  
جابل۔ یا ضال مضل۔ جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو، تفسیر  
السقام امام تقی الدین سبکی ومواصب لدنیہ امام قسطلانی وترجم مواصب علامہ  
زرقانی ومطالع السمرات علامہ فاسی و مرقات ملا علی قاری، ولسعات وائمة  
اللسعات شروع مشکوٰۃ، وجذب القلوب، ومدارج النبوة شیخ عبدالحق  
محدث دہلوی، وافضل القری امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام کی  
طرف رجوع کرے۔ یا فقیر کا رسالہ الاهلال بفیض الاولیاء بعد  
الوصول مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدر ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح جسے نسائی،  
ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور طبرانی و بیہقی  
نے صحیح، اور حاکم نے بر شرط بخاری و مسلم کہا، جس میں حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا  
کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نمازیوں کہے:-

اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد  
انى اتوجه بك الى ربي لتقضى لى اللهم فاشفعه فيه حاجتى هذه اے اللہ!

میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ا کے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، کہ میری حاجت روا ہو۔ الہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام بخاری الذہب المفرد میں ابن السنی، ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:-

ان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خذ رت رجله فقيل له اذكرا حب الناس اليك فصاح يا محمداه فانتشرت

امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسی کے مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل فرمایا۔ اہل مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداه کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔ ذکرہ الغفاجی فی نسیم الریاض۔

بلال ابن حارث مزنی فمط عام الرمادہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ناقل کہ انہوں نے ندا کی: یا محمداه۔ امام فقیہ عبدالرحمن ہذلی کو فی سر پر بلند ٹوپی رکھتے، جس پر لکھا تھا: محمد یا منصور۔ امام شیخ الاسلام

شہاب ربلی سے استغاثہ انبیا واولیا کے متعلق سوال ہوا۔ جواب دیا: ان الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء والصالحین جائزۃ وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتہم۔

علامہ خیر الدین ربلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ قولہم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمتہ۔ سیدی جمال بن عمر مکی کے فتاویٰ میں ہے: الاستغاثۃ بالاولیاء ونداء ہم والتوسل بہم امر مشروع وشئ مرغوب لاینکبرہ الا مکابر او معاند وقد

حرم برکة الاولیاء الکرام — امام ابن جوزی نے کتاب عجیوں  
المکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند سل روایت کیا۔ کہ وہ  
تین بھائی سواران دلاور، ساکنان شام تھے۔ کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے  
فاسرہم الروم مرة فقال لهم الملك اني اجعل فيكم الملك وازوجکم  
بناتی وتدخلون فی النصرانية فابوا وقالوا یا محمداه

یہ واقعہ روح پرور مفصل امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصوفیہ میں ہے:-  
حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:-

من استغاث بی فی کربة کشفتم عنه ومن نادى باسمی فی شدة فرجت  
عنه ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجة قضیت له ومن صلی رکعتین  
یقرء فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشر مرة ثم یصلی  
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ثم یخطوا الی العراق احدى  
عشرة خطوة یدکر فیہا اسمی ویدکر حاجتہ فانہا تقضی

اکابر علمائے کرام مثل امام ابوالحسن نخعی شطنونی، امام عبد اللہ اسعد یافعی  
مکی، مولانا علی قاری مکی، مولانا ابوالمعالی محمد سلمی، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث  
دہلوی وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک  
سے نقل وروایت فرمائے ہیں۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی لواقف الانوار فی طبقات اللاحیاء  
میں فرماتے ہیں:-

سیدی محمد غمیری کے ایک مرید بازار میں جا رہے تھے۔ ان کے جانور کا پاؤں  
پھسلا۔ باواز پکارا۔ یا سیدی محمد یا غمیری ادھر ابن عمر حاکم صغیر کو بحکم سلطان

تعمق قید کیے لے جا رہے تھے۔ ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سنا، پوچھا: یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا: میرے شیخ۔ کہا: میں ذلیل بھی کہتا ہوں۔ یاسیدی محمد یا عمری لاحظی ان کا یہ کہنا تھا کہ سیدی محمد عمری تشریف لائے، اور مدد فرمائی۔ کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی۔ مجبوراً ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

اسی میں ہے:-

سیدی محمدنی وضو فرما رہے تھے۔ ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی کہ غائب ہو گئی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے مرید کو عطا فرمائی۔ کہ جب وہ واپس آئے، اس وقت تک اسے اپنے پاس رکھ۔ ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا، اور عرض کی: اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔ جب چور میرے سینہ پر کھڑا ہو کر مجھے ذبح کرنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یاسیدی محمد یا حنفی اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آ کر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہو گیا۔ اور مجھے برکت حضرت، اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

اسی میں ہے:-

ولی ممدوح کی زوجہ بیمار ہوئیں برابر یا سیدی احمد یا بدوی خاطرک معی کہا کرتیں۔ ایک دن سید احمد بدوی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: یوں کہہ۔ یا سیدی محمد یا حنفی ان بیوی نے یوں ہی کہا۔ صبح کو اچھی خاصی تندرست اٹھیں، گویا مرض نہ تھا۔

اسی میں ہے:-

حضرت ممدوح اپنے مرض موت میں فرماتے تھے۔ من کانت له حاجة فلیات قبری ویطلب حاجته افضھا له فان ما بینی و بینکم غیر ذراع من

تراب و کل رجل یحجبه عن اصحابه ذراع من تراب فلیس برجل  
اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل کے احوال شریفہ میں لکھا:-

کان یقول انامن المتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیات  
الی قبالة وجهی وید کرہالی اقضها له  
اسی میں ہے:-

حضرت سیدی مدین اشمونی وضو فرما رہے تھے۔ ایک کھڑاؤں پھینکی سال بھر کے  
بعد ایک شخص حاضر ہوئے، اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی۔ انہوں نے اپنی  
صاحبزادی کے متعلق کہا کہ ایک جنگل میں ایک بدو وضع شخص نے دست درازی  
چاہی۔ اپنے والد کے پیر کو پکارا: یا شیخ ابی لاحتظنی وہ کھڑاؤں آئی، اس شخص  
کو لگی، اور لڑکی نجات پائی۔

اسی میں سیدی موسیٰ ابو عمران کے احوال میں ہے:-

کان اذناداه مریدہ اجابہ من مسیرة سنة او اکثر  
شیخ محقق محدث دہلوی اخبار الاخبار میں شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری  
کے سالہ نظریہ سے نقل کرتے ہیں:-

ذکر کشف شریف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست الخ

مولانا جامی حضرت مولوی معنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے  
اپنے قریب انتقال فرمایا:-

در حالتی کہ مرایاد کیدتا من شمارا مد باشم در ہرلبا سے کہ باشم

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب

والعجم میں فرماتے ہیں: ے

و صلی علیک اللہ یا خیر خلقہ  
 و یا خیر مسئول و یا خیر و اہب  
 و یا خیر من یرجی لکشف رزیه  
 و من جودہ قد فاق جود السحاب  
 و انت مجیری من هجوم ملمة  
 اذا انشبت فی القلب شر المخالب

پھر اسی کے ترجمہ و شرح میں فرماتے ہیں:-

و رحمت فرستد بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق الخ۔

یہی شاہ صاحب مدعیہ نصیریہ میں لکھتے ہیں

ینادی ضارعا بنحضور قلب

و ذل و ابتھال و التجاء

رسول اللہ یا خیر البرایا

نوالک ابتقی یوم القضاء

اذا ما حل خطب مدلھم

فانت الحصین من کل البلاء

الیک توجھی و بک استنادی

و فیک مطامعی و بک ارتجائی

پھر خود ہی اس کے ترجمہ و شرح میں لکھتے ہیں:-

اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات! عطاء ترامی خواہم روز فیصلہ کردن۔ الخ

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں قضائے حاجت کی



ایک ترکیب لکھتے ہیں، جس میں ہے:-

دیکھ دو یا زدہ بار شیخاللہ یا شیخ عبد القادر جیلانی

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اس کے شیخ و استاذ حدیث مولانا ابوطاہر مدنی، اور ان کے شیخ و استاذ و والد مولانا ابراہیم کر دی، اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی، اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی، اور شاہ صاحب کے استاذ ا لا استاذ مولانا احمد نخلی، اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد شیخ سعید لاہوری، اور ان کے شیخ مولانا عبد الملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی، اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی، اور ان دونوں صاحبوں کے پیر و مرشد مولانا وجیہ الدین علوی، اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری۔

یہ سب اکابر نامہ علی کی سندیں لیتے، اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے۔ اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے بستان المہدین میں حضرت سیدی احمد زروق سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں

انا لمریدی جامع لشتاتہ

اذا ما سطا جور الزمان بنکبة

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشة

فنادِ بیا زروق آت بسرعة

علامہ زیاد دی، پھر علامہ اجہوری، پھر علامہ داؤدی، پھر علامہ شامی، گم شدہ

چیز ملنے کے لیے بلندی پر جا کر سیدی احمد بن علوان کے لیے فاتحہ پڑھنا،

اور بایں الفاظ ندا کرنا مجرب لکھا ہے۔

ياسيدى احمد يا ابن علوان ان لم ترد على ضالتي نزعتك من

ديوان الاولياء

غرض یہ، صحابہ کرام سے اس وقت تک کہ اس قدر ائمہ و اولیا و علما ہیں، جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعت قلیلہ میں جمع کئے۔

اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ یہ عثمان بن حنیف، عبد اللہ بن عباس، و عبد اللہ بن عمر، صحابہ کرام سے لے کر شاہ ولی اللہ، و شاہ عبدالعزیز صاحب، اور ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر مشرک کہتے ہیں، یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی۔ اور حق واضح ہو گیا۔ اور بے دھڑک ان سب پر کفر و شرک کا فتویٰ جاری کریں، تو جان لیجیے کہ جس مذہب کی بنا پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا و رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

**فائدہ:** حضور سید عالم ﷺ کو ندا کرنے کے دلائل سے التحیات ہے۔

جس میں نمازی، حضور سے عرض کرتا ہے: السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے، تو عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک و دخیل ہے۔ اور یہ جاہلانہ خیال کہ التحیات زمانہ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے، تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی ﷺ کی ندا۔ حاشا وکلا۔ عالمگیری، شرح قدوسی، تنویر الابصار، درمختار، مراقی الفلاح وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے: ويقصد بالفاظ التشهد معناها مرادة له على وجه الانشاء كانه يحيى الله تعالى ويسلم على نبيه وعلى نفسه واوليائه لا الاخبار عن ذلك ذكره في المحبتي یعنی اور قصد کرے الفاظ تشہد سے اس کے معانی

مراد لے کر بر طریق انشائے کلام، گویا اللہ تعالیٰ کی تحیت کرنا رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا، اور اپنے نفس اور اولیاء پر۔ نہ اس سے خبر دینا یہ محبتی میں ہے۔

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلہ میں مبسوط کتاب لکھ سکتا ہے۔ مگر منصف کے لیے اسی قدر روانی اور اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو ایک حرف کافی۔ اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علی سیدنا محمد الشافی وآلہ وصحبہ صیۃ الدین الصافی آمین والحمد لله رب العالمین۔

(۴۲) تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۷)

وہابیت جس کا اصل اصول انبیائے کرام و اولیائے عظام کی بے قدری اور توہین، اور ان کے ثبات ثابتہ واقعہ کا انکار، اور اس کی اہمیت کم کرنا ہے۔ وہ کس طرح ٹھنڈے دل سے اس کو قبول کر سکتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیائے کرام کے سردار ہیں؟ جب منصوص بنص قطعی صفت رحمة للعالمین کا انکار نہ کر سکی، تو اس کو ایک عام بات قرار دے کر، دوسروں کو بھی اس صفت میں شریک ٹھہرایا، اور ایک معمولی بات قرار دیا۔ کہ شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم قاسمی پریس ص ۱۲ پر ایک سوال ہے اس کا جواب گنگوہی صاحب نے یہ دیا۔

لفظ رحمة للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیا و انبیاء اور علمائے ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں۔ لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔ اھ

ہر علم والا بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رحمة للعالمین ہونا حضور اقدس ﷺ کی صفت خاصہ ہے۔ جس میں دوسرے انبیاء بھی شریک سہم نہیں۔ اولیا اور علماء تو کجا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ ہم نے تمہاری رسالت نہ کی مگر ساری جہاں کے لیے رحمت۔ تو رحمة للعالمین نہ ہوگا، مگر وہ کہ رسول الیٰ العالمین ہو، تمام جہاں کو اس کی رسالت عام ہو، اور وہ نہیں مگر رسول اللہ ﷺ۔ کہ خود حضور فرماتے ہیں: کان الانبیاء یبعثون الی قومہم خاصة وبعثت الی الخلق كافة ائمہ کرام نے اس وصف کریم سے حضور کی تفصیل مطلق ثابت کی۔ مگر وہابیہ کے یہاں یہ حضور کی صفت خاصہ نہیں۔ اور پھر فقط رسولوں ہی کے لیے تعیم نہیں،

بلکہ اولیا اور علماء سب کو حضور کا شریک و ہمیم اس صفت خاصہ میں ٹھہرا دیا۔ یعنی حضور کی اس صفت رحمة للعلمین میں سب ملاؤں کو شریک کر دیا۔ انا لله وانا والیہ راجعون ۵ پھر سیداعلمین کیوں کر مان سکتے ہیں؟

چنانچہ ۱۲۰۵ھ میں جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر موئگیل دروازہ سے سوال بھیجا۔

یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ یہ مسئلہ واضح ہے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ مگر کہتے ہیں: قرآن و حدیث سے دلیل لاؤ۔ لہذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ پانچ جزء سے زائد میں تحریر فرمایا۔ جسے اول مرتبہ میں جناب مولانا صدیق علی صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اہتمام سے مطبع قادری بریلی میں چھپوایا۔ پھر متعدد بار مختلف مطبعوں سے طبع کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی حسب عادت مستمرہ خطبہ سنونہ سے شروع فرمایا۔ جس میں بطور براعت استہلال ایسے ایسے اوصاف ذکر فرمائے، جس سے اس مسئلہ پر پوری طرح روشنی پڑے۔ فرماتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون • تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا • والی اقوامہم خاصۃ ارسل المرسلون • ہو الذی ارسل نبینا رحمۃ للعلمین • فادخل تحت ذیل رحمته الانبیاء والمرسلین • والملئکة المقربین •

وخلق الله اجمعين الخ

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

حضور پر نور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین و سید الاولین و الآخرین ہونا، قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی، مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا، مگر گمراہ، بدوین، بندہ شیاطین و العیاذ باللہ رب العالمین

اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت نے دو ہیکل منقسم فرمایا۔ ہیکل اول میں آیات جلیلہ۔ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ۔ یہ ہیکل نور افکن چار تابشوں سے روشن۔ تابش اول: چند وحی ربانی علاوہ آیہ کریمہ قرآنی۔ تابش دوم: ارشادات عالیہ حضور سید المرسلین ﷺ۔ تابش سوم: محض و خالص طرق و روایات حدیث خصائص۔ تابش چہارم: صحابہ کرام کے آثار رائقہ، اقوال علما کتب سابقہ، بشرائے ہوائف، و روایائے صادقہ۔ واللہ بہمانہ هو السعین۔

**ہیکل اول: جواہر زواہر آیات قرآنیہ۔**

**آیت اولیٰ :-** وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۸۲﴾ (سورہ آل عمران، آیت ۸۲/۸۱)

امام ابو جعفر طبری و دیگر محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علی رضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ السلام سے آخر تک جتنے انبیا بھیجے،

سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو وہ ان پر ایمان لائے، اور ان کی مدد فرمائے۔ اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے جو صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اصل الاصول ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ سب رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے، وہی نسبت انبیاء و رسل کو اس سید کل سے ہے۔ امتیوں پر فرض ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں، رسولوں سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے گرویدگی کریں۔

**آیت ثانیہ: - وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ** (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

اے محبوب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں۔ جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل۔ تو لاہرم حضور پر نور سید المرسلین ﷺ ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے۔ اور وہ سب حضور کی سرکار، دو عالم مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اس لیے اولیائے کاملین، علمائے عالمین تصریح فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سما میں، اولیٰ و آخرتہ میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی، یا اب ملتی ہے، یا آئندہ ملے گی، سب حضور کی بارگاہ جہاں پناہ سے بنتی ہے، اور ہمیشہ بٹے گی۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ کے تحت میں لکھا:-

لما كان رحمة للعالمين لزم ان يكون افضل من كل العالمين ○

جب حضور تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسواۃ اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاهر بلا دلیل وهو لا يجوز عند عاقل فضلا عن فاضل والله الهادی۔

**آیت ثالثہ:-** وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ ۝ (سورہ ابراہیم آیت ۴)

اس آیت سے حضور کی افضلیت مطلقہ پر استدلال حضرت عبداللہ بن عباس نے کیا۔ حاضرین نے انبیا پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا: ان اللہ تعالیٰ قال: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ ۝ وقال لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ ۝ فارسلہ الی الانس والجن یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا۔ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کی اور محمد ﷺ سے فرمایا ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے تو حضور کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔

علماء فرماتے ہیں: آپ کی رسالت والا کا تمام انس و جن کو شامل ہونا اجماعی ہے۔ اور محققین کے نزدیک ملائکہ بھی اس میں شامل، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر، ارض و سما، جبال و بحار، تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ دائرہ تامہ میں داخل۔ اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں ارسلت الی الخلق کافۃ میں لفظ خلق اور وہ بھی مؤکد بکلمہ کافۃ اس مطلب پر بہترین دلیل ہے۔

**آیت رابعہ:-** تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ

مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۝ (سورہ بقرہ، آیت ۲۵۳)

ائمہ فرماتے ہیں۔ یہاں اس بعض سے سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ



انہیں سب انبیاء پر عزت و عظمت بخشی۔

**آیت خامسہ:-** هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَىٰ الدُّنْيَا كُلِّهَا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ (سورہ فتح، آیت ۸۲)

اور اس امت مرحومہ سے فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۝ (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کئے گئے۔

آیہ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ و اکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر و افضل۔ تو لا جرم اس دین کا صاحب، اور اس امت کا آقا، سب دین و امت والوں سے افضل و اعلیٰ۔

**آیت سادسہ:-** قرآن عظیم کا دائی محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے۔ يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ — يَنْوُحُ اهْبِطْ بِسَلْمٍ مِّنَّا — يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا — يَعِيسَىٰ أَنِّي مُتَوَفِّيكَ — يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً — يَزْكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ — يٰيَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ...

مگر جہاں محمد رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا حضور کے اوصاف جلیلہ و القاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ ، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ، يَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ قُمِ اللَّيْلَ ، يَا أَيُّهَا الْمَكْتَرُ قُمِ فَانذِرْ ، يٰس وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ، طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى ..

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور خطابوں کو سنے گا، بالبدیہ حضور سید المرسلین، و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست با پدر انبیا خطاب یا ایہا النبی خطاب محمد ست

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

آیت سابعہ: - لَعَنُرْكَ اِنْهُمْ فِي سَكْرَتِهِمْ يَغْمَهُونَ ۝ ط (سورہ حجر، آیت ۷۲)

تیری جان کی قسم کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

لَا اَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حَلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ ط (سورہ بلد، آیت ۲۱) میں قسم یاد

کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔

وَقَيْلِهِ يَرْبُّ اِنْ هُوَ لَاقَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ ط (سورہ زخرف، آیت ۸۸) مجھے قسم ہے

رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَالْعَصْرِ ۝ ط (سورہ عصر، آیت ۱) قسم زمان برکت نشان محمد ﷺ کی ہے۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہو؟ کہ قرآن عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی۔ ان کی باتوں کی قسم کھائی۔ ان کے زمانہ کی قسم کھائی۔ ان کی جان کی قسم کھائی ﷺ۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیت کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔ وَالصمد للہ رب العالمین۔

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ سے، اور ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن مرویہ، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر بغوی، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی: اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوا محمد ﷺ کے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی اہلباء العلوم، اور ابن الحاج مکی مدخد، اور خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ، شہاب خفاجی نسیم الریاض میں ناقل: عمر فاروق اعظم ایک حدیث شریف حضور اقدس ﷺ سے عرض کرتے ہیں: بیشک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی،

نہ باقی انبیاء کی۔ اور تحقیق کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا۔  
لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ یعنی میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی  
کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔

**آیت ثامنہ:** قرآن میں جا بجا مذکور کہ کفار اپنی خبث باطنی سے انبیاءِ  
کرام سے سخت کلامی سے پیش آتے، اور اپنے علم کے مطابق حضرات انبیاءِ  
کرام خود متکفل جواب ہوتے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا:  
إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا: میری قوم!  
مجھے گمراہی سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔

حضرت ہود سے قوم عاد نے کہا: إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ  
الْكَاذِبِينَ ۝ ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں  
اصلاً سفاہت نہیں میں پیغمبر ہوں رب الغلمین کا۔

اسی طرح حضرت سیدنا شعیب اور سیدنا موسیٰ سے جو جاہلانہ کلام ان کی قوم  
نے کیا۔ انھوں نے خود اس کا جواب دیا۔ مگر جناب سید المرسلین ﷺ کے خلاف  
شان ان کے زمانہ کے کفار جو کچھ بولے، حضور نے صبر فرمایا۔ مگر رب العزت ﷻ  
نے سب کو اپنے حبیب و محبوب ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔ مثلاً کفار نے کہا:  
يَا أَيُّهَا الَّذِي نَزَّلَ إِلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے  
قلم اور نوشتہ تہائے ملائکہ کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں — وحی  
اترنے میں کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے ان محمدا ودعه ربه وقلاه حق  
جل جلالہ نے فرمایا: اے میرے محبوب! تیرے رخ روشن کی قسم، اور تیری  
زلف کی قسم جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے، نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا،

اور نہ دشمن بنایا۔۔۔ کفار نے کہا: لست مرسل رب جل وعلا نے فرمایا:  
 یس وَالْقُرْآنَ الْحَکِیْمِ إِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ حکمت والے قرآن کی قسم بے شک  
 تو مرسل ہے۔۔۔ عاص بن وائل نے صاحبزادہ کے انتقال پر حضور کو ابتر کہا۔  
 اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: اِنْ شَأْنُکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل  
 بریدہ ہے۔ اس لیے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے وہ دین حق میں آ کر تمہارے  
 بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اس کے دشمن ہو جائیں گے۔۔۔ جب  
 حضور کو ابولہب شقی نے تباہ لک ساثر الیوم کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: تَبَّتْ  
 یَدَا اَبِی لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ ٹوٹ جائیو دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔  
 اسی طرح جب حضرت یوسف و مریم پر بہتان اٹھا۔ حضرت یوسف کو دودھ  
 پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے  
 نجات بخشی۔

اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا، اگر چاہتا تو درخت کے ایک ایک  
 پتے اور بیاباں کے ایک ایک ریگ سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ  
 محبوب کی طہارت و عصمت پر خود گواہی دیں، اور ان کا مرتبہ بڑھائیں۔ چنانچہ  
 سورہ نور کی سترہ آیتیں اتاریں، اور خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی۔  
 یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ  
 ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

آیت ناسعہ: - عَسَىٰ اَنْ یُّنْفِثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝  
 (سورہ نئی اسرائیل، آیت ۷۹) قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔  
 یعنی اس مقام میں کہ تمام اولین و آخرین ان کی حمد کریں گے، اور سب کوئی

اس وقت ان کے دست نگر اور محتاج ہوں گے۔ سب کا ہاتھ ان کی طرف پھیلا ہوگا۔ یہ مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ سب کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہا انہا فرمائیں گے

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

**آیت عاشرہ :-** قرآن عظیم شروع سے اخیر تک بغور دیکھنے سے یہ

بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جو نعمتیں اور انبیا کو مانگنے پر ملیں، یہاں بے مانگے عطا ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا:

وَلَا تُخْزِنِي فِي يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝ مجھے رسوا نہ کرنا جس لوگ اٹھائے جائیں۔ اور نبی ﷺ کے

لیے خود ارشاد ہوا۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۚ جَسَدًا خَدَا

رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔ خلیل علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے کہا: اِنِّي ذَاهِبٌ اِلَىٰ رَبِّي سَيَّهْدِيْنِي ۝ حبیب ﷺ کو خود بلا کر

عطائے دولت کی خبر دی۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ ۝ خلیل علیہ

السلام نے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سَيَّهْدِيْنِي ۝ اور حبیب کے لیے خود

فرمایا: وَيَهْدِيْكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کہا:

عَجَلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لَتَرْضٰى ۝ حبیب ﷺ کے لیے خود فرمایا: وَلَسَوْفَ

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ قریب ہے تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی

ہو جاؤ گے۔ وغیرہ اس لہجہ میں۔

**ہیکل دوم:** تابش اول میں اٹھارہ وحی الہی ہے۔ جسے علمائے کرام نے

اپنی کتابوں میں اگلی کتابوں سے نقل فرمایا۔ بطور نمونہ، اٹھارہ وحی، علامہ فاسی کی

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے منقول، جس میں چند آیات  
توریت شریف سے نقل فرمائیں۔  
حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا موسیٰ أحمدنی اذ منتت علیک مع کلامی ایاک بالایمان  
بأحمد ولو لم تقبل الايمان بأحمد ما جاورتني في داري ولا تنعمت  
في جنتي يا موسى من لم يؤمن بأحمد من جميع المرسلين ولم  
يصدقه ولم يشق اليه كانت حسناته مردودة عليه ومنعته حفظ  
لحكمة ولا ادخل في قلبه نور الهدى وامحو اسمه من النبوة  
يا موسى من امن بأحمد وصدق اولئك هم الفائزون ومن كفر بأحمد  
وكذبه من جميع خلقي اولئك هم الخاسرون ، اولئك هم النادمون ،  
اولئك هم الغافلون اے موسیٰ! میری حمد بجالا، جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا۔ کہ تجھ  
سے احمد پر ایمان لانے کے بارے میں کلام فرمایا۔ اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ  
مانتا، میرے گھر میں مجھ سے قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسیٰ! تمام  
مرسلین سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے، اور اس کی تصدیق نہ کرے، اور اس کا مشتاق نہ  
ہو، اس کی نیکیاں مردود ہوں گی۔ اور اسے حکمت کی حفظ سے روک دوں گا، اور اس کے  
دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا، اور اس کا نام دفتر انبیاء سے مٹا دوں گا۔ اے موسیٰ! جو احمد  
پر ایمان لائے، اور اس کی تصدیق کرے، وہی ہیں مراد کو پہنچے۔ اور میری تمام مخلوق میں  
جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی، وہی زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں  
بے خبر۔

تابلش دوم: ارشادات حضور سید المرسلین ﷺ

اس تابش میں تین جلوے ہیں۔ جلوہ اول نصوص جلیہ میں۔ اس میں چودہ ارشادات مبارکہ ہیں۔ ازاں جملہ ارشاد ششم ابو نعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:-

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود وحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلها طهورا ومسجدا ونصرت بالرعب امامی شہرا واعطیت خواتیم سورة البقرة وکانت من کنوز العرش وخصصت بها دون الانبیاء واعطیت المثنی مکان التوراة والمثنی مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل وانا سید ولد آدم فی الدنیا والآخرة ولا فخر وانا اول من تنشق الارض عنی وعن امتی ولا فخر ویدی لواء الحمد یوم القیمة وجميع الانبیاء تحته ولا فخر والی مفاتیح الجنة یوم القیمة ولا فخر وانا امامهم وامتی بالانثر ۵ میں جن وانس کی طرف اور ہر سیاح و سرخ کی طرف رسول بھیجا گیا۔ اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لیے غلیمتیں حلال کی گئیں۔ اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی، اور مسجد ٹھہری۔ اور میرے آگے ایک مہینہ کی راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی۔ اور مجھے بقرہ کی آخری آیتیں کہ خزانہائے عرش سے تھیں، عطا ہوئیں۔ یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیاء سے جدا۔ اور مجھے توریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں، جن میں سو سے کم آیتیں ہیں۔ اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں، اور زبور کے عوض حم کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفصیل دی گئی کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہے۔ اور میں دنیا و آخرت میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں اور میری امت قبروں سے نکلے گی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت کے دن میرے ہی

ہاتھ لوائے حمد ہوگا، اور تمام انبیاء اس کے نیچے۔ اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت میں جنت کی کنجیوں کا مجھی کو اختیار ہوگا، اور کچھ فخر نہیں۔ اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور تمام مخلوق سے پہلے جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب سے آگے ہوں گا، اور میری امت میرے پیچھے۔ اللہم اجعلنی منہم وفیہم ومعہم بجاہہ عندک آمین۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: فقیر کہتا ہے: مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث کو حفظ کر لے تاکہ اپنے آقا کے فضائل و خصائص پر مطلع رہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

### جلوہ دوم جلائل متعلقہ باُخرت:-

اور اس میں ۲۵ ارشادات ہیں، جو بشمول جلوہ اول ۳۹ رہے۔  
 ارشاد بست و ہفتم یہ ہے: حدیث موقوف مطول احمد، و بخاری، و مسلم، و ترمذی نے ابو ہریرہ۔۔۔ اور بخاری، و مسلم، و ابن ماجہ نے انس۔۔۔ ترمذی، و ابن خزیمہ نے ابو سعید خدری۔۔۔ اور احمد، و بزاز، و ابن حبان، و ابویعلیٰ نے صدیق اکبر۔۔۔ اور احمد، و ابویعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً۔۔۔ اور عبد اللہ بن مبارک، و ابن ابی شیبہ، و ابن ابی عاصم، و طبرانی نے بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی۔ ان سب کے الفاظ جدا جدا کرنے میں طول کثیر ہے۔ لہذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منظم سلسلے میں یکجا کر کے اس جانفزاقصے کی تلخیص کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

ارشاد ہوتا ہے: روز قیامت اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان وسیع و ہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں، اور پکارنے



والے کی آواز سنیں۔ دن طویل ہوگا، اور آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے۔ یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا۔ پسینے آنا شروع ہوں گے۔ قد آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔ غڑپ غڑپ کریں گے، جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ قرب آفتاب سے غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ تا تجل باقی نہ رہے گی۔ رہ رہ کر تین گھبراہٹیں لوگوں کو ٹھہریں گی۔ آپس میں کہیں گے: دیکھتے نہیں! تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہنچے؟ کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے، جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں، ان کے پاس چلنا چاہیے۔ پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

عرض کریں گے: اے باپ ہمارے! اے آدم! آپ ابو البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے بنایا، اور اپنی روح آپ میں ڈالی، اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا، اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا۔ سب چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، اور آپ کو اپنا صنفی کیا۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں، اور کس حال کو پہنچے؟

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں، مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا، نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے،

مجھے اپنی جان کا غم ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

عرض کریں گے: پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟

فرمائیں گے: اپنے پدر ثانی نوح کے پاس جاؤ۔ کہ وہ پہلے نبی ہیں، جنہیں

اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا۔ وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ لوگ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے:

اے نوح! اور اے نبی اللہ! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عبد شکور۔ آپ کا نام رکھا، آپ کو برگزیدہ کیا، اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس بلا میں ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے؟ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

نوح علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں۔ یہ کام مجھ سے نہ نکلے

گا۔ آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے، جو نہ اس سے پہلے کیا، اور نہ اس کے بعد کرے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

(فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ یہ حدیث بہت طویل ہے، جس میں نوح علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا، اور ان کا اپنی مجبور یوں کو بیان کرنا مذکور ہے پھر لوگ ان کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اپنی مصیبت عرض کریں گے اور وہ بھی صاف جواب دیں گے پھر ان کے حکم کے مطابق لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

پاس جائیں گے وہاں بھی کورا جواب پائیں گے پھر لوگ ان کے مشورہ کے مطابق آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مطلب عرض کریں گے اعلیٰ حضرت نے ان سب واقعات کو پوری تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔

اب وہ وقت آیا کہ لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں چھوڑے، چار طرف سے امیدیں توڑے، بارگاہ عرش جاہ، بیکس پناہ، خاتم دورہ رسالت، فاتح باب شفاعت، محبوب باوجاہت، مطلوب بلند عزت، لمجائے عاجزاں، ماوائے بے کساں، مولائے دو جہاں، حضور پر نور محمد رسول اللہ، شفیع یوم النشور افضل صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وعبالہ میں حاضر آئے۔ اور باہزاراں ہزار نا لہائے زار، ودل بے قرار، وچشم اشک بار، یوں عرض کرتے ہیں:

اے محمد! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتیاب کیا، اور آج آپ بہ امن واطمینان تشریف لائے۔ حضور اللہ کے رسول، اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے، کہ ہمارا فیصلہ فرمادے۔ حضور نگاہ کریں، کہ ہم کس درد میں ہیں؟ حضور ملاحظہ تو فرمائیں، ہم کس حال کو پہنچے؟

حضور پر نور ارشاد فرمائیں گے: انا لہا انا لہا و انا صاحبکم میں شفاعت کے لیے ہوں، میں تمہارا وہ مطلوب ہوں، جسے تمام موقف میں ڈھونڈ پھرے۔

اس کے بعد حضور نے اپنی شفاعت کی کیفیت ارشاد فرمائی۔

یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بہ نگاہ ایمان دیکھے، اور  
اولاً: حق جل و علا کی یہ حکمت جلیلہ خیال کرے کہ کیوں کراہل محشر کے دلوں  
میں ترتیب وار انبیائے کرام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا، اور دفعہ بارگاہ  
اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ شفاعت تو  
پاتے مگر یہ کیسے کھلتا کہ یہ منصب احم اسی سید اکرم کا حصہ ہے۔

ثانیاً: سوال شفاعت پر حضرات انبیاء کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک  
ارشاد ملا دیکھیے۔ یہیں مقام محمود کا مزا آتا، اور ابھی کا شمس کھلا جاتا ہے کہ سب  
نجوم رسالت، ومصباح نبوت میں افضل واعلیٰ، و بلند و بالا وہی عرب کا سورج  
حرم کا چاند ہے، جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے۔ اور انبیائے خمسہ  
کی وجہ تخصیص ظاہر کہ حضرت آدم اول انبیا و پدرا انبیا ہیں، اور مرسلین اربعہ  
اولوا العزم مرسل، اور سب انبیائے سابقین سے اعلیٰ وافضل۔ تو ان پر تفضیل  
سب پر تفضیل۔ والحمد لله الملك الجلیل

**جلوہ سوم ارشادات انبیائے عظام و ملائکہ کرام:-**

اس میں چودہ ارشادات ہیں کہ دونوں جلوہ ہائے گزشتہ کے ارشادات  
ملا کر ترین ہوئے۔

ارشاد پنجاہ سوم یہ ہے: مولانا علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے  
ناقل: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ حضور سید المرسلین ﷺ  
نے فرمایا: جبرئیل نے آ کر مجھے یوں سلام کیا۔ السلام علیک یا اول السلام  
علیک یا آخر السلام علیک یا ظاہر السلام علیک یا باطن  
میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں؟

عرش کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔ اور اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت دی، اور تمام انبیا و مومنین پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام و صفت سے حضور کے لیے نام و صفت مشتق فرمایا ہے۔ حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیا سے آفرینش میں مقدم ہیں۔ اور آخر اس لیے کہ ظہور میں سب سے موخر، اور آخر الامم کی طرف خاتم النبیین ہیں۔ اور باطن اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا، اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے، یہاں تک کہ حق جل جلالہ نے حضور کو مبعوث کیا، خوشخبری دیتے، اور ڈر سنا تے، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلا تے، اور چراغ تاباں۔ اور ظاہر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف و فضل سب اہل آسمان و زمین پر آشکار کیا۔ تو ان میں کوئی ایسا نہیں، جو حضور پر درود نہ بھیجے۔ حضور کا رب محمود ہے، اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول، آخر، ظاہر، باطن ہے۔ اور حضور بھی اول، آخر، ظاہر، و باطن ہیں۔

یہ بشارت عظیم سن کر حضور نے فرمایا: الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی و صفتی حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیا پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں۔

**تابش سوم طرق و روایات حدیث خصائص میں:-**

متعدد محدثین کرام نے متعدد صحابہ عظام سے مختلف سندوں کے ساتھ احادیث خصائص بیان فرمائیں۔ یعنی وہ حدیث جس میں حضور سید عالم ﷺ نے

اپنے خصائصِ جمیلہ ارشاد فرمائے، جو کسی نبی و رسول نے نہ پائے۔ ان روایات میں سے کسی میں دو، کہیں تین، کہیں چار باتیں بیان فرمائیں۔ کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس۔ اور حقیقتہً سو، اور دو سو پگی انتہا نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے ”خصائص کبریٰ“ میں ڈھائی سو کے قریب حضور کے خصائص جمع فرمائے۔ اور یہ صرف ان کا علم تھا۔ ان سے زیادہ علم والے ان سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور علمائے طاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم، علم اعظم حضور سید عالم ﷺ سے ہزاروں منزل ادھر قطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل و خصائص جانتے ہیں، دوسرا کیا جانے گا؟ اور حضور سے زیادہ علم والا ان کا مالک و مولیٰ جل و علا ”ان الی ربك المنتھی“ اور ”وللاخرة خیر لك من الاولیٰ“ اسی لیے حدیث شریف میں ہے: ”یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربی“ اے ابو بکر! جیسا میں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا۔

تراچنانکہ توئی دیدہ کجا بیند ÷ بقدر نیش خود ہر کند ادراک

**تابش چہارم آثار صحابہ وبقیہ موعودات خطبہ میں:-**

اس میں بارہ روایتیں ہیں۔ بارہویں روایت یہ ہے۔

بزار، امیر المؤمنین مولیٰ علیؑ سے راوی: جب حق جل و علا نے اپنے رسول کو اذان سکھانی چاہی، جبریل براق لے کر حاضر ہوئے۔ حضور سوار ہو کر اس حجابِ عظمت تک پہنچے، جو رُحمن جل مجدہ کے نزدیک ہے۔ پردے سے ایک فرشتہ نکلا، اور اذان کہی۔ حق عز جلالہ نے حکم پر، مؤذن کی تصدیق فرمائی۔ پھر فرشتے نے حضور پر نور ﷺ کا دست اقدس تھام کر حضور کو آگے کیا۔ حضور نے اہل سموات

کی امامت فرمائی، جن میں آدم و نوح علیہما الصلاۃ والسلام بھی شامل تھے۔ اس روز حق تبارک تعالیٰ نے محمد ﷺ کا شرف عام اہل آسمان و زمین پر کامل کر دیا۔۔۔۔۔ اسی کے مثل ابو نعیم نے مولیٰ علی سے روایت کی، جس میں ہے: پھر حضور اقدس ﷺ نے کہا آگے بڑھیے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی، اور مخلوقات الہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔  
والحمد لله رب العالمین۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں: یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوزدہم کو ختم اور آج پنجم ذی قعدہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمد لله رب العالمین۔

## (۴۳) حیاة الموات فی بیان سماع الاموات (۸)

جیسا پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ مذہب و ہابیت کا اصل الاصول، انبیا و اولیا کی توہین اور بے قدری، ان کے اوصاف و کمالات و اقصیہ کا انکار، اور ان کو ایک محض معمولی سطح پر لانا، اور لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جن صفات سے ان کی اہمیت و عظمت ثابت ہوتی ہو، اس کا انکار، اور اگر یہ نہ ہو سکے، تو عدم اقرار ہی رہے۔ انھیں مسائل میں ایک مسئلہ سماع اموات ہے۔ یعنی بزرگان دین کا اپنے مزارات میں استعانت و استمداد کرنے والوں کی عرض سنا، اور خداوند عالم کا ان کے وسیلہ سے ان لوگوں کی حاجت روا فرمانا، و ہابیہ کو اس سے انکار ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ میں گنگوہی صاحب خلاف معمول ذرا ڈھیلے ہیں۔ اس کو مختلف فیہ بتاتے ہیں۔ ورنہ وہ تو کسی طرح شرک و کفر سے نیچے کی باتیں ہی نہیں کرتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدہ حصہ اول ص ۱۲ پر سینتیسواں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

روح کو حیاة ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقرر ہیں بعض منکر۔

دیکھیے! اصل مذہب و ہابیت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ولی کو عامی کے برابر کر دیا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۳۷ پر اٹھارہویں سوال کے جواب میں لکھا۔  
یہ مسئلہ (سماع موتی) عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے۔ جس عمل کرے درست ہے۔



غنیمت ہے کہ تلقین کی اجازت تو دی، اگرچہ ایک ہی قول کی بنا پر۔ ”اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا“ کی بھی ایک ہی کہی۔ فیصلہ تو اختلافی باتوں ہی کا ہوتا ہے، متفق علیہ بات میں فیصلہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ۱۰۰ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اول زمانہ قریب فن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔

یہ اول زمانہ قریب فن کی تخصیص ہی عجیب ہے۔ جب روح زندہ ہی ہے، پھر اس ’قرب فن‘ کی کیا خصوصیت؟

پھر فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم کے ۱۱۳ پر سوال ’میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟‘ کے جواب میں لکھتے ہیں:-

اموات کے سننے میں علما کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔

تعجب ہے کہ گنگوہی صاحب یہ کیسی ان کہی کہہ رہے ہیں؟ ورنہ ان کا مذہب درحقیقت سماع کا انکار، اور نہ صرف انکار بلکہ حسب عادت مستمرہ کفر ہے۔ اولیائے کرام ان کے نزدیک کس گنتی و شمار میں ہیں؟ حضور اقدس ﷺ جن کی حیات بالاتفاق ثابت، ان کے سماع کے متعلق یہ گہر ریزی کی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ۹۴ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ علیہ الصلاۃ والسلام خود خطاب، سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیک کہے، یا السلام علی النسبی کہے۔ اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام و صلاۃ آپ کو پہنچایا جاتا

ہے۔ ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے۔ جیسا

احادیث میں آیا ہے، تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ اھ

یہ کفر بھی عجیب و غریب ہے۔ جو سنتا ہے وہ خود ہی سنتا ہے یا اس کے

بدلے دوسرا سنتا ہے؟ اور اگر رسول اللہ ﷺ کا سننا، اس وجہ سے کفر خیال کیا

کہ یہ صفت خاص خدا کی ہے، تو وہ فرشتہ یا جماعت ملائکہ کی خود کیونکر سن سکتی

ہے؟ صفت مخصوص باری تعالیٰ میں تو کسی کی شرکت جائز نہیں۔ غرض

جو بات کی حضور نے وہ لا جواب کی

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

غرض وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک

ہے۔ اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب درمیان زائر

اور مقبور کے، حجب عدیدہ سمع و بصر حائل، تو سماع اموات اور بصارت صور محال۔ اگر بعض

اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادہ، زیادت ادراک بھی حاصل ہو، لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ

بلا توجہ خاص، جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر و کبیر اختیار پروردگار عالم ہے، بروقت

دعا زائر کے، وہ بزرگ اس کی دعا کون لیں۔ جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے، تو

گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے۔ اور نہیں ہے یہ اعتقاد، مگر

شرک۔ اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک۔

اور بعض لوگ آیہ کریمہ إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝ اور آیہ کریمہ

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝ کو سند میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۳۰۵ھ کو ایک صاحب کافتوی، جس میں نفی سماع موتی کی

دلیل عقلی مذکور تھی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں پیش ہوا۔

اور اس کی تصدیق چاہی۔ ازاں جا کہ یہ جواب غلط، خلاف مذہب اہل سنت و جماعت تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تصدیق نہ فرمائی۔ اور اس مسئلہ پر مستقل رسالہ مسما بہ حیاة الموات فی بیان سماع الاموات ایک سو بائیس صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ بمبئی مطبع گلزاری میں چھپا، اور شائقین کی خدمت میں مفت صرف محصول ڈاک بھیجنے پر پیش کیا گیا۔ دوسری مرتبہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں طبع ہوا۔ میرے پیش نظر طبع دوم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی اپنی عادت کریمہ سترہ کے مطابق حمد و نعت سے شروع کیا، جس میں بطور براءت استہلال اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ فرماتے ہیں:

الحمد لله الذي خلق الانسان \* وعلمه البيان \* واعطاه سمعا  
وبصرا وعلما فزان \* وجعله مظهرا لصفات الرحمن \* ولم يجعله  
معدوما بفناء الابدان \* والصلاة والسلام الايمان الاكملان \* على  
السميع البصير العليم الخبير الملك المستعان \* المولى الكريم  
الرؤف الرحيم العظيم الشان \* سيدنا ومولانا محمد النافذ حكمه  
في عوالم الامكان \* الخ

اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا وہ فتویٰ نقل فرمایا ہے۔  
اس کے بعد مقصد اول، نوع اول میں اس کا رد فرمایا ہے۔ لیکن  
رد و اعتراض کو بلفظ سوال تعبیر فرمایا ہے۔ اور اس طرح پچیس  
سوالات فرمائے ہیں، یعنی پچیس طرح اس کا رد فرمایا ہے، جن میں  
بعض یہ ہیں۔

**سوال اول:** جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سنی، صورت

دیکھنی مجال ٹھہرائی۔ اس سے مراد مجال عقلی ہے، یا شرعی، یا عادی؟

بر تقدیر اول: کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالة پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں

پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل، مانع احساس نہ ہو یا نہیں؟ اگر کہیے،

نا۔ تو ان اللہ علی کل شیء قدیر کا کیا جواب؟ اور فرمائیے، ہاں۔ تو استحالة

کہاں؟

بر تقدیر ثانی: آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجیے کہ جب تک یہ

حائل و حجاب رہیں گے، البصار و سماع نہ ہو سکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ

خاطر رہیں۔

بر تقدیر ثالث: عادت اہل دنیا مراد، یا عادت اہل برزخ۔ بر تقدیر

اول کیا ثبوت ہے کہ مانع دنیوی، عائق برزخ بھی ہے؟ کیا جناب کے نزدیک

برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے، مگر بطور خرق

عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتیٰ کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین

چھپنے کی چیز نہیں۔۔۔ در صورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیوں

کر جانی؟ اموات نے آکر تو بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقہ سے معلوم ہوا تو ارشاد

کیجیے۔ اور مامول کہ دعویٰ بتماہازیر لجاظر ہے

**سوال پنجم:** جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت

بات کیجیے، سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا، یا نہیں؟

اگر کہیے، ہاں۔ تو اپنے نفس نفس کو سمیع علی الاطلاق مانے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی

دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک

پہنچی ہے۔ اور فرمائیے، نا۔ تو مزار پر جا کر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق ماننا کیونکر جانا گیا؟

**سوال ہفتم:** کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور؟ جب تو واجب کہ تمام اندھے، بہرے ہوں۔ اور فرشتہ مذکور (جس کے بارے میں حدیث میں ہے۔ اعطاء اسماع الخلاق) آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق، بلکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا، کیونکر مفہوم ہوا؟ عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔

**سوال ہشتم:** بفرض لزوم، سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رویت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق؟ علی الاول، ملازمت باطل۔ علی الثانی، لازم کہ تمام مخلوق الہی بہری ہو۔ اور کسی بات کا سننا، کسی غیر خدا کے لیے ماننا، مطلقاً مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں۔ یا ہر ذی سمع و بصر علی الاطلاق؟ تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ

**سوال نہم:** ان اولیا کی زیادت ادراک اگر مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن نہیں، تو اسے بھی نہیں کہ سب کونہ سنیں۔ آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں، نہ استلزام عدم۔ تو دونوں صورتیں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیوں کر ہو سکتا ہے؟ غایت یہ کہ بے دلیل ہو، تو غلط سہی۔ کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے؟

**سوال پانزدہم:** شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہامی نمایند وارباب حاجات

و مطالب حل مشکلات خود از انہائی طلبندومی یابند۔

کہیے! زیادت اور اک مسلم؟ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب و تبحر اختیار پروردگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں، کیوں کر مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے؟ اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیوں کر صحیح و مقبول ٹھہری؟

نوع دوم میں جناب مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کی آٹھ مخالفتیں مذکور ہیں۔

مخالفت ۱: مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارت قبور منین خاصہ بزرگان دین، مندوب و مسنون ہے۔

یہ خصوصیت ہمارے طور پر بے شک حق، مگر مولوی اسحاق صاحب 'مآة مسائل' میں لکھتے ہیں:-

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی و شہید و غیر شہید و صالح و فاسق و غنی و فقیر برابرست۔

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا:  
بلکہ از زیارت قبور اغنیاء و ملوک زیادت غیرت حاصل می گیرد۔

مخالفت ۶: جناب نے امتناع رویت و سماع کو ان حجب عدیدہ کی حیولت پر مبنی فرمایا۔ یہ ابتدا باعلیٰ ندا منادی، کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع و ابصار حاصل ہے۔ مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت و صورت کا ادراک نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر خود ان میں راساً یہ قوتیں نہ ہوتیں، تو بنائے کار حیولت پر رکھنی محض بے معنی۔ اب متکلمین جماعت سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس

تخصیص کے مقرر ہوں گے، یا راساً منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند، یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی سے سوال ہوا۔

سماعت موتی سوائے سلام جائزست؟

جواب دیا:

ثابت نیست۔

کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے، جب قبر میں رکھ کر مٹی دیدیں۔

پھر آیت سے استدلال کا تین جواب دیا۔

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی سماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اسے محل

نزاع سے کیا علاقہ؟ نظیر اس کی آیہ کریمہ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ۝ ہے،

اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا: وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۝ یوہیں یہاں

بھی ارشاد ہوا: إِنْ اللَّهُ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۝

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو، تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول و انتفاع

ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا — کسی

عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقتہً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ

یقیناً یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ خود اسی

آیت کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: إِنْ تُسْمِعُ الْآمَنُ يَوْمِنُ بَايِنَا فَهُمْ

مُسْلِمُونَ ۝

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں سے

وآية النفي معناها سماع هدى

لا يقبلون ولا يصنعون للادب

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے؟ موتی سے — موتی کون ہیں؟ ابدان۔ کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ قرآن شریف میں ہے: مَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ جو قبر میں ہے اس کو تم نہیں سنا تے ہو۔ قبر میں کون ہے؟ جسم۔ کہ روہیں تو علیین، یا جنت، یا آسمان، یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز و اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین، یا نار، یا چاہ وادی بر موت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں ہیں۔

امام سبکی ثفالسقام میں فرماتے ہیں: لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحي وهو الروح

### مقصد ثانی احادیث کے بیان میں

اس میں انیس حدیثیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد موت روح و صفات و افعال روح باقی رہتی ہیں۔

**حدیث ۵:** امام احمد، وابن ابی الدنیا، وطبرانی، ومروزی، وابن منذہ ابوسعید خزری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اسے غسل دے، اور جو اٹھائے، اور جو کفن پہنائے، اور جو قبر میں اتارے۔

**حدیث ۱۳:** ابن ابی الدنیا، عمرو بن دینار سے راوی کہ ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ اسے نہلاتے ہیں، کفنا تے اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔



## نوع دوم احادیث سمع ادراک اہل قبور میں

اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

**فصل اول:** اصحاب قبور سے حیا کرنے میں۔

**حدیث ۲۰:** امام احمد و حاکم حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی: میں اس مکان میں جہاں حضور کا مزار پاک ہے یونہی چلی جاتی تھی؛ اور جی میں کہتی تھی، وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہر اور میرے باپ۔۔۔ جب سے عمر دفن ہوئے، خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث۔

فرمائیے! اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا، تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفن فاروق کے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر اور باپ ہی تو ہیں، غیر کون ہے؟

**فصل دوم:** زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں، تو ان امور سے جی بہلنا کیسا؟

**حدیث ۲۲:** امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں: قبر میں مردہ کے زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے، جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آئے

**فصل سوم:** زندوں کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔

**حدیث ۲۵:** امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ

نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا: لا توذ صاحب القبر اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

**فصل چہارم:** میں وہ احادیث جن میں صراحتہ وارد کہ مردے اپنے

زارین کو پہچانتے، اور اس کا سلام سنتے، اور انہیں جواب دیتے ہیں۔

**حدیث ۳۴:** ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابن عساکر، خطیب وغیرہم محدثین

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی ایسی قبر پر گذرتا ہے، جس سے دنیا میں شناسائی تھی، اور اسے سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا، اور اسے پہچانتا ہے۔ اور جب ایسی قبر پر گذرتا ہے، جس سے جان پہچان نہ تھی، اور سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا ہے۔

**حدیث ۳۶:** طبرانی معجم اوسط میں عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہما سے راوی کہ سید عالم ﷺ مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے، اور فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

**فصل پنجم:** میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں، بلکہ دیگر کلام و اصوات بھی سنتے ہیں۔

**حدیث ۴۰:** بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اپنے صحاح میں انس

بن مالک سے راوی کہ حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں: مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں، تو بے شک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

**حدیث ۴۷:** صحیح مسلم شریف میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں کفار اہل بدر کی قتل گاہ دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا۔ اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا، وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر حکم حضور وہ ناپاک، ایک کنویں میں بھڑ

دیئے گئے۔ سید عالم ؑ وہاں تشریف لے گئے، اور نام بنام ان کفار لیام کو، ان کا، اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا: تم نے پایا، جو سچا وعدہ خدا و رسول نے تمہیں دیا تھا؟ میں نے تو پایا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم ؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور، ان جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں، جن میں روئیں نہیں؟ فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ مگر انھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

**حدیث ۵۶:** ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کہ ایک بی بی مسجد میں

جھاڑو دیا کرتی تھیں، ان کا انتقال ہو گیا۔ نبی کریم ؐ کو کسی نے خبر نہ دی۔ حضور ان کے قبر پر گذرے، دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام مجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں! حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

**حدیث ۵۷:** ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ

تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی ؐ نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گذرے، اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں: مجھے مصطفیٰ ؐ نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گذر نہ ہوا، مگر یہ کہ

اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ بے سمع فہم محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر محمول کیا۔ ولہذا عمر بھر اس پر عمل کیا۔ فنبصر

**حدیث ۵۹:** امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی، وابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن مسیب سے راوی کہ ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے، یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں؟ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی، کسی نے مولیٰ علی کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر المؤمنین! آپ بتائیے، ہمارے بعد کیا گذری؟ امیر المؤمنین نے فرمایا: تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لیے، اور تمہارے مال، سو وہ بٹ گئے، اولاد تیسوں کے گروہ میں اٹھی۔ اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا، اس میں تمہارے دشمن بے۔ ہمارے پاس کی تو خبریں یہ ہیں۔ اب تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مرد نے عرض کی: کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گنداپانی جاری ہے۔ اور جو آگے بھیجا تھا، اس کا نفع ملا۔ اور جو پیچھے چھوڑا، اس کا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال میں مجبوس ہیں۔

### مقصد ثالث اقوال علما میں

اعلیٰ حضرت نے اس مقصد میں سوائے دین و علمائے کالمین کے اسمائے طیبہ پیش فرمائے ہیں۔ جن کے اقوال دربارہ سماع موتی

حضرت کے پیش نظر ہیں۔ ازاں جملہ گیارہ صحابہ گرام ہیں۔۔۔ بارہ تابعین عظام۔۔۔ تین تبع تابعین۔۔۔ کل ۲۶ ہوئے۔ اور ۷۷ اعظم سلف اور اکرام خلف۔ کل سو حضرات ہوئے۔ اس کے بعد دس نام ان عالموں کے بھی تحریر فرمائے ہیں، جن پر مخالفین اعتماد کے لیے مجبور و مضطر ہیں۔ مثلاً

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب [۲] شاہ عبد الرحیم صاحب [۳] شاہ عبد العزیز صاحب [۴] شاہ عبد القادر صاحب [۵] مرزا مظہر جان جاناں صاحب [۶] قاضی ثناء اللہ صاحب [۷] مولوی الحق صاحب دہلوی [۸] نواب قطب الدین صاحب [۹] مولوی خرم علی صاحب بلہوری [۱۰] مولوی اسمعیل صاحب دہلوی۔ ان کے علاوہ ۶۵ نام صحابہ و تابعین، و اتباع تابعین و علمائے مشاہیر کے اور گنائے جن، کا مجموعہ پونے دو سو ہوا۔

یہ مقصد دو نوع پر مشتمل۔ نوع اول اقوال علمائے سلف و خلف میں۔ اس میں ایک تمہید اور پندہ فصل ہیں۔ تمہید اس میں کہ روح موت سے نہیں مرتیں اس میں پانچ قول ہیں۔

(۳) امام عز الدین بن عبد السلام فرماتے ہیں: روحمیں مرتی نہیں، بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔

فصل اول: موت سے صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جاتا ہے، نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔ اور اس میں پانچ قول، اور پانچ روایات مناسبہ ہیں۔

قول [۵]: - ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: اولیا کی دونوں حالت حیات و ممات میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت اول: امام عارف باللہ استاد ابو القاسم قشیری اپنے رسالہ میں بسند خود، حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس سرہ سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ مسکرایا۔ اور کہا: اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں، اگرچہ مرجائیں؟ وہ تو یہی کہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا۔ اس کے علوم و افعال کا بدستور رہنا، بلکہ زیادہ ہو جانا، اور اس فصل میں پندرہ قول ہیں جو بشمول فصل اول ۲۰ ہوئے۔

قول [۷]: تفسیر بیضاوی میں ہے۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روہیں جو ہر قائم بالذات ہیں۔ یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہے (روہیں) موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے، اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول [۱۷]: امام سیوطی فرماتے ہیں: تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روہیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ ہاں! فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں، حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

فصل سوم: ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم و ادراک دنیا و اہل دنیا کو بھی شامل۔ اور اس فصل میں پانچ اقوال ہیں، تو کل پچیس ہوئے۔

قول [۲۵]: شیخ محقق محدث دہلوی اتمۃ اللغات شرح مشکوٰۃ میں علم و ادراک موتی کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں: بالجملہ کتاب و سنت مملو شیخون اند باخبار و آثار کہ دلالت می کنند بروجہ علم موتی بدنی و اہل آں پس منکر نشود آزا مگر جاہل باخبار و منکر دین۔

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں، اور اس میں ۹ قول ہیں، تو کل ۳۴ ہوئے۔

قول [۲۶]: ابن ابی الدنیا کتاب القبور۔ میں سلیم بن عمیر سے راوی کہ وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی۔ کسی نے کہا۔ یہاں اتر کر قضائے حاجت کر لیجیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! خدا کی قسم مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسے زندوں سے۔

قول [۲۸]: علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علمائے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ (۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے۔ تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔ اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے، اس پر سلام عرض کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے، اس کے سامنے بے سلام چلا جانا مروت و ادب سے بعید ہے۔

فصل پنجم: افعال احیاء سے تاؤذی اموات میں۔ اور اس میں ۷ قول ہیں تو کل ۴۱ ہوئے۔

قول [۳۳]: مراقی الفلاح میں ہے۔ مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

قول [۴۱/۴۰]: شیخ محقق نے ائمة السمعات میں امام ابو عمر عبد البر سے نقل کیا ہے: 'از بیجا استفاد میگرد تمام انچه متلذذ می شود بدان زندہ'۔  
فصل ششم: ملاقات احیاء و ذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول [۴۲]: امام سیوطی انیس الفریب میں فرماتے ہیں: ویانسون ان اتی المقابر ÷ جب زائر مقابر پر آتے ہیں مردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

قول [۴۷ تا ۴۹]: رد المحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طمطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الابضاع میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مردے کا دل بہلتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول [۶۲ تا ۵۹]: مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد و فتاویٰ غرائب وغیرہا میں ہے: گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک وہ تازہ رہیں گے تسبیح الہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ مطالب المومنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں۔

فصل ہفتم: مردے اپنے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول [۶۷]: انیس الفریب میں ہے۔ ع: ویعرفون من اتهم زائرا



جو زیارت کو آتا ہے مردے سے پہچانتے ہیں۔

قول [۶۸]: تیسیر میں ہے: بعد دفن بھی مردے کا شعور باقی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے زائر کو پہچانتے ہیں۔

قول [۷۳ و ۷۴]: انشاء اللہ اللہ تعالیٰ میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: دریں حدیث دلیل واضح ست بر حیات میت و علم دی و آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانکہ در حالت حیات ایشان۔

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے، اور ان کے سلام و کلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول [۷۵ تا ۷۸]: امام یافعی، پھر امام سیوطی، امام محبت الدین طبری سے ناقل کہ میں امام اسمعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھا۔ انہوں نے فرمایا: اے محبت الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تذنیل امام یافعی، امام سیوطی، انہیں اسمعیل سے حاکی ہوئے کہ بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا۔ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے۔ پھر کھلکھلا کر ہنسے، اور نہایت شاد ہوئے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب میں دیکھا۔ رویا، اور جناب الہی سے گڑگڑا کر عرض کی۔ حکم ہوا: تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: مولانا اسمعیل! میں انہیں میں سے ہوں۔ میں فلانی گائن ہوں۔ میں نے کہا: وانت منهم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

قول [۸۱ و ۸۲]: شرح الصدور وطمطاوی حاشیہ مراقی میں ہے کہ احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے، مردے کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اس کا سلام سنتا، اور ان سے انس کرتا، اور اس کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ بات شہدا وغیر شہدا سب میں عام ہے، نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو بعض وقت نہ ہو۔

فصل نہم: اولیا کی کرامتیں، اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول [۸۷]: علامہ نابلسی حدیفہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں، جو اس کے خلاف زعم کرے، وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ ہم نے ایک خاص رسالہ اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

(قول [۹۰]: امام شیخ الاسلام شہاب ربلی فرماتے ہیں کہ انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول [۹۵ و ۹۶]: شرح منسکواۃ میں شیخ محقق دہلوی نے فرمایا کہ یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہا کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاہا در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دوس دیگر را از اولیا شمر مقصود و حصر نیست آنچه خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔

فصل دہم: الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔

قول [۹۷]: امام عبد الوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں۔ اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔

یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔ واللہ اعلم

حسبى من الخیرات ما عدتہ یوم القیمة فی رضی الرحمن  
دین النبی محمد خیر الوری ثم اعتقادی منہب النعمن

وارادتى وعقیدتى ومحبتى للشیخ عبد القادر الجیلانى

وی بخاک رضا شدم کفتم کتو چونی کہ ما چناں شدہ ایم

ہمہ روز از غمت بفکر فضول ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم

خبرے گو بہما ز تلخی مرگ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم

قادریت بکام ما کروند سنیت را گدائے میکدہ ایم

شیر بودیم وہ شہد افزودن ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

قول [۱۰۳]: علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک علم و ادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا: اسی لیے قبور اولیا کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول [۱۱۵ و ۱۱۶]: سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں امام شہاب الدین رطلی سے منقول: انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریادری فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علما میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سمع و فہم و علم و شعور

ہے۔

قول [۱۱۷]: امام عزالدین ابن عبدالسلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں

کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم قبور پر سلام کریں۔ اگر روئیں سمجھتی نہ ہوتیں، تو بے شک

اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول [۱۲۰]: علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ

سماع موتی نقل کر کے فرماتے ہیں: یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول [۱۲۳]: مولانا علی قاری شرح اللباب در بارہ سلام زیارت فرماتے ہیں: نہ بلند آواز سے ہو، نہ بالکل آہستہ، جس میں سنانا کہ سنت ہے، فوت ہو جائے۔

فصل دوازوہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام میں قول [۱۲۴ تا ۱۲۷]: فسک متوسط و مسلک متقسط و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بعد زیارت سید عالم ﷺ ہاتھ بھرہٹ کر سراقہ سے صدیق اکبر ﷺ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے: آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزا و عوض نیک دے، بہتر اس عوض کا جو کسی امام اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک اپنی بہترین خلافت سے نبی ﷺ کی نیابت کی۔ اور بہترین روش سے حضور کی راہ اور طریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے، یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق اعظم ﷺ کے محاذی ہو، اور بعد سلام عرض کرے: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے۔ اور ان سے راضی ہو، جنہوں نے آپ کو خلیفہ کیا۔ (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کہ انہوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام اور مسلمین کی رعایت کی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا، اور رہنمائے راہ یاب ہوئے۔ آپ نے ان کا جتھا باندھا، اور ان کے

محتاجوں کو غنی کر دیا، اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

فصل سیزدہم: بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں  
(قول [۱۳۶]: بنیابہ شرح صدایہ میں ہے کہ تلقین کیوں کرنے کی جائے  
گی؟ حالانکہ نبی ﷺ سے مروی ہوا۔ حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

قول [۱۴۳ و ۱۴۵]: صدیہ میں مضمرات سے ہے، ہم دونوں تلقینوں پر  
عمل کرتے ہیں، وقت نزع بھی، اور وقت دفن بھی۔

قول [۱۵۰ تا ۱۵۲]: جامع الرموز میں جو اصر سے منقول: سئل  
القاضی مجدد الکرمانی عنہ قال ما راہ المسلمون حسنا فهو عند  
اللہ حسن و روی فی ذالک حدیثیں قاضی مجدد کرمانی سے دربارہ تلقین  
سوال ہوا فرمایا ہاں جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے  
میں دو حدیثیں روایت کیں۔

(قول [۱۵۳]: کشف الفطا میں امام صفار کا ارشاد نقل کیا: سزاوار آنت  
کہ تلقین کردہ شد میت بر مذہب امام اعظم و ہر کہ تلقین نمی گوید باں پس او بر  
مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است و روح در قبر معاد نمی شود۔  
فصل چہارم: اصل مسئلہ سائل میں یعنی ارواح کرام کوندا اور ان سے  
توسل و طلب دعا

قول [۱۵۷ تا ۱۵۹]: خواجہ حنفی فصد الخطاب شیخ محقق جذب  
القلوب میں ناقل: امام علی موسیٰ رضا سے عرض کی گئی۔ مجھے ایک کلام تعلیم  
فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا: قبر سے نزدیک  
ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر: سلام آپ پر اے اہل بیت

رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں، اور آپ کو اپنی طلب و خواہش  
و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے! مجھے آپ کے باطن کریم  
و ظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے۔ اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں، اس  
سب جن و انس سے جو محمد و آل محمد کے دشمن ہوں۔

قول [۱۶۰]: سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں ہے۔ مجھ سے سوال ہوا اس  
شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے: یا رسول اللہ یا علی یا  
شیخ عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں!  
اولیا سے مدد مانگنی، اور انھیں پکارنا، اور ان کے ساتھ توسل کرنا، امر مشروع و شی  
مغوب ہے۔ اس کا انکار نہ کرے گا، مگر ہٹ دھرم، یا دشمن انصاف۔ اور وہ برکت  
اولیا سے محروم ہے۔

قول [۱۷۳]: سیدی محمد عبد ری 'مخل' میں دربارہ زیارت قبور انبیائے  
سابقین فرماتے ہیں: زائر ان کے آگے حاضر ہو، اور اس پر متعین ہو دور دراز  
مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر جب حاضری سے شرفیاب  
ہو، تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو  
شعار بنائے۔ اور ان کی سرکار میں فریاد کرے۔ اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے۔  
اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے درکشادہ  
ہیں۔ اور سنت الہیہ جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت  
روائی ہوتی ہے۔ والحمد لله رب العالمین

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول [۱۷۴ تا ۱۷۸]: امام خاتمة المجتہدین، تقی المملۃ والدین

سبکی۔ صفة الله تعالى عليه نے تفاء السقام کے باب تاسع فی حياة الانبیا میں ایک فصل ماورد فی حياة الانبیاء، دوسری فصل حياة التسماء میں وضع کر کے، تیسری فصل تمام اموات کے سماع و کلام و ادراک و حیات میں وضع کی۔ اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری و مسلم و غیرہما سے علم و سماع موتی ثابت کر کے فرمایا:

بالجملہ سب امور قدرت الہی میں ممکن ہیں۔ اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں، تو ان کی تصدیق واجب ہے۔ فصل اول میں انبیاء علیہم الصلاة والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کر کے آخر میں فرمایا: رہے ادراکات جیسے علم و سماع، تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں۔ پھر انبیا تو انبیا ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کر کے تقریر فرمائی۔ امام زین الدین مراغی اس جناب کی تحقیق اینق نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ نایاب تحقیق ہے، اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں، رغبت کرنے والے۔ امام احمد قسطلانی نے مواہب میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی۔ پھر علامہ عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر و تائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول [۱۸۱ و ۱۸۲]: امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: تحقیق کہا گیا ہے کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے۔ اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا۔ اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب قرآن پڑھا جائے تو کان

لگا کر سنو، اور چپ رہو، شاید تم پر مہر ہو۔ اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دونوں کے مردے کو قرأت و استماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی ائمہ ہب ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق و عموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

قول [۱۸۳]: مرقاة میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علم و سماع کا ذکر کے فرماتے ہیں: سب مردے سلام و کلام سنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ و آثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول [۲۰۰]: جامع البرکات میں فرمایا: سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم و سمع و بصر مر سائر اموات را از آحاد بشر۔ اجمی والحمد للہ رب العالمین

فقیر غفر لہ اللہ تعالیٰ لہ نے جن سولہ ائمہ و علما کے اسما طیبہ گنائے تھے۔ بحمد اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دو سو شمار کر دیئے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

نوع دوم: اقوال کبراء و عمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے۔ ناظران کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کر لے سو ست سو مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں۔

## وصل اول:

(مقال ۱): - شاہ ولی اللہ فیوض الصرمین میں لکھتے ہیں: -



جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں، یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں، جدا نہیں ہوتے۔

(مقالہ ۴): - شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

چون آدمی می مرد روح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالاً ہم ست و شعور و ادراک کے کہ داشت حالاً ہم وارد بلکہ صاف تر و روشن تر۔ اھ ملخصاً۔

(مقالہ ۶): - قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشان کار اجساد می کند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشان از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہندی روند و بسبب ہمیں حیات اجساد و آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔

(مقالہ ۱۳): - مولانا شاہ عبدالقادر صاحب تفسیر موضع القرآن

میں زیر آیت وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔

**وصل دوم:** بقائے تصرفات و کرامات اولیا بعد الوصال میں۔

(مقالہ ۱۷): - مرزا مظہر جان جاناں اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

بعض ارواح کا ملاں را بعد ترک تعلق اجساد آنہا دریں نشاۃ تصرفی باقی ست۔

(مقالہ ۱۸): - مولوی اسماعیل دہلوی 'صراط مستقیم' میں، مولیٰ علی

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت لکھتے ہیں:-  
درسلطنت سلاطین و امارت مراہمت ایساں را دخلے ہست کہ  
برسیا حان عالم ملکوت مخفی نیست۔

(مقالہ ۲۰):- مظاہر العوہ میں ہے:-  
تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے  
لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات  
و برکات بے شمار ہیں۔

**وصل سوم:** بعد وصال اولیا کے فیض و امداد میں

(مقالہ ۲۲):- "تفسیر عزیز ی" میں فرماتے ہیں:-

ارباب حاجات حل مشکلات خود آنہا می طلبند و می یابند۔

(مقالہ ۳۷):- قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے

ہیں:-

اولیاء اللہ دوستان و معقدان را در دود دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند  
و دشمنان را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویست فیض باطنی می  
رسد۔

(مقالہ ۶۵):- "صراط مستقیم" میں ہے:-

حق جل و علا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ  
بسبب برکت و توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود۔

**وصل چہارم:** اصل مسئلہ سائل یعنی اولیاء کرام سے استمداد و التجا

اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کے ندا میں

(مقالہ ۸۰):- شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبرایشان رود از انجا انجذاب در یوزہ کند۔

(مقال ۸۹):۔ مرزا جان جاناں صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیاء در یوزہ فیض جمعیت کن۔ الخ

(مقال ۱۰۳):۔ اسی اغتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادر یہ قدست

اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا:

اول دور کعتقل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود، و بعد ازاں یک صد

و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیتا لله یا شیخ عبد

القادر جیلانی الخ

(مقال ۱۰۵):۔ رسالہ 'فیض عام' مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ

صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

طریق استمداد از ایساں نست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے

فلاں کار در جناب الہی التجامی کنم شانیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید

لکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

یہ خاص صورت مسؤلہ کا جواب ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل

الصواب۔

الحمد لله کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی۔ سو مقال کا وعدہ تھا،

ایک سو پانچ گنے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس سوال تھے۔ مقصد

دوم میں ساٹھ حدیثیں۔ اور نوع اول میں دو سو قول۔ اب یہ ایک سو پانچ مقال

مل کر چار سو کا عدد کامل۔ اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب کے

اصل مذہب اور اس چند سطرے تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔ واللہ

رب العالمین۔

خاتمہ دربارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتویٰ۔

مسئلہ سماع موتی میں علمائے عرب کا مہری و دستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود ہے۔ جس میں حسب ذیل حضرات کی دستخط و مواہیر ہیں۔

- [۱] مولانا محمد حسین کتبی ہنفی مفتی مکہ معظمہ
  - [۲] مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی ہنفی
  - [۲] مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مالکیہ
  - [۴] مولانا احمد زینی دھلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ
  - [۵] مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ
  - [۶] مولانا عبد الکریم ہنفی از علماء مدینہ منورہ
  - [۷] مولانا عبد الجبار ہنبلی بصری نزہل مدینہ منورہ
  - [۸] مولانا سعید ابراہیم بن الغیار شافعی مفتی مدینہ منورہ
- کی دستخط و مواہیر ہیں۔

اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا۔ پھر بوجہ عروض اعراض و اہتمام دیگر اغراض اس کی تہیض نے تاخیر پائی، اب الحمد للہ بعنایت الہی و اعانت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوات والسلام و علی آلہ و صحبہ الکرام صلح شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مہیضہ ہوا۔ اور اثنائے تہیض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا اضافہ ہوا۔ والحمد لله اولاً و آخراً باطنا و ظاہراً و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مونا لا محمد و آلہ و صحبہ ابنہ و حزبہ و علینا معهم و بارک و سلم۔

(۴۴) انہار الانوار من یم صلاة الاسرار (۹)

وہابیہ کی شرکی داستان صرف ایک یا دو مسئلہ پر منحصر نہیں بلکہ جس جگہ انبیا و اولیا کی تعظیم و تکریم ہوتی دیکھی، وہیں شرک جماد یا۔ صوفیائے کرام خصوصاً مشائخ قادریہ کا ایک زمانہ قدیم سے معمول و مجرب عمل، قضائے حاجت و حصول مرادات کے لیے صلاة غوثیہ ہے۔

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں

آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

مگر وہابیہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ گنگوہی صاحب کے فتاویٰ حصہ اول ص ۸۴ پر ایک سوال ہے۔

صلاة غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل مسئلہ شرعیہ پوچھتا ہے، نہ ذاتی رائے۔ لیکن گنگوہی صاحب جواب میں فرماتے ہیں:-

بندہ اس کو پسند نہیں کرتا، اور نہ جائز مانے۔

سائل کا سوال آپ کی پسندیدگی یا ناپسند کرنے سے نہ تھا۔ اور نہ یہ سوال تھا کہ آپ اس کو جائز جانتے ہیں، یا نہیں۔ لیکن کمال حیا داری سے یہ جواب آپ نے عنایت فرمایا۔ سچ کہا کسی نے

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

خصوصاً جب سائل نے لکھا تھا کہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے، تو یا اس کا رد کیے ہوتے کہ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ مشائخ کے معمول کے سامنے سر جھکانا تھا۔ یا اگر اس کی حرمت و ناجوازی قرآن و حدیث سے آپ کے علم میں تھی، تو اس کو لکھ کر سائل کو فائدہ پہنچانا تھا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۱۲۳ پر ایک سوال ہے:-

صلاة غوشیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلاة معکوس  
و صلاة ہول بھی جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب تحریر کیا:-

صلاة غوشیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں۔ اور صلاة معکوس فی الحقیقت  
نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے۔ اور صلاة ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے  
نہیں۔

جب نماز غوشیہ کی فضیلت جناب کو معلوم ہی نہیں۔ پھر ص ۸۴ پر  
ناپسند کیوں کیا، اور ناجائز کیوں بتایا؟ حکم دینے کے لیے دو باتوں کی  
ضرورت ہے۔ اول اس کی حقیقت معلوم ہونی، پھر شرع سے حرمت  
و ممانعت کا ثبوت۔۔۔۔۔ جب حقیقت ہی نہیں معلوم، تو مجہول پر حکم  
ممانعت لگانا جہالت نہیں تو کیا ہے؟ وہ تو خدا کو بہت اچھا کرنا تھا کہ مولوی  
صاحب خوش قسمتی سے صلاة غوشیہ کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ شرک کا فتویٰ  
دینے سے کسی طرح باز نہیں رہتے۔ اس لیے کہ صلاة غوشیہ کہ صلاة غوشیہ میں  
بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے حضور اقدس ﷺ پر درود و سلام عرض کرنا ہو  
تا ہے۔ اور گیارہ مرتبہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی امددنی فی

قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا، اس کے بعد اقدم بغداد شریف کی طرف چلنا ہوتا ہے۔ اور ہر قدم پر یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا ہوتا ہے۔ اور مولوی صاحب کے فتاویٰ سے ثابت کہ ندبا لغير واور استعانه و امداد بالغير سب شرک ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ میں ہے:-

اور مدد مانگنا اولیا سے حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگر چہ ولی یا نبی ہو شرک ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۷ پر ہے:-

اور جب انبیا علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو وہ خود کفر ہے۔

مقام غور ہے کہ جب یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے، تو یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین کہنا کیوں کر جائز ہوگا؟ اور اگر ولی اللہ کو بھی علم غیب مان کر دور سے سننے کا عقیدہ رکھ کر کہا، تو خود کفر ہونے میں کیا شبہ رہا؟ واقعی مولوی ہو تو ایسا مشرک گر، کافر ساز کہ بات کا بتنگڑ کر کے خواہ مخواہ کفر و شرک تک نہ پہنچائے، تو اسے چین نہ آئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دور سالے تحریر فرمائے۔ ایک اردو میں پچاس صفحے کا، جس کا سوال ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ میں جناب مستطاب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری

نے وہلی کھڑکی فراش خانہ سے بھیجا تھا۔ جس کا نام تاریخی انہار الانوار من یم  
 صلاة الاسرار ہے۔ دوسرا رسالہ عربی میں بارہ صفحے کا۔ جس کا تاریخی نام  
 ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار ہے۔ جبکہ مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب  
 قادری مدرسی حیدرآبادی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاة غوثیہ کی  
 اجازت چاہی تھی۔ یہ رسالہ گویا اجازت نامہ صلاة غوثیہ یعنی صلاة الاسرار کا  
 ہے، جو اعلیٰ حضرت نے مولانا شاہ ابراہیم صاحب موصوف کو عطا فرمایا تھا۔  
 رسالہ اولیٰ یعنی اسرار الانوار میں بعد نقل سوال ابتدائے جواب حسب دستور  
 خطبہ عربیہ فصیحہ بلیغہ سے کیا ہے۔ الفاظ کریمہ حمد و نعت کے یہ ہیں۔

الحمد لله على حسن بلائته ÷ ملأ ارضه و ملأ سمائه ÷  
 وملا ماشاء في قدره وقضائه ÷ والشكر للمصطفى على  
 نعمائه ÷ شكرا يوافي حسن الاثمه ÷ و يكافي عنا مزيد  
 عطائه ÷ وصلى الله تعالى عليه وعلى ابنائه ÷ وازواجه و  
 اصحابه واحبائه ÷ ووارث علمه ومجده وسنائه ÷ غوثنا الاعظم  
 رافع لوائه ÷ ومشائخنا الكرام وسائر اوليائه ÷ صلاة تكشف  
 لنا الاسرار ÷ و تصرف عنا اذى الاشرار ÷ وتكون عدة  
 ليوم لقائه ÷ الخ

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالی مشائخ کرام قدست اسرار ہم العزیزہ  
 کی معمول، اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لیے عمدہ طریق مرضی  
 و مقبول۔ اور حضور پر نور غوث الثقلین، غیاث الکوین صلوات اللہ وسلامہ  
 علی جسدہ الکریم وعلیہ سے مروی و منقول۔ اجلہ علماء و اکابر کملا اپنی تصانیف



عالیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم و معتبر رکھتے آئے۔

امام اجل ہمام انجل سیدی ابوالحسن نور الدین بن جریر نخعی شطنونی نے بسند خود بسرجة الاسرار شریف میں — اور شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقده زبدة الآثار، لطیف میں — اور دیگر علمائے کرام و کملائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اسفار منیف میں اس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی و ناقل کہ حضور نے فرمایا: جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار، پھر بعد سلام نبی ﷺ پر صلاۃ و سلام عرض کرے۔ پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اور میرا نام اور اپنی حاجت ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی مراد پوری ہو۔

اسی طرح امام جلیل عبداللہ یافعی مکی صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبدالقادر نے روایت کی — یوہیں فاضل کامل مولانا علی قاری نے نزہۃ الضاطر میں ذکر فرمایا زبدة الآثار میں اپنے شیخ و استاذ کا اس نماز کی اجازت دینا، اور اپنا اجازت لینا، بیان کیا — اور شیخ محقق سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عجالہ ہے۔ اس سے ثابت کہ شیخ عبد الوہاب متقی مکی نے کتاب بسرجة الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک نماز کو مسلم و مقرر فرمایا — اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی استاد شیخ محقق و تلمیذ و مرید حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے۔ اور اس پر بتا کید اکید تحریریں و ترغیب فرماتے — یونہی شیخ نے اخبار الاخبار شریف — اور مولانا ابوالمعانی محمد مکی نے تحفة

شریفہ۔۔۔ اور حضرت سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ نے کاتب  
الاستاد شریف میں اسے نقل و ارشاد فرمایا۔۔۔ اور امام یافعی تصریح  
فرماتے ہیں کہ حضور پر نور غوث اعظم ؑ کے اصحاب کرام اس نماز کو عمل میں  
لاتے۔۔۔ اور زبدۃ الستان میں اولیائے طریقہ عالیہ قادر یہ کے آداب  
میں فرمایا۔ وملازمة صلاة الاسرار التي بعده التخطی احدى عشرة  
خطوة یعنی اس خاندن پاک کے آداب سے ہے صلاة الاسرار کی مداومت کرنی جس  
کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

بایں ہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا، آفتاب سے زیادہ روشن ہے،  
اور اس کا انکار مہر نیم روز و ماہ نیم ماہ کا انکار ہے۔

امام ابن الجزری صاحب حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے  
ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب بترجمہ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی، اور اس  
کی سند و اجازت حاصل کی۔ اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں: میں  
نے یہ کتاب بترجمہ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ  
عبدالقادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے، پڑھی۔ اور انھوں نے مجھے اس کی  
روایت کی اجازت دی۔

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجہ رد کرنا، سخت جہالت  
ہے۔ یا خبث و ضلالت۔ اور بے دلیل دعویٰ الحاق محض مردود۔ ورنہ تصانیف  
ائمہ سے امان اٹھ جائے۔ اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے۔ جو سند پیش  
کیجیے، مخالف کہہ دے کہ یہ الحاقی ہے۔ چلیے تمسک و استناد کا دروازہ ہی  
بند ہو گیا۔

اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا، محض بہتان و افتراء، ہرگز ہرگز قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکتا ہے۔ ان ذمی ہوشوں کے نزدیک امر و نہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں۔ اور عدم ذکر عدم ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فهو عفا عنہ حلال وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔ اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ و العاکم عن سلیمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بالجملہ یہ فائدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو، وہ بھلی یا بری ہے۔ اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو، وہ معاف ہے، جائز و مباح ہے۔ اس کا کرنا درست و روا ہے۔ اور اس کو حرام گناہ، نادرست و ممنوع کہنا، شریعت مطہرہ پر افتراء۔ قال تعالیٰ: وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكُذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ (سورہ نحل، آیت ۱۱۶)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اسی سفاہت قدیمہ پر مبنی، کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو، وہ ان کے نزدیک ممنوع تھا۔ حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علامہ خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: الفعل يدل على الجواز وعدم الفعل لا يدل على المنع — شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر ملخصاً۔

اور اسے خلاف اخلاص و توکل ماننا نری جہالت ہے۔ اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغض توکل ہے، اور ان سے توکل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص و توکل کے منافی نہیں۔ قال تعالیٰ: **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** ۝ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ اور انبیا و ملائکہ علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ **أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ** ۝ وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم کا طلب باراں میں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے توکل کرنا، صحیح بخاری شریف میں مروی و مشہور۔ حصص حصص میں ہے۔ **وان يتوسل الى الله تعالى بانبيائه خ ر والصالحين من عباده خ** یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیا سے توکل کرے۔ اسے بخاری و بزار نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے۔ اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروہ و مشہور ہے، جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور حاکم نے بر شرط تین صحیحین صحیح کہا، اور امام منذری و دیگر ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم رکھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: **اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبى الرحمة يا محمد انى**

اتوجه بك الى ربي في حاجتي هذه لتقضى لي اللهم فشفعه في الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ اور لطف یہ کہ بعض روایات حصین حصین لتقضى لي بصیغہ معروف واقع ہوا۔ یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کریں۔

**تنبیہ:-** حضرات منکرین کی حیاداری دیکھنے کے قابل۔ اس حدیث جلیل کی جلالت شان تصریحات علما سے ظاہر و باہر، اور اس سے جواز استمداد والتجا محبوبان خدا سے روشن و واضح، جس سے معاند سے معاند کو بھی انکار کی مجال نہیں۔ ناچار نواب قطب الدین خان دہلوی مصنف ظفر جلیل نے ترجمہ حصین میں حاشیہ کتاب پر یوں ہرزہ سرائی کی:

یک راوی این حدیث عثمان ابن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ست چنانکہ در تقریب موجود ہست و حدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ النصف و دیانت کا تو مقتضایہ تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا، تسلیم فرماتے۔ نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح ریح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی، معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجیے، اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزا علیہ التعمیہ والتنا کا کچھ خیال نہ کیجیے۔

اب حضرات منکرین کے تمام ذمی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے، جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب صحاح ستہ میں کہیں روایت نہیں، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ کاش! اتنا ہی نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اس کا مدار روایت، وہ شخص کیونکر ممکن، جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں۔ اور سنیے! امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اذا ضل احدکم شیئا و اراد عوناً و هو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان لله عبادا لایراہم جب تم میں کوئی شخص سنان جگہ میں بہکے، بھولے، یا کوئی چیز گم کرے، اور مدد مانگنی چاہے، تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں، جنہیں نہیں دیکھتا۔ راوی حدیث نے فرمایا: قد جرب ذالک

فاضل علی قاری علامہ میزک سے، اور وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ہذا حدیث حسن — اور فرمایا: مشائخ کرام سے مروی ہوا انہ مجرب قرن بہ النحج یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ لطف یہ کہ یہاں بھی نواب صاحب موصوف نے اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا۔ فرماتے ہیں:۔

اس حدیث کے راویوں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے، تقویٰ اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ہے

ایک کتاب کا اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

خدا کی شان! کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں، جنہیں تقریب میں مجہول الحال، اور میزان میں لایعرف کہا۔ اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان ابن جابر مازنی بدری کہ سید عالم ﷺ کے صحابی جلیل القدر مہاجر و مجاہد غزوہ بدر ہیں۔ جن کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے این۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاه عنہا۔

مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ 'حرز ثمین' ان کے پیش نظر ہے، اس میں یہ عبارت موجود ہے۔ رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور اسی طرح جس تقریب کا حوالہ دیا ہے، اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو تھی۔ عتبہ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنة سبع عشر اھ ہجری

پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی جلیل الشان، رفیع المکان کو بزور زبان و زور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لا ڈالیے؟ اور مس عدالت و بدر جلالت کو معاذ اللہ مردود الرویہ و مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے؟ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اذالم تستحی فاصنع ما شئت

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

مسلمان دیکھیں! کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر

گزرتے ہیں۔

رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، تو

اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو انکار کی کیا گنجائش؟

ثانیاً وہ علماء اولیا جن میں بعض کے نام سابق میں مذکور ہوئے، جنہوں نے یہ نماز پسند کی، اجازت دی، سند لی، خود پڑھی۔ منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے۔ پھر ان کے کہے سے کیوں کر مسلم ہو حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گنہگار فساق بدعتی گزرے۔ اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پرانی تلبیس ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر (بطور معارضہ بالقلب) اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں۔ اور جس پر انکار روا نہیں، وہ اقل درجہ مباح ہوگا۔ اس لیے کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر عدم ہے۔ اور کلمات ائمہ میں اس نماز پر انکار رجاہ ہوگا، گہر مذکور نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سب ائمہ کے نزدیک اس نماز پر انکار روا نہیں، اور جس پر انکار روا نہیں، تو کم سے کم وہ مباح ضرور ہوگا۔ فتبت المقصود و بہت السنود۔

رابعاً ان حضرات کی عجیب حالت ہے جواز کہ عقلاً و نقلاً محتاج دلیل نہیں ہے، بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے۔ اور عدم جواز کے لیے ان کے زبانی دعویٰ کافی ہو جاتے ہیں۔ اس نماز میں جو جو باتیں ہیں ان کا ثبوت لیجیے۔

[۱] محبوبان خدا کی نفس تعظیم بے شک اہم واجبات و اعظم قربات سے



ہے۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۝ وَقَالَ  
تعالیٰ ” وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝  
[۲] ان کے لیے بہیت نماز قیام۔

علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص بہیت نماز قیام کرنے کا حکم  
دیا۔ اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ بتوجہ الی قبرہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویقف ویقف کما یقف فی الصلاة یعنی قبر  
شریف سید عالم ﷺ کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔  
اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے، وہ  
حقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے۔ ولہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و  
علماء عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا۔

طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی تعلموا  
العلم تعلموا للعلم السکينة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه علم  
سیکھو اور علم کے لیے سکون و مہابت سیکھو، اور جس سے علم سیکھتے ہو، اس کے لیے تواضع  
کرو۔

خطیب نے کتاب الجامع میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً یوں روایت  
کی۔ تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تکونوا  
جبابرة العلماء فیغلب جہلکم علمکم ۝ جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے  
تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بائیں ہمہ علمائے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے۔ فتاویٰ  
ہندیہ میں ہے: التواضع لغير الله حرام کذا فی الملنقط

توبات وہی ہے کہ انبیاء و علمائے مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ وہ دین الہی کے قیم ہیں، یہ ملت الہیہ پر قائم ہیں۔ تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے، جو انھیں بارگاہ الہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی۔ جیسے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی محبت و تعظیم بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ﷺ ہے۔

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذ باللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے غنا کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں۔

[۳] محبوبان خدا کے لیے خشوع و خضوع۔

ابوداؤد ونسائی و ترمذی و ابن ماجہ، اسامہ بن شریک سے راوی: قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولہ کان علی رؤسہم الطیر میں سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب ارد گرد تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یعنی سر جھکائے، گردنیں خم کیے، بے حس و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں۔ اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا؟ اسی طرح مولانا جامی نفعات الانس میں حضور غوث اعظم ﷺ کے ایک دعوت میں تشریف لے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و اهل المجلس كان على رؤسهم الطير یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا، علماء، و عمائد بغداد تھے۔ ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

[۴] رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت خشوع و خضوع۔

امام ابو ابراہیم کبھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کو یاد کرے، یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے، خشوع و خضوع بجا لائے، اور باوقار ہو جائے، اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے۔ اور حضور کے لیے اس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے، جو حضور اقدس ﷺ کے روبرو اس پر طاری ہوتی۔ اور ادب کرنے، جس طرح خدا نے ہمیں ان کا ادب سکھایا۔

[۵] صورت اقدس کا تصور باندھے۔

شرح مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ويقف كما يقف في الصلاة کے آگے ہے۔ وتمثل سورة الكريمة البهيہ ملخصاً یعنی اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔

امام شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں امام کبھی کے قول کے نیچے لکھتے ہیں: یعنی یاد حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس ﷺ کے روبرو حاضر ہوں، اور حضور کا خیال کرے، اور صورت اقدس کا تصور باندھے، گویا حضور کے سامنے حاضر ہے۔ امام قاضی عیاض، امام کبھی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین کا یہی داب و طریقہ تھا۔ اور فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سید عالم ﷺ کا ذکر کرتے، رنگ ان کا بدل جاتا، اور جھک جاتے۔ نسیم الریاض میں ہے۔ لشدة خشوعه یہ جھک جانا بسبب شدت خشوع تھا۔

ان احادیث و روایات و کلمات طیبات سے کانسس فی وسط السماء روشن و آشکار ہو گیا کہ ہنگام تو سل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ قبلہ کو

پیٹھ ہو۔ اور دل کو خوب ان کی طرف متوجہ کرے، یہاں تک کہ ہر ایں و آں دل سے محو ہو جائے۔ اور ان کے لیے خشوع و خضوع محمود و مشروع۔

فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں؟ اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلومہ ہے۔ پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت؟ ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو، تعیین سمت پر کیجیے۔ اس کا جواب مرزا مظہر جان جاناں شہید سے لیجیے۔ مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک ایک مرید رشید کو تحریر فرماتے ہیں:-

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یک دو گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورہ شاں متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ، بعد نماز صبح بخشید کہ محبت ایں عقیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ ست۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بخشید بے تاغہ توجہ می دہم۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ہے:-

انا نکه زاوناںس بہیمی جستند ÷ بالجہ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ÷ دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سرفہ بلوغ دارد۔

انھیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشان فاتح خواند بزیارت قبر  
ایشان رود و از انجا جذب در یوزہ کند۔

علامہ ابن حجر کی خیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ  
النعمان میں فرماتے ہیں: ہمیشہ سے علما و اہل حاجت، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار  
مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الہی میں ان کے توسل سے  
پیش کرتے ہیں۔ اور اس سبب سے فوراً مراد پاتے ہیں۔ انھیں میں سے امام  
شافعی ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تبرک کرتا، اور ان کی قبر پر جاتا  
ہوں۔ اور جب مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز  
پڑھتا، اور ان کی قبر کی طرف آ کر خدا سے سوال کرتا ہوں۔ کچھ دیر نہیں گزرتی کہ  
حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے: غفر اللہ تعالیٰ لہ یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں  
ہوتے، مگر توفیق والے۔

**اولا:** جب معلوم ہو لیا کہ حق جل و علا کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل  
محمود و مقصود، و سنت ماثورہ و طریقہ مامورہ، اور ہنگام توسل ان کی جانب توجہ  
درکار۔ یہاں تک کہ امام مالک سے خلیفہ ابو جعفر عباسی نے پوچھا: دعا میں قبلہ کی  
طرف منہ کروں، یا مزار مبارک حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف؟ تو فرمایا:  
کیوں اپنا منہ ان سے پھیرتا ہے، جو قیامت کو تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ  
السلام کے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ بلکہ انھیں کی طرف منہ کر، اور شفاعت مانگ  
کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے۔ اخر جہ الامام الفاضل عیاض فی  
النفا وغیرہ فی غیرہ

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”واستعينوا بالصبر والصلوة“ پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائے۔۔۔۔۔ یا ان کی قبروں کی طرف چلیے۔ جیسے امام شافعی، سیدنا امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار فائض الانوار کی طرف چلتے۔ اب یہ کہ گدائے سرکار قادر یہ اس آستان فیض نشان سے دور و بھجور ہے، گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں۔ تاہم دل سے توجہ کرتا، اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم ○

**ثانیاً:** توسل میں توجہ باطن ضرور، اور ظاہر، عنوان باطن۔ لہذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب، حالت قلب پر شاہد ہو۔ جس طرح سید عالم ﷺ نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال و کشف یاس کی خبر دے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ’قول الجھیل‘ میں قضائے حاجت کے لیے صلوة کن فیکون کی ترکیب لکھی۔ جس کے آخر میں ہے:-

پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس بار دعا کرے

ضرور مستجاب ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جب آستین گلے میں باندھنا، با آنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے۔ اگرچہ نفس اظہار گڑ گڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا۔ تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا، اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے، کیوں کر نا جائز ہوگا؟۔

**ثالثاً:** ظاہر مصلح خاطر۔ ولہذا جس امر میں جمع عزیمت و صدق ارادت کا

اہتمام چاہتے ہیں، وہاں اس کے مناسب افعال جو ارج رکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو۔ اس لیے نماز میں تلفظ بیت بقصد جمع عزیمت، علمائے مستحسن رکھا۔ اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین، اور تشہد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔ بعینہ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بناتا، اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس علم شریف کے بجالانے والوں پر روشن۔ گو منکر محروم بخیر باش ع: ذوق این مئے نشناسی بخدا تا پیشی

**دابعاً:** سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاة والتعبہ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی نقصیر واقع ہو، عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔ یہاں بھی یہ محتاج جب در رکعت نماز پڑھ چکا، اور اب وہ وقت آیا کہ جہت تو سل کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے۔ نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے، یاد آئے، اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے، جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الہی میں نقصیر کرا دی، ناچار ہوتا ہے۔ اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولیٰ وایسر۔ یسیناً وسمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت تہقیری بعد کی صورت، اور اقبال، نشان اقبال۔ فلکان هو المختار۔

**خامساً:** خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع کو باب دعا میں تقاول پر بہت نظر ہے۔ اسی لیے استسقا میں قلب رد فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو۔ اسی لیے بد خوابی کے بعد جو اس کے دفع شرکی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے، تاکہ اس حال کے بدل جانے پر فال ہو۔ اسی لیے ہنگام استسقا پشت دست جانب آسمان رکھے کہ

ابر چھانے اور باراں آنے کی فال ہو۔۔۔ اسی لیے علمائے مستحب رکھا کہ جب دفع بلا کے لیے دعا ہو، پشت دست سونے سما ہو۔ گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا، اور جوش بلا کو دباتا ہے۔۔۔ اسی لیے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو۔ گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے۔ اس نے وہ برکت اعلیٰ و اشرف اعضا پر الٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔

**سادسا:** صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبد اللہ مروی کہ سید عالم ﷺ نماز میں چند قدم آگے بڑھے۔ جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی۔ یہاں تک کہ حضور بڑھے، تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے۔ اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی۔

اسی طرح جب ارباب باطن و اصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ تو سل، عراق کی طرف توجہ کرتے ہیں، انوار و برکات و فیوض و خیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش و ہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں۔ یہ بے تابانہ ان خوشہ ہائے انگور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے، اور ان عزیز مہمانوں کے لیے رسم باجمال تلقی و استقبال بجالاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا جائے انکار ہے، اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف مسارعت کرے۔ رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقیقہ لسان و اضطراب ارکان ہے، و بس۔ ہم اس اجمیل میں ان اہل بصائر کے طفیلی ہیں۔

ع وللارض من کاس الکرام نصیب

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حکم پر مبنی جو حقیقہ صرف



احوال سیئہ اہل قلوب پر مبنی۔ پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک۔  
**سابعاً:** دیدہ انصاف بے غبار و صاف ہو، تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے، اس طرف چند قدم قریب ہونا، اور جہاں سے جدائی مقصود ہو، اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع بکار آمد ہوتا ہے، جب کمال قرب و بعد میسر نہ ہو۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا۔ بن میں تشریف رکھتے تھے، اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا۔ وہاں تشریف لے جانا، میسر نہ ہوا۔ دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کر دے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فسأل ان بدنیہ من الارض المقدسة رمیة بحجر۔ ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سردست عراق شریف کی حاضری معذرت۔ لہذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا یدرک کله لا یترک کله

رہی عدویا زودہ (۱۱) کی تخصیص۔ اس کی وجہ ظاہر۔ اللہ طاق ہے، اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔ اور افضل الاوتار، واول الاوتار ایک ہے۔ مگر یہاں تکثیر مطلوب، اور اس کے ساتھ تیسری بھی ملحوظ۔ لہذا یہ عدو مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتفاع ہے، جو خود بھی وتر، اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اس کے لیے کوئی صحیح کسیر نہیں۔ اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے، زوج محض ہے، نہ زوج الا زواج۔ کہ اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں۔ بلکہ خلومرتبہ پر وہ بعینہ ایک ہے۔ بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محدود شرعی نہیں۔

اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ و تابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت و تعظیم میں ہم سے زیادہ تھے، ثواب ہوتا تو وہی کرتے؟۔

اولا وہی معمولی باتیں ہیں، جن کے جواب میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے۔ جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے۔ علی الخصوص کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد و کتاب لا جواب، اذاقة الآثام لما نعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصانیف تاج محققین سراج المدین فخر الاکابر، وارث العلم کابرا عن کابر، سیدی ووالدی حضرت مولانا محمد تقی علی خاں صاحب اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ اور یہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ اقامۃ القیامۃ، ومنیر العین وغیرہما اپنے رسائل میں بقدر کفایت مستح کر چکا۔

ثانیا: یہاں ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں۔ یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور اعمال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت۔ شاہ ولی اللہ صاحب ہوامع میں لکھتے ہیں:-

اجتہاد اور اختراع اعمال تشریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا

نسخہائے قراہادیں را۔

جامع تر سینے۔ شاہ ولی اللہ کتاب الانتباه فی سلاسل اولیا اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جو اہر خمسه شیخ محمد غوث گوالیاری کی سندیں، اور اس کے اعمال کی اجازتیں، اپنے استاد علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی، و شیخ محمد سعید لاہوری سے حاصل کیں۔ اور شیخ ابوطاہر نے اپنے والد ابراہیم کردی، انھوں نے

شیخ احمد قشاشی، انھوں نے شیخ احمد شناوی، انھوں نے شیخ سید صبغۃ اللہ، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی۔ اسی طرح شیخ محمد سعید لاہوری نے شیخ محمد اشرف لاہوری، انھوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی۔

حضرات منکرین مہربانی کر کے جو اہرمسہ پر نظر ڈالیں، اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دیں۔ بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں، جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد محدثانہ سند لیتے، اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی، اور اجازت لی۔ اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جو اہرمسہ میں کیا لکھا ہے؟:

ناد علیٰ مفت باریا سہ باریا یک بار بخواند و آں لیت۔

ناد علیا مظهر العجائب تجده عوناً لک فی النوائب

کل ہم و غم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی

اسی طرح یہی شاہ ولی اللہ اسی رسالہ 'اعتباہ' میں قضائے حاجت کے لیے ختم

خواجگاں چشت کی ترکیب بتاتے ہیں، اور فرماتے ہیں:-

دہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگاں

چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند، ہمیں طور ہر

روز میخواندہ باشند انشاء اللہ تعالیٰ در ایام متعددہ مقصود بحصول انجامد۔

مرزا مظہر جان جاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-  
 دعا حزب البحر وظیفہ صبح وشام و ختم حضرات خواجگان قدس اللہ  
 اسرار ہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ختم خواجہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد علیہ السلام بعد حلقہ  
 صبح لازم گیرید۔

ثالثاً: خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل نظیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے  
 حصول اغراض و دفع اعراض کے لیے پڑھتا ہے۔ مزاج پر سی ان حضرات کی  
 ہے، جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں، مجبوس اسی نیت سے کئے  
 جاتے ہیں، ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز مانتے، اور ان محدثات کو ذریعہ وصول  
 الی اللہ جانتے ہیں۔ وہ کون؟ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا جان جاناں، شیخ  
 مجدد الف ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرم جنہیں منکرین  
 بدعتی و گمراہ کہیں، تو کس کے ہو کے رہیں؟

شاہ ولی اللہ قول الجھیل میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب  
 طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں: لم یثبت تعین الآداب  
 ولا تلك الاشغال — شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ قول الجھیل میں اس  
 کی تائید فرماتے ہیں — مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحة  
 المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں:-

یعنی ایسے امور کو خلاف شرع یا داخل بدعات سیدہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا  
 کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔

اور سنیے! اسی 'القول الجمیل' میں اشغال مشائخ نقشبندیہ میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی:-

تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے۔ جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے، اور فیض کا منتظر ہو۔ اور جب شیخ غائب ہو، تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے۔ جو فائدہ اس کی محبت دیتی تھی، اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا:-

حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ اھ

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے، جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے۔ حد یہ کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی "صراط مستقیم" میں لکھا:-

اشغال مناسبہ وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند۔ ولہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند، بناء علیہ مصلحت دید۔ و وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت است تجدید کردہ شود۔

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے؟ اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لیے کئے جاتے ہیں، نئی نئی باتیں جو قرآن و حدیث میں، نہ صحابہ میں، نہ تابعین میں، نہ کالنی اوئل میں لانی، اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی؟

سبحان اللہ! ان صاحبوں کے یہ احداث و اختراع سب مقبول ہوں۔

اور ناجائز و بدعت ٹھہرے، تو وہ نماز جو حضور پر نور غوثِ اعظم ؑ نے قضائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی۔ ع: مبین تفاوت رہ از کجاست تا کجا حق جل و علا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے، اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بد عقیدہ نہ کرے۔ خصوصاً حضور سید اکبومین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین آمین۔

یہ ہے جو اس گدائے سرکارِ قادر یہ پر برکات حضور پر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائز ہوا۔ ع: گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے بے نوا اپنے تاجدارِ عظیم الجود و العطا کے کرم بے علت سے، اس صلہ کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائیدار سے رخصت ہوتے (وقت) حضور پر نور غوثِ اعظم و قطب عالم ؑ کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے۔ اور جس دن یَوْمَ نَدْعُو كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ کا ظہور ہو، یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ سرکارِ قادریت جگہ پائے۔ فان ذالک علی اللہ بسیر ان اللہ علی کل شیء قدير

بحمد اللہ وقع الفراغ من تسويده لثمان خلون للقمر الزاهر من شهر ربيع الآخر في ثلثة مجالس من ثلاث عدوات عام الف وثلث مائة وخمس من هجرة سيد الكائنات عليه وعلى آله وابنه افضل الصلوات۔ آمین

(۴۵) ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار (۱۰)

یہ رسالہ نافع عجالہ بھی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ۱۳۰۵ھ میں تالیف و تصنیف فرمایا۔ وجہ تصنیف اس رسالہ کی حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدرسی حیدآبادی کا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاة الاسرار کی اجازت مانگنا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت نامہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کی ترکیب، سمت عراق کی تعیین، گیارہ (۱۱) قدم چلنے کی دلچسپ و مفید وجوہ بھی تحریر فرمائے۔ ابتدا اس رسالہ کی بھی حسب دستور خطبہ عربیہ بلیغہ فصیحہ سے کیا ہے، جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

شکرا لك يا من بالتوسل اليه يغفر كثر الذنوب ÷ وحمدالك يا  
من بالتوكل عليه يجبر كسر القلوب ÷ اسئلك ان تصلي وتسلم  
وتبارك على سراج افقك ÷ وملجاء خلقك ÷ وافضل قائم بحقك ÷  
المبعوث بتيسيرك ورفقك ÷ رحمة للعلمين ÷ وشفيعا للمذنبين ÷  
وامانا للخائفين ÷ ويسرا للبائسين ÷ وبشري للآئسين ÷ محمد بن  
النبي الرؤف الرحيم ÷ الجواد الكريم ÷ العلي العليم ÷ الغني  
الحكيم الحلیم ÷ مصحح الحسنات ÷ مقيل العثرات ÷ قاضي  
الحاجات ÷ واهب المرادات الخ

حمد و نعت و منقبت و منقبت غوث پاک کے بعد مجھ سے فاضل کامل، جمیل  
الشمائل، جامع الفصائل مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدرسی حیدآبادی جمہدہ اللہ من  
اولی الابداری و حفظہ من شرف الاعادی نے صلاة غوثیہ مسکئی بہ صلاة

الاسرار شریف کی اجازت اپنے حسن ظن کی بنا پر مانگی۔ اگرچہ میں اس میدان کا اہل اور اس قابل نہ تھا۔ لیکن میں نے ان کی بات قبول کر لی، اور انھیں اجازت دی۔ جس طرح مجھے میرے شیخ و سردار میرے ہادی و مرشد تاج الکاملین، سراج الواصلین حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی نے، اور ان کو ان کے شیخ اجل وعم انجل، فرد العصر، قطب الدہر حضرت ابوالفضل شمس المملۃ والدین سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کو ان کے والد ماجد سید شاہ حمزہ عینی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسلسل کابرا عن کا بر سے حضرات مشائخ قادریہ سے اجازت عطا فرمائی۔ کہ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مصیبت میں میرا وسیلہ پکڑے، میں اس کی مصیبت دور کر دوں گا۔ اور جو کسی حاجت میں مجھ سے استغاثہ کرے، اس کی حاجت پوری کروں گا۔ اور جو شخص بعد نماز مغرب دو رکعت نماز پڑھے، اور بعد نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، اور اس میں میرا نام لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائے گا۔

ہمارے مشائخ کرام کے اس نماز کے متعلق دو طریقے ہیں۔ ایک صغریٰ، دوسرا کبریٰ۔ اور معمول و اسہل و اشمل طریقہ صغریٰ ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش آئے وہ نماز مغرب فرض و سنت پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل بیت صلاۃ الاسرار پڑھے۔ جس سے مقصود تقرب الی اللہ، اور اس کا ثواب ہدیہ کرنا روح پاک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہو۔ تجدید وضو کر لے تو بہتر ہے۔ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاۃ الحاجۃ میں تعلیم فرمایا۔ جب حضور کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے تھے۔ اور بہتر ہے کہ پہلے



کچھ صدقہ کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے نبوی کا یہ طریقہ بتایا۔ تو خداوند عالم سے مناجات تو اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اگرچہ اس سے حکم کا وجوب منسوخ ہے۔ تاہم استحباب میں اصلاً شک کی گنجائش نہیں۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد جو چاہے پڑھے۔ اور اگر گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، تو احسن ہے۔

جب سلام پھیرے، تو اس کی حمد کرے، اور اس کی تعریف کرے، جس کا وہ اہل مستحق ہے۔ اور بہتر حمد ماثور ہے۔ مثل اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه كما يحب ربنا ويرضى ملا السموات وملاء الارض وملا ما شئت من شئ بعد يا اية اللهم لك الحمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لا ينتهي له ودون مشيئتك ولك الحمد دائما لا يربد قائله الا رضاك ولك الحمد حمدا عند كل طرفة عين وتنفس كل نفس وغير ذلك۔

اور بہتر ہے کہ خاتمہ دعا ان لفظوں پر کرے۔ اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔

اور جسے یہ دعا یاد نہ ہو، تین مرتبہ الحمد للہ کہے۔ یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی بہ نیت حمد و ثنا پڑھے۔ اس لیے کہ اس سے بہتر حمد و ثنا نہیں ہو سکتی۔

پھر حضور اقدس ﷺ پر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اس لیے کہ کوئی دعا بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی۔ اور بہتر درود غوثیہ ہے، جو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مروی جس کے الفاظ کریم یہ ہیں۔ اللهم صل على (سیدنا و مولانا) محمد معدن

الحدود والكرم وآله وسلم اور فقير اس طرح پڑھتا ہے۔ اللھم صل علی سیدنا  
ومولانا محمد معدن الحدود والكرم وآله الكرام وابنه الکریم وامته الکریمہ یا  
اکرم الاکرمین وبارک وسلم۔

پھر دل سے مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو، اور گیارہ مرتبہ اس طرح کہے: یا  
رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی  
الحاجات

پھر گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے۔ اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ  
گیارہ قدم چلنا چاہئے، نہ اس طرح جس طرح بعض جہال لوگ زمین پر قدم  
جمائے رہتے ہیں، اور صرف تین چار انگل بڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ارشاد  
مبارک یخطون الیٰ جهة العراق احدی عشرة خطوة کی تعمیل نہیں ہوئی۔

اور ہر قدم پر کہے: یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی  
فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات

اس کے بعد بوسیلہ حضور اقدس ﷺ حضور پر نور غوث پاک ﷺ دعا  
کرے۔ اور دعا کے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھے، جو حصن حصین میں بیان  
ہوئے۔ اور حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب  
احسن الوعا لآداب الدعاء۔ اور میں نے اس کے ذیل المدعا لاحسن الوعا  
میں بیان کیا۔

اور چاہیے کہ دعا کی ابتدا میں تین مرتبہ یا ارحم الراحمین کہے۔ اس لیے کہ شخص  
ایسا کہتا ہے اسے ایک فرشتہ جو اس پر موکل ہے، پکارتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف  
متوجہ ہے۔ یعنی مانگ جو کچھ مانگنا ہے۔ اور یہ کہے: یا بدیع السموات والارض یا

ذالجلال والاكرام اس لیے کہ ایک قول پر یہ اسم اعظم ہے اور اسی طرح حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح: لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

اور تین مرتبہ آمین پر دعا کو ختم کرے، پھر درود شریف پڑھے۔ اور اخیر میں والحمد لله رب العالمین کہے۔ تاکہ ابتدا و انتہا دونوں حمد و صلاۃ سے ہو کہ درود شریف کے صدقہ میں دعا بھی قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ جو شخص کسی حاجت میں اس قاعدہ سے دعا کرے ضرور مقبول ہوگی۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب کی کرم سے امید ہے کہ مجھے بھی دعا میں ضرور یاد رکھیں گے ہرگز فراموش نہ فرمائیں گے۔

**لطیفہ نظیفہ:** مخفی نہ رہے کہ گیارہ کے عدد کو سرکارِ قادریت کے ساتھ

ایک خاص مناسبت ہے۔ میں ۱۳۰۲ھ میں حضور خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ کے عرس میں گیا ہوا تھا کہ ایک شب دہلی میں صلاۃ الاسرار پڑھنے کا اتفاق ہوا تو گیارہ کے عدد کا ایک راز خیال میں آیا۔ وہ یہ کہ گیارہ میں ایک اکائی ہے، اور ایک دہائی۔ جن کو حروف میں لکھا تو یا ہوگا، یا ای۔ اور پانچا کے لیے ہے، اور ای ایجاب کے لیے۔ تو جب سائلین و فقرا کہ کثیر ہیں، حضور غوث پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تو کثرت سے وحدت کی طرف آتے ہیں، تو یہ شان یا کی ہے کہ دہائی سے انتہا اکائی کی طرف ہوتی ہے۔ اور حضور پاک مقام وحدت میں ہیں، مگر کثرت مضطربین کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ اور وہ لوگ مقام کثرت سے مضطربانہ مقام وحدت میں آتے ہیں، جو ای کی شان ہے۔

اور ایک لطف ان دونوں حرفوں میں اور بھی ہے کہ '۱' اول حرف ہے اور 'ی' آخر حرف ہے، تو جو شخص 'ی' سے آگے ترقی کرے گا تو اس کے لیے کوئی مظہر سوائے '۱' کے نہیں۔ اور جو شخص '۱' سے تنزل کرے گا تو اس کے لیے 'ی' کے نیچے

کوئی منزل نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک ﷺ دونوں طرفوں کو غایۃ الغایات کے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ اسی لیے آپ کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا: الا نس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ والملئكة لهم مشائخ وانا شیخ الكل بینی وبين مشائخ الخلق كما بین السماء والارض لا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علی احدی یعنی انسان کے کچھ مشائخ ہیں، اور جن کے کچھ شیوخ ہیں، اور فرشتوں کے کچھ پیر ہیں۔ اور میں شیخ الكل ہوں۔ مجھ میں اور مشائخ خلق میں وہ فرق ہے جو آسمان و زمین میں ہے۔ مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو، اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

یہ رسالہ ۲۴ صفر روز جمعہ مبارک ۱۳۰۵ھ کو ختم ہوا۔ والحمد للہ

## (۶۱) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (۱۱)

وہابیت جیسا کہ مشہور ہے کہ عداوتِ خدا ورسول، واہانتِ انبیا واولیا کا نام ہے۔ جو مولوی اس وصف میں جس درجہ کامل ہوگا، وہابیوں میں (اسی درجہ) اعلیٰ شمار ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کا، شفیع المذنبین (ہونا) ایسا مخصوص و مشہور وصف ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، سید المرسلین مانتا ہے، وہ ضرور شفیع المذنبین بھی جانتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ شفاعت ایک وصف ایسا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا کا ظہور، شفاعت کہہ ائے حضور ہے، جس میں تمام اولین و آخرین آپ کے محتاج ہوں گے۔ سب ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہوں گے، ساری نگاہیں ان کو دیکھتی ہوں گی۔ و لصد و من قال ۔

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ میلاد مسکی بہ 'نگارستان لطافت' میں جس خوبی سے بیان فرمایا ہے، وہ انھیں کا حصہ ہے۔ ناظرین کے سامنے انھیں کے الفاظ کریمہ میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ انھیں ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ عرش خدا کی طرف یوں لے چلیں گے، جیسے بلا تشبیہ دو لہن کو دو لہا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ملائکہ ہفت آسمان، سواری کے گرد و پیش، کافہ انبیا و مرسلین ان کا منہ تکیں گے۔

اگلے پچھلوں میں ان کے مرتبہ کی دھوم پڑ جائے گی۔ موافق و مخالف انھیں کا دم بھرتے ہوں گے، بزم شفاعت کا انھیں دولہا بنائیں گے۔ گلو خلاصی سیہ کاران کا سہرا، انھیں کے سر رہے گا۔ سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے، اور خدا محمد کی رضا چاہے گا۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے۔ آفتاب جو پیٹھ کئے ہے، اس دن ادھر منہ کرے گا۔ اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے، اس دن سروں پر ہوگا۔ شدت تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی۔ سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا ہنگامہ نفسی گرم ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بادشاہ جلیل کوشان جلال پسند آئے گی۔ اس دن جو عزت انھیں بارگاہ احدیت میں دی جائے گی، اس کی قدر وہ جانیں، یا ان کا خدا۔ رحمن تبارک و تعالیٰ انھیں عرش کی دہنی طرف مقام بخشے گا۔ یا اپنے ساتھ تخت عزت پر بیٹھائے گا۔ اور وہ جلوس و مجلس سے پاک و منزہ ہے۔ آدم و عالم ان کے زین نشان ہوں گے۔ کنجیاں خزانہ رحمت و ایوان جنت کی انکے ہاتھ میں دیں گے۔ جسے چاہیں گے، عزت بخشیں گے۔ جسے چاہیں گے، کرامت دیں گے۔ اولین و آخرین ان کے قدموں میں لوٹتے ہوں گے۔ صفوف موقف میں ان کے عز و جاہ کی ایک دھوم پڑ جائے گی۔ اس کنارے سے اس کنارے تک غلغلہ محمد رسول اللہ سے آسمان گونجتے ہوں گے۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔ گوہر مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام، زرین کمر، خدمت اقدس میں دوڑتے ہوں گے۔ تمام کارکنان بارگاہ صمدیت، موکلان عذاب و ملائکہ رحمت، اشارہ ابرو پر چلیں گے۔ جہان و جہانیاں دم بخود و خاموش۔ بادہ تری الناس مسکاری و ما ہم بسکاری سے مدہوش۔ اور حضور تاج شفاعت بر سر، و حلہ کرامت دربر، مقام تقرب میں بار پا کر سجدہ فرمائیں گے۔ رب عزت بکمال

رحمت ان سے ارشاد فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسک قل تسمع و سل تعطہ  
 و اشفع تشفع ۱۰ اے محمد اپنا سر اٹھا اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں دیا  
 جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ اور امتیں غایت خوف و خطر سے  
 کس نازک حالت میں ہوں گی، اور ان کی امت مرحومہ کرم و رحمت کے دامن میں  
 چین کرے گی۔ غرض جو انھیں اس دن ملے گا، کسی کو ملا، نہ ملے۔ اھ

لیکن وہابی صاحبوں کے یہاں اس کی جو بے قدری ہے، وہ ان کی کتابوں  
 کے دیکھنے سے ظاہر۔ مسلمان کہلانے کی شرم ہے۔ اس لیے صاف کھلم کھلا  
 انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایسا توڑ مروڑ کر اس کو بیان کرتے، کتابوں میں لکھتے  
 ہیں کہ انکار ہی انکار ہے۔ ان کے معلم اول مولوی اسمعیل دہلوی ہیں۔ جنہوں  
 نے تقویۃ الایمان لکھی، اور گندے خیالات لوگوں میں پھیلائے۔ شفاعت  
 کے متعلق لکھا:

اس کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیاء اولیا کی شفاعت پر  
 بہت پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو  
 شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے سو سنا چاہئے کہ شفاعت کہتے  
 ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔

پھر اس کی تین قسمیں بیان کی۔ ایک شفاعت و جاہت اور اس کے متعلق  
 لکھا:-

سو اس قسم کی شفاعت اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو  
 کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام و شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی  
 جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھتا ہو، وہ اصلی مشرک ہے۔

دوسری قسم شفاعت محبت ٹھہرائی۔ اور پھر اس کے متعلق لکھا:۔

اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی

کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

تیسری قسم شفاعت بالا ذن قرار دیا۔ مگر اس کے وہ معنی گڑھے کہ شفاعت کا خالی

لفظ رہ گیا، حقیقت اڑ گئی۔ تاکہ انکار تو منہ بھر کر ہو اور جاہلوں کو کہنے کو ہو جائے کہ

ہم منکر نہیں۔ اس میں یہ قیدیں بڑھائیں۔

[۱] ہمیشہ کا وہ چور نہیں [۲] چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھہرایا نفس

کی شامت سے قصور ہو گیا [۳] سو اس پر شرمندہ ہے [۴] اور رات

دن ڈرتا ہے۔

مسلمانو! گنہ گار کی شفاعت میں کلام ہے۔ وہ جس سے نادرا ایک آدھ گناہ

ہو گیا، اور عمر بھر کے اعمال اچھے ہیں۔ پھر اس اتفاقی گناہ پر بھی شرمندہ، اور رات

دن ڈرتا ہے۔ اور نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ الندم توبۃ شرمندہ ہونا توبہ ہے۔ دوسری

حدیث میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له جس نے گناہ سے توبہ

کی وہ بے گناہ کے مثل ہے۔ ایسا شخص گنہ گار ہو گا یا اعلیٰ درجہ کے متقیوں میں شمار

ہو گا؟ اور شرمندہ ہی نہیں بلکہ رات دن ڈرتا ہے۔ اور بادشاہ کے امن کو سر آنکھوں

پر رکھ کر اپنے تئیں نقصیہ دار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ ایسا شخص عند اللہ

تائب، اور لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۖ دُوہری جنتوں کا سزاوار ہو گا۔

یا شفاعت و سفارش کا حاجت مند؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اتر و نہا

للمومنین المتقين لا ولكنها للمذنبين المتلوثين الخطائين کیا میر

شفاعت سترے مومنوں کے لیے خیال کرتے ہو نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں آلودہ روزگاروں



سخت خطا کاروں کے لیے ہے۔ دیکھو! جس کے لیے فرضی شفاعت کا شخص مقرر ہوا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے ضرورت نہیں اور جن کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت بتاتے ہیں یہیں صاف منکر ہوا کہ ان کے لیے نہیں۔ تو فرضی کے اقرار کا نام لیا، اور واقعی سے صاف انکار کیا۔

اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم میں بھی دو سوالات کا جواب عجیب طرح توڑ مروڑ کر دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اقرار کرنے کو دل نہیں چاہتا، اور انکار کرنے کی ہمت دلائل و احادیث کو دیکھتے ہوئے نہیں۔ ناچار توڑ مروڑ سے کام لیا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت حاضرہ قدس سرہ نے

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے  
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۷ پر سوال ہشتم یہ ہے:-

شفاعت کبریٰ کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدون اجازت و حکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ شفاعت کریں گے۔

اس کے جواب میں ص ۸ پر ہے:-

کوئی شفاعت بغیر ان کے نہیں ہو سکتی۔ من ذالذی یشفع عنده الا باذنه کون ہے ایسا جو شفاعت کر سکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالعجب والکبریاء کی بارگاہ میں کسی کو جرات زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہوو گی فقط۔

حالانکہ اگر رسول اللہ ﷺ سے دل صاف ہوتا، کسی قسم کا غبار نہ ہوتا تو اس

سوال کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں بہت صاف تھا۔ شفاعت کبریٰ کا تو سائل قائل ہی ہے۔ اسی طرح باقی شفاعت کے لیے بھی حضور کو اذن عطا ہو چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اعطیت الشفاعة تو آپ گنہ گاروں کی شفاعت اذن الہی ہی سے فرمائیں گے۔ ایسی صاف بات کو کس درجہ توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔ اسی طرح اسی حصہ سوم کے صفحہ ۱۰ پر سوال سوم ہے:-

ایک روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علما کو دیکھا کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے۔ مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی، اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے۔ ہم خلق رضائی من طلبہ ای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن رضائی تو کلہم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر؟ اور اس کے معنی کیا ہیں؟ اور معنی اس کے شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

اس کو جواب میں لکھا:-

اس کی سند و صحت بندہ کو معلوم نہیں اور جو اس کے معنی آیت "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ" کے لیے جائیں، تو معنی صحیح ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں بھی جواب بہت صاف اور واضح ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ہندوستان کے مشاہیر ائمہ محدثین سے ہیں۔ ان کا اس حدیث کو نقل کرنا ہی کافی ثبوت ہے جس طرح امام جلال الدین سیوطی نے منہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا میں حدیث طویل حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہ بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغک من فضیلتک عند اللہ تعالیٰ ان اقسام بحیاتک دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتک عنده ان اقسام بتراب قدمیک فقال لا اقسام بهذا البلد کی نسبت فرمایا: نقلہ صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ وکفی بذالك سندا لمثله فانه ليس ما يتعلق به الاحکام لیکن آپ نے جواب ایسے لفظوں میں دیا، جس سے یہ بے وقعت ہو جائے اور معتقدین یہ سمجھ لیں کہ جب اتنا بڑا محدث اپنی لاعلمی ظاہر کر رہا ہے، تو نہ اس کی سند ہے، اور نہ یہ حدیث ٹھیک ہے۔ اور معنی بھی اس کے جو بیان کیے، وہ بھی بطور یعنی اگر یہ معنی لیے جائیں، تو ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہاں جو، اور تو، اگر، مگر، کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور اس کے معنی بھی صحیح ہے۔ قرآن شریف میں اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ مگر غبار آلود دل سے یہ نہ ہو سکا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں چند آیات تورات شریف کی بحوالہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات علامہ فا کدہمة اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

**تذنیل:** بعض روایات میں ہے۔ حق عز جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ

افضل الصلاۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے: یا محمد انت نور نوری و سر

سری و کنوز ہدایتی و خزائن معرفتی جعلت فداک ملکی من العرش الی

ما تحت الارضین کلہم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز۔ اور میری ہدایت کی کان،

اور میری معرفت کے خزانے۔ میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک

سب تجھ پر قربان کر دیا۔ عالم میں جو کوئی ہے، سب میری رضا چاہتے ہیں، اور میں

تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد۔

اللہم رب محمد صل علی محمد اسئلك رضاك عن محمد

ورضا محمد عنک ان ترضی عنا محمدا وترضی عنا محمد آمین الہ

محمد وصل علی محمد وآل محمد وبارک وسلم

ان کلمات طیبات کو پڑھیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا دل وصف نبی دیکھ

کر باغ باغ ہو رہا ہے، اور ذوق شوق سے ہزار سرت و بہجت کے ساتھ اس

مضمون کو حوالہ قلم کرتا ہے۔ جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے، اور اس کے بھی

دل کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں۔ اور ایک ان کلمات و عبارات فتاویٰ رشیدیہ کو پڑھیے

کہ معلوم ہوتا کہ بیٹھے ہوئے دل سے لکھا ہے، جس میں وسعت قلب کا نام

نہیں، جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے۔

ع: افسردہ دل افسردہ کندا کھننے را

اعلیٰ حضرت نے مسئلہ شفاعت کے متعلق ایک مستقل رسالہ مسکنی بنام تاریخی اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین تحریر فرمایا ہے جس کو حسب عادت مستمرہ خطبہ فیصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا ہے۔

الحمد لله البصیر السميع ÷ والصلاة والسلام على البشير الشفيع ÷ وعلى آله وصحبه كل مساء وسطيع

سبحان اللہ! ایسے سوال سن کر کتنا تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان و مدعیان سنیت، اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت؟ یہ بھی قرب قیامت کی ایک علامت ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ احادیث شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں۔ بیسیوں صحابہ، صد ہا تابعین، ہزار ہا محدثین، ان کے راوی۔ حدیث کی ہر گونہ کتابیں، صحاح، سنن، مسانید، معاجم، جوامع، مصنفات، ان سے مالا مال۔ اہل سنت کا ہر تنفس یہاں تک کہ زنان و اطفال بلکہ وہ قانی جہاں بھی اس عقیدے سے آگاہ۔ خدا کا دیدار، محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک و خرف و مجد و کرم

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ سمع و طاعة لاحادیث الشفاعۃ میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع و تلخیص کی۔ یہاں نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت اور ان سے پہلے چند آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔

انہی حضرت نے اس تمبید کے بعد یہ پانچ آیتیں مع ترجمہ و فوائد تحریر فرمائی ہیں:-

**آیت اولیٰ:** عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿٥﴾ (سورہ بنی

اسرائیل، آیت ۷۹)

کسی نے پوچھا: مقام محمود کیا چیز ہے؟ فرمایا: هو الشفاعة۔

**آیت ثانیہ:** وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ (سورہ النعمیٰ، آیت ۵)

طبرانی معجم اوسط میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میں راضی ہوا۔

**آیت ثالثہ:** وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴿٥﴾ (سورہ

منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشو اور شفاعت کا ہے کا نام ہے؟۔

**آیت رابعہ:** وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَّهُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٥﴾ (سورہ نساء، آیت ۶۴)

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ گناہ کر کے اس نبی کی سکار میں حاضر ہو، اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔ محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا، تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

**آیت خامسہ:** وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوَّوْا

رُؤُوسَهُمْ ﴿٥﴾ (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں منافقوں کا حال ارشاد ہوا کہ وہ حضور کی شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے، وہ کل نہ پائیں گے۔ اور جو کل نہ پائیں گے، وہ کل نہ پائیں گے۔

اس کے بعد چالیس حدیثیں مع اسمائے صحابہ و راویان حدیث و اسمائے

محدثین جنہوں نے ان حدیثوں کو روایت کیا تحریر فرمایا ہے صرف ایک

حدیث نمونہ لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

**حدیث ۱۶:** بخاری، مسلم و نسائی حضرت جابر بن عبد اللہ — اور احمد بسند حسن — اور بخاری تاریخ میں — اور بزار اور طبرانی و بیہقی و ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن عباس — اور احمد بسند حسن — اور بزار بسند جید — و دارمی، وابن ابی شیبہ، و ابو یعلیٰ، و ابو نعیم، و بیہقی، حضرت ابو ذر — اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری — اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید — اور احمد باسناد حسن — اور ابن ابی شیبہ، و طبرانی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی، و اللفظ لجابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اعطیت مالم يعطین احد قبلی (الی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) و اعطیت الشفاعة۔

ان چھوٹی حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں: میں شفیع مقرر کر دیا گیا، اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی۔ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

اخیر حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شفاعتی یوم القیمة حق فمن لم یومن بہا لم یکن من اهلہا میری شفاعت روز قیامت حق ہے

جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے، اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت  
مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے۔

اللهم انك تعلم انك هدیت فامنا شفاعة حبیبك محمد صلی  
الله تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلنا من اهلها فی الدنيا والآخرة یا اهل  
التقوی واهل المغفرة واجعل اشرف صلواتك علی هذا الحیب  
المرتجی وعلی آله وصحبه دائما ابدا آمین یا ارحم الراحمین  
والحمد لله رب العالمین



(۴۸) النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد (۱۲)

سنی، حنفی، عام لوگوں کے خیال میں ایک ہیں۔ گویا جو سنی ہے، وہ حنفی بھی ہے۔ اور جو حنفی ہے، وہ سنی بھی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہے۔

سنی: وہ ہے جس کے عقائد مطابق اہل سنت و جماعت امام ابو منصور ماتریدی، یا امام ابوالحسن اشعری ہوں۔ اگرچہ فروع میں حنفی ہو، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی۔

حنفی وہ ہے جو فروع میں مقلد امام الائمہ امام اعظم کا ہو۔ عام ازیں کہ عقیدۂ سنی ہو، یا معتزلی، وہابی۔

تو نہ سب سنی حنفی ہیں، اور نہ سب حنفی سنی۔ بلکہ ان میں ایک مادہ اجتماع کا ہے۔ یعنی سنی حنفی دونوں ہے، جس کے اعتقادات مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ امام اعظم کے مقلد ہوں۔ اور دو مادہ افتراق کا ہے۔ سنی ہو، حنفی نہیں۔ جیسے شوافع مالکیہ، وحنابلہ، جن کے عقائد درست مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ کا مقلد نہیں۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ سے کسی ایک کے پیرو ہوں۔ حنفی ہوں۔ سنی نہیں یعنی فروع میں امام الائمہ کا مقلد ہو مگر اعتقاداً سنی نہیں۔ بلکہ معتزلی ہو۔ جیسے جار اللہ زنجیری، یا وہابی ہو۔ جیسے دیوبندی حضرات کہ عملاً حنفی ہیں، اور اعتقاداً محمد بن عبدالوہاب کے پیرو، اور اس کے عقائد کی تحسین و تعریف کرنے والے۔

اسی طرح عام لوگ وہابی اور غیر مقلد کو بھی ایک ہی خیال کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ دونوں بھی ایک نہیں، بلکہ ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

وہابی: وہ ہے جس کے اعتقادات کفریہ و تکیہ مطابق محمد بن عبد الوہاب نجدی ہوں، اور فروع میں بھی آوارہ گرد، کسی امام کا مقلد نہ ہو۔ اور جو صرف اعتقادات میں ہم خیال نجدی کا ہو، مگر مصلحہ یا واقعہ کسی امام کا مقلد ہو تو وہ وہابی ہوگا، غیر مقلد نہیں۔ تو جو غیر مقلد ہے، وہابی ضرور ہے۔ جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ اور جو وہابی ہے، کچھ ضرور نہیں کہ غیر مقلد ہو۔ جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی و سائر علمائے دیوبند۔ کہ ان کے عقائد شرکیہ و کفریہ بالکل وہابیہ ہی کے ہیں۔ سرموتفاوت نہیں۔ البتہ فروع میں واقعہ امام ابوحنیفہ۔ صہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، یا مصلحہ آمین بالجہد و رفع یدین نہیں کرتے۔ ورنہ الہیات، نبوات، معاد سب میں دونوں بالکل طابو النعل بالنعل ہیں۔

بہر حال غیر مقلدین کے عقائد تو عالم آشکارا ہیں۔ لیکن فروع میں آوارہ گردی اور بے راہ روی کی وجہ سے ان کے مسائل جزئیہ فرعیہ ایک تماشا ہیں۔ اسی لیے عام مسلمان ان کے پیچھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے احتراز کرتے رہے، اور اس کے متعلق علمائے اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند سے لوگ فتویٰ پوچھتے رہے۔ علمائے دیوبند تو عینی بھائی نہ سہی، علانی یا اخیانی بھائی یقینی تھے۔ کس منہ سے نماز ناجائز یا مکروہ بتاتے کہ سوائے تقلید سب علتیں ان میں خود ہی موجود تھیں۔ لہذا آپس کی لڑائی دودھ کی ملائی، والی مثال کے مطابق فتویٰ دیا۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۷۷ سوال اور جواب ملاحظہ ہو:-

دہابی کون لوگ ہیں اور عبد الوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنیوں حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

**الجواب:** محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو دہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

اور اس سے پہلے صفحہ پر گیارہواں سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہیں آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

**الجواب:** کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحديث ہے اگر چہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۵ پر ساتواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

**سوال:** غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

**الجواب:** مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدوں کو شرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث ہی کے عامل ہیں مقلد ہوں یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ان تینوں فتووں سے اس قدر باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔

(۲) ان کے عقائد عمدہ تھے۔

(۳) مذہب ان کا حنبلی تھا۔

(۴) ان کے مزاج میں شدت تھی۔

(۵) محمد بن عبدالوہاب اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔

(۶) ان میں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔

(۷) عقائد سب کے متحد ہیں۔

(۸) اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

(۹) غیر مقلدین کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہیں۔

(۱۰) ایسا خیال تعصب ہے اور وہ اچھا نہیں۔

(۱۱) غیر مقلدین حدیث پر نفسانیت سے عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) غیر مقلدین مجتہدین کو برا کہتے ہیں۔

(۱۳) تقلید کو شرک بتاتے ہیں۔

(۱۴) مسلمان مقلدوں کو شرک جانتے ہیں۔

(۱۵) نفسانیت سے عمل (حدیث پر) کرتے ہیں۔

(۱۶) مقلد اور غیر مقلد دونوں، حدیث پر عمل کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا قابل ملاحظہ یہ ہے کہ یہاں محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کو سراہا

کہ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور صفحہ ۶۲ پر اٹھائیسویں سوال کے جواب میں لکھتے

ہیں:-

و مفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے۔

اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ تقلید شخصی کو مامور و مفروض من اللہ تعالیٰ مانتے ہیں۔ اور پہلے لکھ چکے ہیں کہ غیر مقلدین تقلید کو شرک بتاتے ہیں، اور مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔ یہ نہ صرف فرضیت کا انکار، بلکہ الٹا اس کو شرک بتانا ہے۔ یہ جواب ہے۔ جیسے کوئی شخص معاذ اللہ نماز نہ پڑھے، بلکہ لوگوں کو اس سے روکے، اور نہ صرف معمولی درجہ کا گناہ صغیرہ یا کبیرہ ہی بتائے، بلکہ ایک دم شرک تک پہنچائے۔ تو مسلمان خود ہی غور کریں کہ اس کا حکم کیا ہوگا۔

مگر برادرانِ اخیانی کی محبت دیکھیے کہ فرض و مامور من اللہ کے نہ صرف منکر بلکہ اسے شرک بتانے والوں کو ہلکا سا لفظ لکھتے ہیں۔ 'جاہل گمراہ ہے'

بہر کیف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جاہل، گمراہ ہیں۔ اور پہلے فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے مقتدی (یعنی وہابیہ غیر مقلدین) اچھے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ متعارض و متناقض جواب فتاویٰ رشیدیہ کے انہیں خصوصیات سے ہے ملاحظہ ہو۔ حصہ اول ص ۱۸ کسی نے مولوی اسماعیل کو کافر و مردود کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، اور ان کے ساتھ کفار سا معاملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ جواب میں لکھا:۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سا کرنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجسبیں کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے

کفر سے بھی ائمہ نے تماشی کی تو مولوی اسمعیل کی تکفیر سے بالطریق  
اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ فقط۔

اس کے بعد اسی حصہ کا ص ۴۳ ملاحظہ فرمائیے۔ وہاں ج احمد مراد آبادی نے  
تقویۃ الایمان کا حال دریافت کیا تھا۔ اور اس کے مؤلف کو برا اور کافر کہنے  
والے کا حکم پوچھا تھا، تو جواب میں فرماتے ہیں:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت  
و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مظہر پورا اس میں ہے  
اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحاق دہلوی ولی کامل  
، محدث، فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ سے تھے، جو کوئی ان دونوں کو کافریا  
بد جانتا ہے وہ خود شیطان و ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہاں ان دونوں کو حضراتِ ستیخین و صحابہ و حضرت علیؓ سے بڑھا دیا کہ  
روافض و خوارج کو کافر نہ کہا جائے اور کافر کہنے والے شیطان ملعون حق تعالیٰ کا  
ہے۔

پھر تقویۃ الایمان کی تعریف میں مبالغہ کی بھی حد ہوگئی۔ یہ نثر میں شاعری  
گنگوہی صاحب ہی کا حصہ ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱۵ پر مرزا حفیظ اللہ بیگ مراد آبادی کے سوال کے  
جواب میں لکھا:۔

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے رد شرک و بدعت میں  
لا جواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں  
اور اس رکھنا اور پڑھنا اولیٰ کرنا عین اسلام ہے۔

حد ہوگئی۔ قرآن شریف رکھنے کو عین اسلام قرار دے دیا۔ حالانکہ آج کل

کتنے ہندو تاجر کتب ہیں، جن کے یہاں قرآن شریف کی نہ ایک دو جلد بلکہ سیکڑوں ہزاروں جلدیں ہوں گی۔ مگر کسی نے ان کو مسلمان نہ رکھا۔ اور لطف یہ کہ اس کا رکھنا اسلام کی دلیل، یا اسلام کی بات نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔ ہر پڑھا لکھا آدمی عین شی کا حکم جانتا ہے کہ وجوداً اور عدماً ہر طرح اس کا اثر دائر ہوتا ہے۔ یعنی جس کے گھر میں تقویۃ الایمان ہو وہ مسلمان ہے، اس لیے کہ عین اسلام اس کے یہاں ہے۔ اور جس کے یہاں تقویۃ الایمان نہیں، چونکہ عین اسلام اس کے گھر نہیں، اس لیے وہ مسلمان نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۹ پر عبد العظیم خان مین پوری کا چار سوال درج ہے۔ چوتھا سوال یہ ہے۔

وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے؟ مردود ہے، یا مقبول۔ اور عقائد ان مذہب والوں کے مطابق سنت و جماعت ہیں یا مخالف؟ کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

گویا اس چوتھے سوال میں بھی سائل نے چار باتیں دریافت کی تھیں۔ اس کا جواب لکھا:-

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی تابع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں۔

چلیے چاروں کا جواب ہو گیا۔ اب یہ تو کوئی شخص کہہ ہی نہیں سکتا کہ بزعم خود گنگوہی صاحب اور ان کے متبعین تابع سنت اور دین دار نہیں ہیں۔ لہذا اس کے معنی یہی ہوئے کہ یہ سب لوگ وہابی ہیں۔ اور حصہ اول میں بتا چکے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے متبعین کو وہابی کہتے ہیں۔ تو یہ سب لوگ متبعین محمد بن عبد الوہاب ہیں۔

اب ذرا فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم کی سیر کیجیے، تو عشق کا پارہ کچھ اور چڑھا ہوا نظر آئے گا۔ صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں:-

مولوی اسمعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے... سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا۔ اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے... بہر حال یہ لوگ مولوی اسمعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

تعارض و تناقض کی حد ہوگئی، مگر بات وہی ہے کہ بارہ بجے کے قبل جو جواب لکھا عقل کے مطابق نقل کے موافق لکھا کہ مولوی اسمعیل کو جو لوگ کافر کہتے ہیں تاویل کہتے ہیں لہذا ان لوگوں کو کافر کہنا نہ چاہئے جیسا کہ رد افض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے ائمہ نے تماشائی کی تو مولوی اسمعیل کے تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ (حصہ اول صفحہ ۱۹) اور بارہ بجے کے بعد جو جواب دیا وہ بالکل خلاف عقل و نقل ہے۔ جو کوئی ان کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے (ص ۴۳) اور تیسرے حصہ میں اس خدا و رسول کی توہین کرنے والے، مسلمانوں کا خون مباح جاننے والے، پٹھانوں کے ہاتھ اپنے مستقر کو پہنچنے والے کو، شہید اور قطعی جنتی بتایا۔ اور طعن کرنے والے کو ملعون لکھا۔ ملاحظہ ہو حصہ سوم صفحہ ۴۹۔

گویا زبان و قلم پر شریعت کی مہر نہیں کہ کہیں تو شریعت کے مطابق،



جو لکھیں شریعت کے موافق، بلکہ پورا اپنا قبضہ تسلط۔ جس کو جو چاہا، لکھا۔ اور جب جیسا چاہا، ویسا لکھا۔ کرم پر آگئے، تو حضراتِ ستخین و صحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہنے والے کو بھی کافر نہ جانا۔ اور اس سے احتیاط کیا، اور گرم ہو گئے، تو مولفین صحاح ستہ کو برا کہنے والے کو نہ فاسق گنہ گار بلکہ کافر و مرتد ملعون حق تعالیٰ کا لکھ دیا۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۸ پر مولوی محمد روشن خان مراد آبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:-

رافضی کے کفر میں خلاف ہے بعض علما کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے۔ اور عکس اس کے ناجائز۔ اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔ مگر جوان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔ مگر ترک ہر حال اولیٰ ہے۔ فقط۔

نیز اسی حصہ کا ص ۱۲ ملاحظہ ہو سوال تھا کہ:

زید کہتا ہے کہ کتب و فقہ یا دوسری کتب حدیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں۔ ان کے بتانے والے اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت و جماعت کی ہیں آیا زید حق پر ہے یا عمرو؟ اس کا جواب لکھا:-

صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے جمع کرنے

والے صحابہ اور بعد کو علما و عالمین و مقبولین رہے اور بالاتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق و مرتد بلکہ کافر و ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہ تو غیر مقلدین کے متعلق گنگوہی صاحب کی تحقیقات دقیقہ و تدقیقات انیقہ تھیں۔

اب آئیے! اعلیٰ حضرت نے مولوی فضل الرحمن صاحب امام مسجد فیروز پور پنجاب کے ایک سوال دربارہ غیر مقلدین جو اولیائے کرام کی توہین کرتے، فقہی مسائل کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواب دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ رسالہ کتابی سائز کے ۵۲ صفحے پر چھپا ہے۔ اس کا تاجخی نام النہی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد ہے۔ اس رسالہ کو بھی اعلیٰ حضرت نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق نہایت بلیغ و فصیح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

الحمد لله الذي هدانا السنن ÷ ووقانا المحن ÷ وجعل فينا كل  
امام حسن ÷ به يتاسى وعليه يوتمن ÷ واغنانا ان نقتدى باهل  
الفتن ÷ والصلاة الحنانه والسلام الاحن ÷ على الامام الامين  
الامان الامن ÷ محمد مربي الروح والبدن ÷ وآله وصحبه في السر  
والعلن ÷ الائمة المجتهدين مصابيح الزمن ÷ كاشفي ماخفي  
مظهري ما بطن ÷ الثقات السراة هداة السنن ÷ السقاة الفراة من  
فراة السنن ÷ وعلينا بهم يا عظيم المنن ، واشهدان لاله الا الله

وحدہ لاشریک له واشهد ان محمدا عبده رسوله صلى الله تعالى عليه ربه وسلم

اس کے بعد تمہید و نقل عبارت سوال کر کے گیارہ آیتیں، اور چودہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔ جس سے علم باطن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (جن میں سے چند یہ ہیں۔)

آیہ کریمہ: **وَآتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝**  
 وَايَةُ كَرِيمَةٍ: **إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ۝**  
 وَايَةُ كَرِيمَةٍ: **وَمَا فَعَلْتُهُ مِنْ أَمْرِي ذَالِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِيعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝**

وحدیث بخاری: فاذا احببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده الذي يبطش بها ورجله الذي يمشي بها الى قوله تعالى ما ترددت عن شيء انا فاعله ترددي عن قبض نفس المومن يكره الموت وانا اكره مسائه ۝

وحدیث طبرانی: انزل القرآن على سبعة احرف لكل حرف منها ظهر وبطن وبكل حرف حد ولكل حد مطلع وعائين فاما احدهما فبششته فيكم واما الآخر فلو بششته قطع هذا البلعوم۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

وغیر ذالک آیات واحادیث۔ سمجھ وال کے لیے علم باطن اور اس کے رجال ومضائق مجال، وحقائق اقوال، وحقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَالَهُ مِنْ نُورٍ ۝

اس کے بعد مقدمہ میں غیر مقلدین کی بدعت پر کلام اجمالی فرمایا ہے:-

یامعشر المسلمین! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بے چارے عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں۔ ائمہ ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں۔ سچے مسلمان کو کافر و مشرک بنائیں۔ قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر، بے گاہ چل کر، حرام خدا کو حلال کر دیں، حلال خدا کو حرام کہیں۔ ان کا بدعتی، بد مذہب، گمراہ، بے ادب، ضال، مضل، غوی، مبطل ہونا نہایت جلی و اظہر۔ بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشر و اضر و اشنع و افجر کمالاً تکھی علی ذی بصر۔

صحیح بخاری شریف میں تعلیقات اور شرح السنہ امام بغوی و تہذیب اللہ امام طبری میں موصولاً وارد کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں، اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔ بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیت کریمہ: اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۝ ط کہ کفار اہل کتاب اور ان کے عمائد و ارباب میں اتری۔ ہمیشہ یہ بے باک لوگ اہل سنت و ائمہ اہل سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں، کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں، انھیں امت محفوظہ مرحومہ کے علما پر ڈھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین کو

ان کی خباثت سے پاک کرے، آمین۔

اصل اس گروہ ناحق پڑوہ کی نجد سے نکلی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور پر نور سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی: الہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں۔ الہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی: اور ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عرض کی: یا رسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں، اور وہیں سے نکلے گی سینگ شیطان کی۔ اس خبر صادق مخبر صادق ﷺ کے مطابق عبد الوہاب نجدی کے پسرواتباع نے بحکم آنکدہ ع: اگر پدرنہ تو اند پسر تمام کند

تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا۔ اور تا کردنی کاموں، تا گفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ و فتنہ کا اٹھانہ رکھا۔ حاصل ان کے عقائد زائفہ کا یہ تھا کہ:

عالم میں وہی مشیت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام موہین معاذ اللہ  
مشرک۔

اسی بنا پر انہوں نے حرم خدا و حرم مصطفیٰ علیہ افضل الصلوة والتنا کو عیاذ باللہ دار الحرب، اور وہاں کے سکان کرام ہم سائیکان خدا و رسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر و مشرک ٹھہرایا۔ اور بنام جہاد خروج کر کے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطننت کبریٰ کا پرچم اڑایا۔

علامہ شامی حاشیہ در مختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاة میں زیر بیان

خوارج فرماتے ہیں: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں، جیسا ہمارے زمانہ میں پیروان عبد الوہاب سے واقع ہوا۔ جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا۔ اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے، مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور جو ان کے مذہب پر نہیں، وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہل سنت و علمائے اہل سنت کا قتل مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی، اور ان کے شہر ویران کیے، اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود، اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی۔ آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے۔ بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا، وہی رنگ و آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم ان الذین فرقوا دینہم و کانوا شیعاً خود متفرق ہو گیا۔ ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے

ع: قدم عشق پیشتر بہتر

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا۔

چلیے آپس میں چل گئی، وہ انھیں گمراہ، اور یہ انھیں مشرک کہنے لگے۔ مگر مخالفت اہل سنت و عداوت اہل حق میں پھر ملے واحدہ رہے۔ ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی۔ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام۔ ان کے امام و بانی و ثانی کو شک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک بنانے

کو حدیث صحیح مسلم لا ینهب اللیل والنهار حتیٰ یعبد اللات والعزى  
[الى قوله] یبعث الله ریحاً طیبه فتوفى من كان فى قلبه مثقال حبه  
من خردل من ایمان فببقی من لاخیر فیہ فیرجعون الى دین  
ابائهم نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جمادی۔ اور اس حدیث کو نقل کر کے  
صاف لکھ دیا۔

سو پیغمبر اسلام کے فرمانے کے مطابق ہوا۔

انا لله وانا الیه راجعون ۵ ہوش مند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی  
زمانہ ہے، جس کی خبر حدیث میں دی ہے۔ تو واجب ہوا کہ روئے زمین  
پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو۔ بھلے مانس! اب تو اور تیرے ساتھی کدھرنج کر  
جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردہ سے الگ کہیں بستا ہے؟ تم سب بھی  
انہیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہوئے، جن کے دل میں رائی کے دانے برابر  
بھی ایمان کا نام نہیں، اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف  
ہیں۔

سچ فرمایا خیر البریہ رضی اللہ عنہ نے: آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن، سفیہ  
العقلائیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے۔ اسلام سے  
نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے گلوں سے نیچے  
نہ اترے گا، اضرہ النبیان عن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

واقعی یہ لوگ ان پرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں۔ وہی مسئلے، وہی  
دعوے، وہی انداز، وہی وتیرے۔۔۔ خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر  
متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابند شرع جانتے۔ پھر بات بات پر عمل

بالقرآن کا دعویٰ۔ عجیب دام در سبزہ تھا۔ اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک۔۔۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں۔ آپ مؤحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بدوین، آپ عامل بالقرآن والحدیث، اور سب چناں وچنیں بزعم خبیث۔ پھر ان کے اکثر مکلفین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہل سنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے آگے فقیر جانو گے، اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے، اور اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابل۔ مگر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے، گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ رواہ الشیخان عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر شان خدا کہ ان کی مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار، بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے۔ حدیث میں ہے: عرض کی گئی یا رسول اللہ! ان کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا: سر منڈانا۔ یعنی ان کے اکثر سر منڈے ہوں گے۔ رواہ البخاری بعض حدیث میں ان کا پتہ بتایا: گھٹنی ازار والے۔

بالجملہ یہ خوارج حضرات نہروان کے پس ماندے، بلکہ علو و بے باکی میں ان سے بھی آگے ہیں۔ یہ انھیں بھی نہ سوجھی کہ شرک و کفر تمام مسلمین کا دعویٰ اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا ع: طرفہ شاگردے کہ می گوید سبق استادرا

مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کا حسن انتقام لائق عبرت ہے۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ حدیث



سے سند لائے تھے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے اور ہوا یہ کہ خود اپنے کافر مشرک ہونے کا اقرار کر لیا۔ کہ جب وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں، تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے۔ فقہی الرجل علی نفسہ اقرار مرد آزار مرد۔ المرء مواخذ باقرارہ مدہوش بے چارہ، خود کردہ راعلا جے نیست میں گرفتار ہوا۔

مسلمانوں کو خدا کی امان ہے۔ ان کے لیے ان کے سچے نبی ﷺ سے سچی بشارت آئی کہ یہ امت مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ پھر اہل عرب کے لیے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے۔ امام احمد کی حدیث میں ہے: بے شک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش ہو۔ امام احمد اور ابن ماجہ کی حدیث میں عام مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوا: خبردار ہو! بے شک وہ نہ سورج کو پوجیں گے، اور نہ چاند کو، نہ پتھر کو، نہ بت کو۔ ہاں! یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے۔

پھر خطبہ مبارک کہ میں حجاز یعنی حرمین طہین اور ان کے مضافات کے لیے اس سے اجل و عظیم بشارت آئی۔

جامع ترمذی شریف میں ہے: بے شک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی باہنی (بل) کی طرف۔ اور بے شک دین حرمین طہین کو اپنا مسکن و ماسن بنائے گا۔ جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔ پھر مدینہ طیبہ کا کہنا ہی کیا ہے؟ کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر بلجا و مناص ہے۔ اس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا: بے شک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا، جیسے سانپ اپنی باہنی

کی طرف۔ رواہ الامام احمد والسیبغان عن ابی نصرہ رضی اللہ عنہ۔۔۔  
انصاف کیجیے! تو صرف یہی حدیثیں، اور ان کی امثال ان سفہا کے ابطال  
مذہب میں کافی و وافی و برہان شافی۔ کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ،  
واہل مکہ، واہل حجاز، واہل عرب، واہل تمام بلاد و امصار دارالاسلام، سب کے  
سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں۔ اور مسلمان صرفی یہی ہند کے چند بے لجام  
کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار، بقیۃ السیف۔ انا للہ وانا الیہ  
راجعون۔

جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلعہ قمع ہوا، اس پر سن چلے کہ ۱۲۳۳ھ  
تھا۔ اسی سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتویٰ دیا۔ امام الطائفہ نے  
ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

ہندوستان دریں جزء زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار دو صدوی سوم  
ست۔ اکثرش دارالحرب گردیدہ۔

مگر زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی۔ ناچار  
زبان قلم، قلم زبان سے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تکفیر مسلمین اصل مذہب  
ہے۔ کفر و شرک تو پہلا لقب ہے۔ ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی  
ہیں: کہ اہل سنت کفار حربی ہیں، ان کے خون و مال مباح و حلال۔ بلکہ اس سے  
زیادہ شیطانی اقوال۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

اس مقدمہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے جواب سوال ان لفظوں میں دیا ہے:-

بلاشبہ غیر مقلد کے پیچھے نماز کبروہ و ممنوع، و لازم الاحتراز۔ انھیں  
باختیار خود امام کرنا، تو ہرگز کسی سنی محبت سنت و کارہ بدعت کا کام نہیں۔

اور جہاں وہ امام ہوں، اومنع پر قدرت نہ ہو، سنی کو چاہیے، دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے۔ حتیٰ کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔

امام محقق ابن الہمام فتوہ القدير میں فرماتے ہیں: يكره في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر على قول محمد المفتي به لانه بسبيل الى التحول اور اگر بجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی، یا پڑھنے کے بعد حال کھلا، تو نماز پھیر لے، اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔ اگرچہ مدت گذر چکی ہو۔ کسافی رد المحتار

اتنی حضرت نے اس قسم کو پانچ دلیلوں سے رو تن فرمایا ہے:-

[دلیل اول] یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے۔ اور علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں: اے گروہین! تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے۔ اور اس کا چھوڑ دینا، اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا، سنیوں کی مخالفت میں ہے۔ اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس و اجتہاد کا منکر تھا جنہیں 'ظاہریہ' کہتے ہیں، جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:-

داود ظاہری و متابعا نش را از اہل سنت شمرون در چہ مرتبہ از جہل

و سفاہت ستاھ۔

مگر وہ بے چارے بایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے۔ (مگر پھر بھی) بہ تصریح شاہ صاحب انھیں سنی جاننا سخت جہالت و حماقت ہے، تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں ان سے ہزار قدم آگے (ہیں) کیوں کر ممکن کہ بدعتی و گمراہ نہ ٹھہریں؟۔

اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہہ ————— تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ یعنی حرام کے مقارب، گناہ کی جالب، اعادہ نماز کی موجب۔

علا فرماتے ہیں: نماز عظیم فرائض دین ہے، اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب۔ اور امامت میں اس کی توقیر و تعظیم مقصود شرع سے بالکل مجانب۔ حدیث میں ہے: من قر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام ہ جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی — دوسری حدیث میں ہے: اهل البدع شر الخلق والخلق ہ بدعتی لوگ تمام جہاں سے بدتر ہیں — نیز بدعتی مبغوض خدا ہے، اور مبغوض خدا سے نفرت و دوری واجب۔ ولہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

ابن ماجہ شریف میں ہے: ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے، مگر یہ کہ وہ اس کو بزور سلطنت مجبور کر دے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو۔

علامہ ابراہیم حلبی نے شرح صغیری منیہ میں تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہہ تحریمی ہے۔ اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں۔

[دلیل دوم] غیر مقلدین بد مذہب کے علاوہ فاسق معلسن بے باک مجاہر بھی ہیں۔ اور فاسق معہک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ امداد الفتاح میں ہے: کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة سيدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: تبع فيه الزيلعي ومفاد كون الكراهة في الفاسق تحريمية یعنی امامت فاسق عالم کی مکروہ ہے اس لیے کہ اسے دین کا اہتمام نہیں تو اس کی شرعاً اہانت واجب ہے تو امامت کے لیے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے گی۔ اس مسئلہ میں زیلعی کا مصنف نے اتباع کیا اور کراہت کا مفاد فاسق میں تحریمی ہے۔

رہا یہ کہ غیر مقلدین فاسق مجاہر کیوں کر ہیں؟ یہ خود واضح و بین۔ کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصغر عموماً دو امانتہ شریعت و علمائے ملت و اولیائے امت کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں۔ اور عام مسلمانوں کی سب و شتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے۔ جس نے جانا، اس نے جانا۔ اور جس نے نہ جانا، وہ اب جانے۔ ان کے رسائل دیکھے۔ باتیں سنے۔ خصوصاً اس وقت کے لچھے خدانہ سنوائے، جب یہ باہم تنہا ہوتے ہیں۔ اور اذا خلوا کا وقت پا کر یہ آپس میں کھلتے ہیں۔ (توان میں کئی طرح کے فسق ہیں۔)

(فسق اول): سب و دشنام اہل اسلام۔

حدیث مشہور میں ہے: سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق

ہے۔ اخرجہ الامام احمد و البخاری و مسلم و غیرہم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(فسق دوم): طعن علماء۔

طبرانی کبیر میں بسند حسن ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے راوی: تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا، مگر منافق۔ ایک وہ کہ جسے اسلام میں بڑھا پا آیا۔ دوسرا ذی علم۔ تیسرا امام عادل۔ مسند الفردوس میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے، ہلاک ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فسق سوم): عداوت عامہ اہل عرب و حجاز۔

انہیں جو تعصب ان کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں۔ قد بدت البغضاء من افواہہم و ماتخفی صدورہم اکبر اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاویٰ ان کی تھلیل و تذلیل میں آتا، اور بکرات و مرات، ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پاتا ہے۔ غرض کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز سے سخت بغض و عداوت ہے۔ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے۔

(فسق چہارم): پھر یہ عداوت منجر بہ سب و شتم ہوتی ہے۔ کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے، اور اپنے دام بچھانے چاہے۔ حال کھلتے ہی تعزیر پا کر نکالے گئے۔ جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا۔ بیہقی تعصب الایمان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی: من سب العرب فاولئك هم المشركون جو اہل عرب کو

سب و شتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

(فسق پنجم): مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے، اسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشی نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا، جیسے نمک پانی میں۔ اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ؟ ان سے کہیے تَعَالَوْا اِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۝ ہم اور تم سب مل کر مہریں کر دیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرین طیبین کا ہے، فریقین کو مقبول ہوگا۔ اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں فہما۔ ورنہ جان لیں کہ یہ قطعاً اہل حرین کے مخالف مذہب، اور سنیان ہندو وغیرہ کے مثل، ان پاک مبارک شہروں کے علما کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ بددین جانتے ہیں۔ پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنی؟۔

(فسق ششم): عداوت اولیائے کرام قدست اسرار ہم۔ جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب، محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ:

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ اھ

چوڑھے چمار۔۔۔ اور۔۔۔ ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے۔ خود سید  
انجوبین ﷺ کی نسبت صاف لکھ دیا کہ:  
وہ بھی مرکڑی میں مل گئے۔

سبحان اللہ! سید عالم ﷺ تو ارشاد فرمائیں: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اضرہ ابو داؤد، والنسائی، وابن ماجہ عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور ایک سفیہ مغرور، محبان خدا سے نفور، خود حضور پر نور ﷺ کی نسبت ناپاک الفاظ کہے۔ اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا۔ اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بو تھی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم ﷺ پر افترا کیا۔ حضور پر افترا خدا پر افترا ہے۔ اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا۔

جب خود حضور اقدس ﷺ کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں، تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے۔ حضرت عزت حق جل جلالہ فرماتا ہے: من عاد لی ولیا فقد اذنتہ للحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اس سے لڑائی کا۔ اضرہ الامام البخاری عن ابی نصریة عن النبی ﷺ عن ربہ عز وجل۔

(فسق ہفتم): ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی، باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے۔ اور حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جب تو کسی کو یوں کہتے سنے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اضرہ الامام احمد والبخاری فی الادب و مسلم و ابو داؤد عن ابی نصریة رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقت یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چین و چناں



کہتے ہیں، خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں۔ منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر۔ والحمد لله رب العالمین۔

[دلیل سوم]: اس کی تقریر میں اولاً یہ سنئے کہ ان حضرات کے فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انہوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے ہیں، کیا کیا ہیں؟ اور وہ علی الاطلاق مذاہب اربعہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں؟ محسبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوایں جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں میں یہاں اسی کے چند کلمات بطور اتقاظ لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

**مسئلہ ۱:-** طریقہ مصدبہ ترجمہ در رہیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی میں ہے۔

پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔

اس مسئلہ کا مطلب یہ ہوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجیے، نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں۔

**مسئلہ ۲:-** فتح المفیت صفحہ ۵ اور طریقہ مصدبہ کے صفحہ ۷ میں

ہے۔

نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق۔ مگر موت لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب کتے کا، اور لینڈ بھی، اور خون بھی حیض و نفاس کا، اور گوشت

ہے سوڑکا، اور جو اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے۔ اور اصل اشیا میں پاکی ہے، اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔

یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کر دیا۔ باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا، جب تک نقل صحیح غیر معارض نہ ہو۔ تو مرغی کی بیٹ یا سور کا موت یا کتے کی منی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کے نزدیک پاک ہوئیں۔ اور ان چیزوں کے کپڑے یا بدن پر لگنے سے ان کے نزدیک نماز میں خرابی نہ ہوگی۔

**مسئلہ ۳:-** نواب صاحب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۳ میں

ارشاد فرماتے ہیں:-

شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے۔ اھ مترجم۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتا

یوں کہتا

چھوٹا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے

قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

**مسئلہ ۴:-** نواب صاحب اپنے صاحب زادے کے نام سے

نہجہ المقبول من شرائع الرسول صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:-

شستن منی از برائے استقدار بودہ است نہ بنا برنجاست خمر و دیگر

مسکرات دلیلی کہ صالح تمسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ

چیز ہا طہارت ست و در نجاست لحم خود خلاف ست و دم مسفوح حرام  
ست و نجس اہ ملخصاً۔

**مسئلہ ۵:-** اسی فتح المغین کے ص ۶ پر ہے۔

کافی ہے مسح کرنا پگڑیوں پر۔

یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگر چہ  
قرآن عظیم فرمایا کرے **وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ** اپنے سروں کا مسح کرو۔

**مسئلہ ۶:-** مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت

قلوب قاسیہ کے ص ۳۶ میں لکھتے ہیں:-

جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل

کے درست ہے۔

**مسئلہ ۷:-** فتاویٰ ابراہیمیہ مصنفہ مولوی محمد ابراہیم غیر

مقلد صفحہ ۲ میں ہے۔

وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔

یہ رافضیوں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے۔ وہ تو جواز ہی مانتے ہیں، اور

یہ افتراض کے قائل ہیں۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے تعصب کو دیکھتے ہوئے ہر عقل

والا انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز کیوں کر پڑھی جاسکتی ہے؟ جبکہ

علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حنفیہ شافعیہ میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز

اس وقت درست ہے، جب کہ امام تحامی مواضع خلاف کی کرے۔ مثلاً فصد

و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا، ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے۔

مس ذکر و مساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا، ان کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ دو قلمہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے، ان کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف بورنگ یا مزہمتیغیر نہ ہو جائے، ہمارے نزدیک ناپاک ہو جائے گا۔ اور اگر اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو جائے، تو بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے، ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور۔ ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب، وضو میں فرض نہیں، ان کے نزدیک فرض۔ وعلیٰ ہذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے، جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو۔ جب تک باحتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے۔ تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اوسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے۔ اور محتاط حنفی مس ذکر و مساس زن سے وضو کر لیتے ہیں، اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہیں کیا، منع بھی تو نہ فرمایا۔ پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی، دوسرے پر نہیں۔ اور کر لینے میں بالاتفاق ظاہر ہو جائیں گے۔ جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے، اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک ان کی اقتدا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف — خانیہ و خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور متعصب کی تفسیر یہ ہے کہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو۔



مشرکین بتانا۔ کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے۔ اور پھر ایک دو کو نہیں، لاکھوں کروڑوں کو، پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو، جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت و اراکین امت و اساطین ملت و حملہ شریعت و کملہ طریقت تھے۔

مولانا شاہ ولی الدین صاحب دہلوی رسالہ 'انصاف' میں لکھتے ہیں:-

دو صدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو امام

معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری، تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے مسلمین سب کفار مشرکین ہوئے۔ نہ سہی، آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے کہ صد ہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہاء، عامہ اہل سنت چار مذہبوں منقسم ہو گئے، اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

بالجملہ اس میں اصلاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علما، اولیا، صلحا، اصفیا، بلکہ امت کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرا دیا۔ علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ ان کے اکابر اپنی جماعت کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے ہیں۔ اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے، ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر خود کافر ہے۔ امام مالک و احمد بخاری و مسلم ابو داؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً راوی: ایما امرء قال لاخیه کافر فقد بآء بها احدہما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔

غرض مذہب مفتی بہ پر اس گروہ کو سخت دقت کہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے، اور اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں: تو ان کا کافر ہونا لازم، اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔

مگر حاشا للہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے، اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں، ہم زہار ان کو کفار نہ کہیں گے۔ ہاں! ہاں! یوں کہتے ہیں۔ اور خدا اور رسول کے حضور کہیں کہ یہ لوگ آثم ہیں، خاٹی ہیں، ظالم ہیں، بدعتی ہیں، ضال ہیں، مضل ہیں، غوی ہیں، مبطل ہیں۔ مگر ہیہات کافر نہیں، مشرک نہیں، اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں، عدو اللہ نہیں۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز رکھیں۔ ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں۔ احادیث میں ہے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالفت سے بچنا چاہیے۔ اس لیے ہر طرح ان سے دوری مناسب۔ خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب۔ اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا، مگر دین میں مدد اہن یا عقل سے بجانب۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس رسالہ کو ان الفاظ مبارکہ پر ختم فرمایا ہے:-

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع ہوا۔ اور چہارم ذی الحجہ روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الف الف صلاة و تنمیه کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدرسماء المرسلین محمد و آلہ و اللاتہ الجنہدین و المقلدین لرسولہ باہسان الی یوم الدین و الحمد للہ رب العالمین و اللہ تعالیٰ اعلم و جل مجدہ اتہ و اہکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



(۵۰) ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (۱۳)

تار من جملہ ان چیزوں کے ہے کہ زمانہ خیر القرون تو کجا؟ تبع تابعین وائمہ مجتہدین، بلکہ بارہویں صدی تک اس کا وجود ہندوستان میں نہ تھا۔ اس لیے فقہ کی اخیر کتاب فتاویٰ عالم گیری اور بعد کی تصانیف میں بھی اس کا جزئیہ مصرح نہیں۔ جس زمانہ میں اس کا رواج عام ہو گیا، دنیوی کاروبار میں عام طور پر اس کا استعمال ہوا۔ بلکہ تجارتی اہم کاروبار کا دارومدار گویا اسی پر ہو گیا۔ بڑے تاجروں کو کہاں اس کا موقع کہ روزمرہ کے کاروبار میں لمبے لمبے خطوط لکھا کریں، یا پڑھ سکیں، یا دو تین دن تک کا انتظار خط پہنچنے میں کریں۔ اس لیے اس کا رواج زیادہ تر کاروباری تجارتی دنیا میں ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے تار ایجاد کیا، جن کے یہاں عام طور پر مروج ہوا، وہ معمولی خبری حیثیت میں استعمال کرتے رہے۔ لیکن اہم اور ذمہ داری کی باتوں، شہادت کے موقع پر اس کو اس لائق نہ سمجھا کہ کام لیا جاسکے۔ خون کا مقدمہ تو بہت اہم ہے، معمولی فوج داری دیوانی کے مقدمہ میں بھی تار کو ناقابل قبول سمجھا، اور تار پر کسی مقدمہ میں کبھی گواہی نہ لی گئی۔ گواہی تو درکنار ووٹ کا معاملہ جس کے متعلق شخص جانتا ہے کہ بوجس ووٹ دینا ایک معمولی بات ہے۔ اس میں بھی ناقابل استعمال متصور ہوا۔ مرکزی اور صوبائی کونسل اور اسمبلی تو بڑی چیز ہے، معمولی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ووٹ میں بھی اس کو جگہ نہ دی گئی۔ اور ووٹر کا تار دینا کہ ہم فلاں شخص کو ووٹ دیتے ہیں کافی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ ووٹر جہاں کہیں بھی ہو، اس کو پولینگ اسٹیشن پر

آ کر ووٹ دینا ضروری قرار دیا گیا۔۔۔۔۔ لیکن بعض بعض مسلمانوں میں  
اجعل لنا الہا کما لہم الہة کی ذہنیت ہوتی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ  
جب دنیوی کاموں میں روزمرہ تار عام طور پر مستعمل و مروج ہے، تو کیا وجہ ہے کہ  
دینی امور، رویت ہلال رمضان، وعید الفطر میں نہیں جائز ہوگا؟ چنانچہ بعض علما  
بھی اسی قسم کی ذہنیت کے مل گئے، اور انہوں نے تار کو خط قرار دے کر خود ساختہ  
فتویٰ خط کا اس پر چپکا دیا۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول جس میں مولوی عاشق الہی صاحب میرٹھی نے بطور  
نمونہ گنگوہی صاحب کے ۳۵ تحقیقات علیہ صفحہ ۱۶۲ سے ۱۷۹ تک لکھے  
ہیں، جس کی سرخی ہے: 'شبهات فقہیہ و مسائل مختلف فیہا' اور اس کی تمہید ان لفظوں  
سے شروع کی ہے۔

اس جگہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پینتیس مسائل اس بحث کے بیان کر دوں تاکہ امام ربانی  
کے اس مرتبگی و درجہ فقہی پر فی الجملہ دلالت ہو جائے، جو مرجع العلماء ہونے کی حیثیت سے  
حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ فقہی مسائل میں اذکیا کے شکوک رفع کرنے اور اختلافی  
امور کا سیدھا سچا فیصلہ فرمانے کی جو اعلیٰ قابلیت من جانب اللہ آپ کو ملی تھی مسائل مفصلہ  
ذیل سے ظاہر ہو جائے گی جس کی بنا پر ہم غلاموں کی زبان سے قطب العالم، مرجع العلماء،  
سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر القاب آپ کی شان میں نکل رہے۔  
اور اس سے قبل صفحہ ۱۶۳ پر لکھا:۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علمائے ہند کے امام و سر تاج اور مقتدایان اسلام  
کے مرجع و پیشوا تھے، اس لیے حق تعالیٰ نے آپ کو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی، جس  
سے ان مالاخیل مسائل مفصلہ کا حل ہوتا تھا، جن میں اذکیا کی عقول متحیر، اور فقہائے عصر کی

افہام عاجز ہو جاتی تھیں۔ اھ

غلاموں کی زبان سے ولی نعمت کی جو کچھ تعریف نکلے کم ہے۔ آخر پیر من  
خس ست اعتقاد من بس ست کہنے والے نے ایسے ہی موقع کے لیے تو کہا تھا۔  
ورنہ یہ سب تعریفیں بلاشبہ شاعر کے ان دو شعروں کے مصداق ہیں۔

قصدت ابا المحاسن کی اراہ

بمجد کان یبلغنی الیہ

فلما ان رأیت رأیت فردا

ولم یك من بنیہ ابن لدیہ

اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ اور مجتہدانہ فہم سے مالا نخل مسائل مفصلہ کے  
حل کے دو چار واقعات فتاویٰ رشیدیہ سے ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا  
ہے، تاکہ علمائے ہند کے امام و سر تاج مقتدایان اسلام کے مزج و پیشوا کے  
مجتہدانہ فہم و برکات سے ناظرین کتاب ہذا بھی مستفید ہو سکیں۔ اور مسائل  
مفصلہ جن میں اذکیا کے عقول متحیر، اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہوتے ہیں،  
ان کا حل معلوم کر سکیں۔

کسی نے بزرگان دین کی زیارت کو سفر کر کے جانے کا مسئلہ پوچھا۔ تو  
جواب میں لکھا:-

زیارت بزرگان دین کے واسطے سفر کر کے جانا علمائے اہل سنت میں  
مختلف ہوا ہے بعض درست کہتے ہیں بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے  
علماء ہیں مسئلہ مختلف ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم  
مقلدوں سے محال ہے فقط۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۲۸)

یہاں پر قطع نظر اس سے کہ جائز اور ناجائز کہنے والے دونوں کو علمائے اہل سنت قرار دینا، غلط۔ علمائے اہل سنت بالاتفاق زیارت بزرگان دین اور ان کے مزارات کے لیے سفر کو جائز جانتے ہیں۔ البتہ وہابیہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور حدیث لا تشدوا للرحال الا الی ثلثہ مساجد کو دلیل مانتے ہیں۔ جب کہ یہ استدلال بالکل لغو و باطل ہے۔ اس لیے کہ اس جگہ مستثنیٰ منہ یا تو۔۔۔ مسجد کو قرار دیجیے کہ شدر حال کسی مسجد من حیث ہو مسجد کی طرف نہ کیا جائے، سو ان تین مساجد کے کہ ان کی طرف سفر کرنا قطع نظر اور اسباب کے نفس مسجد ہونے کی حیثیت سے بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ثواب مزید ہے۔ تو اس کو مسئلہ مجوٹ عنہا سے کچھ علاقہ نہیں یا۔۔۔ مستثنیٰ منہ شی یا موضع نکالے۔ تو سلسلہ آمد و رفت ہی ختم ہو جاتا ہے، اور قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ۝ ط کے بالکل معارض یہ حدیث ہوتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ علمائے ہند کے امام و سر تاج و مقتدیان اسلام کے مرجع و پیشوا نے اس معمولی اختلافی مسئلہ کا حل تو کجا؟ دوسروں کی بھی ہمت توڑ دی کہ اس کو محال ہی قرار دے دیا۔

اسی طرح کسی نے ہندوستان کے دارالہرب یا دارالاسلام ہونے کا مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب میں لکھا:

دارالہرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے اکثر دار  
الاسلام کہتے ہیں اور بعض دارحرب کہتے ہیں بندہ اس میں فیصلہ نہیں  
کرتا۔ ص ۷۳

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۶ پر گہرا نشانہ فرمائی ہے:-

**الجواب:** ہند کے دارالہرب ہونے میں اختلاف علما کا ہے۔  
بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے  
فرمایا اور اصل میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا  
کیفیت ہند کی ہے۔ فقط۔

کہاں ہیں مولوی عاشق الہی صاحب، گنگوہی صاحب کو مجتہدانہ فہم رکھنے  
کے بانگی؟ لائیکل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت و قابلیت ثابت کرنے والے؟  
اس بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا کو نظر انصاف سے دیکھیں، اور  
جھوٹے پروپیگنڈا سے شرمائیں۔ اور اگر مسئلہ کی تحقیق اور حق فیصلہ دیکھنا چاہتے  
ہیں، تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام بان  
ہندوستان دارالاسلام ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول اسی صفحہ ۷۳ پر کسی نے سماع موتی کے متعلق مسئلہ  
پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں لکھا:-

یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی  
نہیں کر سکتا۔

کسی شخص کا قصہ مشہور ہے کہ دریا میں نہانے گیا تھا، کچھ قدم آگے بڑھ گیا،  
ڈوبنے لگا۔ خیال کیا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ لوگو! مجھے نکالو میں ڈوبا۔ تو ممکن ہے  
کہ لوگ توجہ نہ کریں، اور نہ کوئی نکالنے آئے۔ فوراً چلایا: جگ ڈوبا، جگ ڈوبا۔  
لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے، اور اس کو نکال لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ  
بھائی ڈوب تم رہے تھے، یہ کیوں کہا کہ جگ ڈوبا؟ بولا کہ بھائی! جب ہم  
ہی نہ رہے، تو لوگوں کے لیے تو ہم مرے، لیکن میرے لیے تو سبھی مر گئے۔

اس لیے میں چلایا کہ جگ ڈوبا۔ گویا اس شخص کے نزدیک اس کی ذات، جگ ہے۔ اس طرح گنگوہی صاحب سے جب اس کا فیصلہ نہ ہو سکا تو اسی اصول پر لکھ دیا۔ اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا حالانکہ اس کو سمجھنا چاہیے تھا کہ

ہر بیشہ گمان مبرکہ خالیست؛ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد  
 اور اگر کسی شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کا سچا فیصلہ دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت  
 امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ حیاة الموات فی بیان سماع الاموات  
 مطالعہ کرے۔

پھر اسی حصہ میں صفحہ ۸۷ پر استعانت اہل قبور کے متعلق سوال ہوا۔ اس کے  
 جواب میں لکھتے ہیں:-

تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا  
 کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علما کا ہے مجوز سماع  
 موتی اس کے جواز کے مقرر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا  
 فیصلہ کرنا محال ہے

کہیے میرٹھی صاحب! یہ آپ کے قطب عالم، مرجع العلماء، سلطان العارفین،  
 مجدد زمان، وحید عصر، مالا نیل مسائل کو حل کرنے والے کی پاکی کیسی رکھا گئی کہ  
 اس کو محال ہی بتا کر چھٹکارا چاہا۔

اسی طرح بہت سے مسائل کا مہمل مجمل غیر تشفی بخش جواب دیا۔ اور یہ کہہ کر  
 قصہ ختم کر دیا کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور کچھ فیصلہ نہ کیا۔ نہ کسی کو ترجیح دی کہ  
 سائل کو کچھ رہنمائی ہوتی۔ مثلاً فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲ پر عورتوں کو زیارت

قبور کرنے کا مسئلہ دریافت ہوا۔ اس کا جواب لکھا:۔

**الجواب:** عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علماء منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اسی پر ہی عمل ہے۔

نیز اسی صفحہ پر ہے:۔

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب:** روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقرر ہیں بعض منکر فقط۔

کہیے جناب! سائل اس سے کیا سمجھے گا؟ کیا مجدد زمان وحید عصر کی یہی شان ہوتی ہے؟۔

احمد سعید خان صاحب مراد آبادی نے ۴۵ سوالات کیے تھے، جس کا سلسلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے ص ۴۶ سے ص ۶۷ تک پھیلا ہوا ہے اسی میں ص ۶۴ پر چوتھی سوالات سوال انتہائے وقت مغرب کے متعلق ہے کہ شفق سفید تک رہتا ہے، یا شفق سرخ کے بعد عشا کا وقت ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب لکھا:۔

**الجواب:** یہ مسئلہ مختلف ہے امام صاحب اور ان کے صاحبین میں۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتاویٰ صاحبین کے قول پر لکھا۔ جیسا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا فقط۔ شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتویٰ دیا ہے۔

چلیے قصہ ختم ہو گیا۔ اور اگر آپ کو وحید عصر صاحب کی مجتہدانہ قابلیت سے

اور بھی فائدہ اٹھانا ہے تو تین مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ سے اور سن لیجیے، اس کے بعد اس مسئلہ تار کے متعلق افادہ مجتہدانہ سے استفادہ فرمائیے گا۔

حکیم غلام احمد صاحب ساکن کچھروں ضلع مراد آباد نے آٹھ سوالات کئے تھے۔ اس میں پہلا سوال ہے، منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۷۵ پر ہے:-

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو

محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

یہ مسئلہ جیسا مہمل اور غلط اور غیر متمدن زمانہ کا ہے، ظاہر و باہر ہے۔ اور کسی کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو۔ تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ المنی والدر فی حکم منی آرڈر ملاحظہ کرے۔

جب گنگوہی صاحب کا یہ مسئلہ مشہور ہوا تو لوگوں میں بے چینی اور پریشانی اور الجھن پیدا ہوئی۔ اس لیے جگہ جگہ سے اس کے متعلق سوالات آئے۔ بعض معتقدوں نے مخلص کی یہ صورت نکالی کہ کچھ پیسے روپے کے ساتھ بھیجے جائیں، تو درست اور جائز ہوگا۔ چنانچہ کسی نے سوال کیا:-

ہمارے دیار میں غلاما کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی

آرڈر بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے۔ البتہ اگر پیسہ مل جائے تو

مباح اور جائز ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق ہے۔ اور جواز

میں کچھ شبہ نہیں کیوں کہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں، پس آپ

محاکمہ شرع شریف کے رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

اس کا جواب حصہ دوم ص ۱۵۳ دیا:-



**الجواب:** روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں خواہ اس میں کچھ

پیسہ دیے جاویں یا نہ دیے جاویں فقط۔

یہ وحید عصر صاحب کا محاکمہ ہوا، یا آمریت کا فرمان واجب

الاذعان؟

پھر کسی نے اپنے فہم کی رسائی حیلہ جواز تک نہ دیکھی تو خود انھیں مجدد زمان

صاحب سے دریافت کیا۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم ص ۳۲:-

**سوال:** اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے۔

اس کے جواز کے لیے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے، یا نہیں کہ اس میں عام

وخاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

اس کا جواب دیا:-

**جواب:** دیا الجواب منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں

دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔ اھ

خیر بہر کیف! جب کوئی صورت جواز کی نہ نکلی اور مدرسہ دیوبند میں چندہ

بھیجنے والوں کو نیز گنگوہی صاحب کے مریدوں کو ان کو نذرانہ بھیجنے کی ضرورت

تھی تو سوال ہوا کہ اگر منی آرڈر منع ہے تو روپیہ کس طرح بھیجنا چاہیے؟ اس کا

جواب دیا:-

روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کور جسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔ اھ۔

اب ایک وقت اور پیش آئی کہ علما کو عموماً اور خصوصاً مدرسہ دیوبند کو

طلبہ کے لیے کتابیں مفت منگوانی ہوتی ہیں۔ کتاب تو بذریعہ پارسل یا

بک پوسٹ آگے۔ لیکن قیمت کتاب تو خواہ مخواہ بذریعہ منی آرڈر ہی

بھیجنا ہوگا۔ دہلی سے کتاب آتی ہے، تو دہلی کوئی شخص روپیہ پہنچانے تو جائے گا نہیں۔ اب یہ منی آرڈر کیسے جائز ہو۔ غرض اس فتویٰ سے پوری زد مدرسہ پر پڑتی ہے۔ تو حصہ دوم ص ۱۵۶ پر استفتا و جواب ملاحظہ ہو:-

**استفتا:** منی آرڈر اور ہنڈوی میں کیا فرق ہے، یا دونوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر ناجائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں۔ اور کتابوں کا محصول ویلو پی ایل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے۔ اس کی تفصیل منظور ہے۔ بینوا توجروا

**الجواب:** منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے۔ اور جو کتابیں منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہو سکتا ہے کہ اس شی کی وہ محصول ویلو ایل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ عین شی نہیں پہنچتی فقط۔

اگر یہ حیلہ اور ترکیب جائز ہے۔ تو پھر اس سوال کے جواب میں لکھنا تھا کہ حیلہ اس کا یہ ہے کہ نوٹ رجسٹری یا بیمہ کر دیئے جائیں۔ یہ کیوں لکھا کہ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں۔۔۔۔۔ پھر مجدد زمان، وحید العصر صاحب نے حیلہ بتانے میں بھی غلطی کی۔ آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کر دینا بتایا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ یہ نوٹ آئیں گے کہاں سے، سوائے اس کے کہ جعلی بنا کر مجرم بنیں۔ ورنہ گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے تو نوٹ کی خریداری کمی بیشی قیمت میں تو درکنار، برابر قیمت یعنی جو رقم لکھی ہوئی ہے، اس پر بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۷۲ پر سوال ہے:-

نوٹ کی خرید و فروخت کمی زیادتی پر جائز ہے یا نہیں بالتفصیل ارقام فرمادیں۔

اس کا جواب دیا:۔

**الجواب:** نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ مگر اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے اور حیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔ مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربا اور ناجائز ہے۔ فقط

اور کتابوں کے منگانے کا جو حیلہ گڑھا، وہ سراسر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کتاب یا کوئی چیز جو بذریعہ وی پی منگوائی جاتی ہے، تو اس جگہ دو معاملہ الگ الگ ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً کتاب یا اس چیز کا محصول پارسل۔ یہ وہ ٹکٹ ہے جو بحساب وزن و رقم مقررہ، اس پائل یا بک پوسٹ پر لگایا گیا۔ اس کا کام یہ ہے کہ مثلاً دہلی سے گنگوہ یاد یو بند پہنچا دیا۔

(۲) یہ ہے کہ جو قیمت اس کتاب یا اس چیز کی ہوئی، مع اس رقم ٹکٹ کے جو اس پائل پر لگایا گیا، اور خرچ پائل کرنے کا، ان سب رقم کا مجموعہ وی پی فارم پر بھر کر اس کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے کہ اس پائل کے وصول کرنے پر علاوہ اس رقم کے جو قیمت اور ٹکٹ کی ہے، محصولی آرڈر اس پر اضافہ کر کے مال منگوانے والے سے وصول کیا جاتا ہے۔ اور وہ رقم بذریعہ آرڈر کتاب یا چیز بھیجنے والے کو وصول ہوتی ہے۔

تو یہ دو معاملہ الگ الگ ہوئے۔ اس کو یہ لکھنا کہ اس شی کی اجرت وہ محصول ویلو ایبل کی خیال کیا جاتا ہے، عامیانه، اور بھولے بھالے لوگوں کی باتیں

ہیں۔ اس شی کی اجرت تو اس ٹکٹ کے ذریعہ سے وصول ہوئے جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔ اور جو روپیہ جائے گا، اس کی اجرت یہاں لکھ کر وصول کی جاتی ہے، جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ غرض حافظہ نباشد کے اصول پر جو ترکیب جواز کی نکالی۔ وہ انھیں کے دوسرے فتویٰ کی وجہ سے بالکل بے کار ثابت ہوئی۔

الغرض! نوٹ آئیں گے کہاں سے؟ اس کے لیے حیلہ یہ گڑھا کہ اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے۔ اور حیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔

ہر علم والا جانتا ہے کہ حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں، تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آیا ہو، بلکہ زید کا قرض بکر کے اوپر ہو، اور اس صورت میں زید عمر و کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ حقیقت حوالہ نہ ہوگا۔ بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا ہوگا۔ اور اگر عمرو کا قرض زید کے ذمہ آتا ہو، نہ زید کا قرض بکر پر۔ اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ محض باطل و بے اثر ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے: اذا حال رجلا علی غریبہ و لیس للمحتال له علی المحیل دین فہذہ و کالہ و لیست بحوالہ کذا فی الخلاصہ ...

علاوہ بریں دنیا بھر کے عقلا جو نوٹ کا لین دین کرتے ہیں، وہ روپیہ دے کر نوٹ خریدنا سمجھتے ہیں۔ لیکن تمام جہاں کے عقیدہ و عمل کے خلاف آپ زبردستی عقد بیع سے تڑوا کر وہ عقدان کے سرمنڈھتے ہیں کہ جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ جس شخص کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو اعلیٰ حضرت کے رسائل

کفل الفقیہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم اور اس کا ترجمہ مسکئی بنام تاریخی نوٹ کے متعلق سب مسائل اور رسالہ کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم اور اس کا ترجمہ مسکئی بنام تاریخی الذیل المنوط لرسالة النوط ملاحظہ کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان چاروں رسالوں کے دیکھنے سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی۔

یہ تو حضرت مجدد زمان، وحید العصر کے مسائل معصلہ جس میں ازکیا کی عقول متحیر اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہو جاتی ہیں، ان کے حل اور جواب کا نمونہ تھا۔ اب اگر یہ لیاقت دیکھنی ہو، تو ایک مسئلہ اور بھی ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۶۲ پر ایک سوال و جواب ہے:-

**مسئلہ:** جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور

کھانے والوں کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ

ثواب ہوگا، یا نہ ثواب، نہ عذاب۔

**الجواب:** ثواب ہوگا فقط۔

جس جس جانور کا گوشت بالاتفاق حلال اس کے کھانے پر بھی کسی عالم نے ثواب کا فتویٰ نہ دیا۔ یہ گنگوہی صاحب کی جدت دیکھئے کہ حرام کو اکو حلال کیا، اور نہ صرف مباح کی حد تک رکھا، بلکہ اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی حصہ دوم ص ۶۳ پر ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

**مسئلہ:** گوبری دینا جائز ہے یا نہیں جس جگہ مرغی کی سرگیں گر کر

خشک ہو گئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا

پاک اگر مرغی کی سرگیں کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹا ہے۔

**الجواب:** گوبری دینا جائز ہے۔ مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے۔ اور اس سے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر رنگ و بو مزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہوگئی اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہوگی۔ فقط۔

یہ نجاست کے مزہ کے ایک ہی کہی۔ تو چاہے کہ گوبری دینے کے قبل گوبر کو چکھ لیں، اور مزہ معلوم کر لیں۔ پھر خشک ہو جانے کے بعد اس کو چکھیں، اور دیکھیں کہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا۔ اسی طرح مرغی کی سرگیں کو پہلے چکھ کر مزہ معلوم کریں، پھر خشک ہو جانے کے بعد چکھیں، تاکہ معلوم ہو کہ وہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا۔۔۔۔۔ یہ ہے وحید العصر، مجدد زمان کی فقاہت۔

خیر بات دراصل مقصد سے کچھ دور ہوگئی میری غرض اس جگہ تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۷۲ سے شبہ اور اس کا جواب ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا۔

**ش:** یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سامی سے مطلع فرما دیں۔ تاکہ برقی از روئے فقہ کسی شی کے حکم میں داخل ہے؟

**ج:** تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں۔ جیسے انگریزی و ناگری وغیرہ۔ اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔ پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ ملتی ہے۔ اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے، تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ تار کے دینے لینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں،

امور میں لہذا تار کا اعتبار چاہیے کہ نہ ہو۔ مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں۔ بناء علیہ تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کار بند نہ ہوں، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ حال کو دیکھ کر کہ تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں چونکہ غالب ظن قلوب میں اس کے دل صدق کا راسخ ہو گیا ہے تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل کر لیوے، تو وجہ ہو سکتی ہے۔ صوم میں ایک عدل کی خبر اور انتظار میں عدلیں کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔ پس بندہ دونوں فریق کو حق پر جانتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تار برقی اخبار ہے بذریعہ کتاب کے۔ فقط۔

یہ مجدد زمان، وحید العصر کی فقاہت اور آپ کی عام معلومات ہیں۔ اولاً آپ نے تار برقی پر خبر آنے کو تحریر خط کی طرح سمجھا۔ حالانکہ تحریر خط میں کتابت کی شان انشا کا طرز، وہ تحریر کو قوت دیتا ہے۔ اور تار برقی میں یہ مفقود ہے۔ بلکہ وہ محض اشارات جس سے انگریزی الفاظ بنائے جاتے، انگریزی حروف میں لکھے جاتے، پھر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے، تو اس کو خط کی طرح کہنا بالکل بے معنی بات ہے۔

باوجود قرآن و قیاسات معینہ کے فقہائے کرام نے شہادت کے معاملہ میں خط کا اعتبار نہ کیا۔ اور الخط يشبه الخط فرمایا۔ تو تار کو خط قرار دے کر اس کا اعتبار کرنا کیوں صحیح ہو سکتا ہے؟ اور اس سے زیادہ پر لطف بات یہ ہے قلم تحریرات کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہوتا ہے۔ یعنی خط تو قلم واسطی یا سری یا ہولڈر سے لکھا جاتا ہے، اور تار تو لمبے بانس کے قلم سے جس کا طول ان دونوں

شہروں کے برابر ہوتا ہے، لکھا جاتا ہے۔ پٹنہ سے بمبئی تار بھیجنا ہو تو اس قلم طویل ممتد سے جس کا طول پٹنہ اور بمبئی کے اتنا ہے، انگریزی نقوش اصطلاحی میں لکھا جاتا ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون

اصل تحقیق اس مسئلہ کی رسائل اعلیٰ حضرت میں دیکھیے۔ خصوصاً مختصر زیر نظر رسالہ مسکنی بہ ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۰۵ھ میں حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب استاد ابتدائی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے کلکتہ فوجداری بالا خانہ سے سوال بھیجا کہ دربارہ رویت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر کچھ لوگ اس کا انتظام کر لیں کہ رویت ہلال رمضان، وشوال، وذی الحجہ، ومحرم کے پیشتر متعدد مقامات کو اس مضمون کے خطوط بھیجے جائیں کہ ۲۹ کا چاند ہو تو بذریعہ تار کے مطلع کر دیجیے۔ پھر اس کو مشہر کر دیا جائے، تو یہ طریقہ شرعاً مقبول ہے، یا محض باطل؟ اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمان کو اس عمل جائز ہے، یا حرام؟ اور اعلان کرنے والے کے حق میں کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ایک مختصر رسالہ مسکنی بنام تاریخی ازکی الاہلال تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب عادت مستمرہ خطبہ نصیحہ بلیغہ سے فرمائی۔

الحمد لله الذي بشكره يصير هلال النعمة بدرا ÷ والصلاة والسلام على اجل شمس الرسالة قدرا ÷ وعلى اله وصحبه نجوم الهدى واقمار التقى ÷ ماتي البرق بخبر الورق فصدق مرة وكذب



اخریٰ ÷ اللهم هداية الحق والصواب

امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر۔ اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل و بے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام۔ اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو، سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقہ میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں، ان کی تفصیل کو دفتر درکار۔ لہذا یہاں بقدر ضرورت، وفہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔ وما نوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

**تنبیہ اول:** شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ، یا تو اتر شرعی پر بنا فرمایا۔ اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں۔ جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت تک بکار آئیں۔ اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے، نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیوں کر حلال ہو سکتا ہے؟ جو یہاں تار کی خبر عمل چاہے، اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے۔ مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت، اور منصب رفیع فتویٰ پر جرات کس لیے۔ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی۔ کہ ہم تک تو نامعتبر طریقہ سے پہنچی۔ نبی ﷺ کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر؟ پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی ہے، کیوں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے؟

**تنبیہ دوم:** تار کی حالت خط سے زیادہ ردی و سقیم۔ کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے۔ طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے۔ واقف کار دیگر قرآن سے

اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علمائے تضریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں۔ کہ خط خط کے مشابہہ ہوتا ہے، اور بن بھی سکتا ہے۔ تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے۔ ————— اثبات میں ہے:

لا يعتمد علی الخط ولا یعمل بہ — فتاویٰ عالمگیریہ میں ملتقط سے ہے: الكتاب قد یفتعل ویزور الخط یشبه الخط و الخاتم یشبه الخاتم دیکھیے! کس قدر واضح طور پر فرمایا کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو، نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر گواہی اور حکم حلال کہ خط، خط کے مشابہہ ہوتا ہے، اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے۔ ————— بلکہ فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی میں صاف ارشاد فرمایا کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے۔ اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو۔ ————— پھر تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں، کیوں کر امور دیدیہ کی بنا اس پر حرام نہ ہوگی؟۔

سبحان اللہ! ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ مہر بنا لینا، اور خط میں خط ملا دینا، سہل نہیں۔ شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہیں۔ اور تار میں تو اصلاً دشواری نہیں، جو چاہے تار گھر میں جائے، اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے۔ وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی۔ نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جائیں۔ علاوہ بریں تار والوں کے وجود صدق پر کون سی وحی نازل ہوئی کہ ان کی بات خواہی نخواہی قابل قبول ہوگی، اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہوگی۔

**تنبیہ سوم:** قطع نظر اس سے کہ شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات

بھیجے جائیں۔ غالباً ان کا بیان، حکایت و اخبار سے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو۔ تاہم اس کا جامہ اعتبارتاری میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالت نہ پہنچا۔ بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا۔ صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہو گیا۔ اس نے تار کو جنبش دی، اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں اشاروں میں عبارت بنائی۔ اب وہ بھی جدا ہو گیا۔ یہاں کے تار والوں نے ان کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا، اسے نقوش معروفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا۔ وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہر کارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے، مجھول عن مجھول عن مجھول نا مقبول از نا مقبول از نا مقبول۔ اس قدر وسائط تو لا بدی۔ پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جا کر تار دیں۔ اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا، مانے وہ جدا واسطہ پھر فارم کی حاجت ہوئی، تو تحریر کا قدم در میان، آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت، ادھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت۔ باایں ہمہ زائد ہوا، اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے؟ وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ ان سب وسائط کی عدالت و وثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں؟ حاشا اللہ! نام بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نام در کنار، اصل شمار و سائط بتانا دشوار۔ سب جانے دیجیے، اسلام پر بھی علم نہیں۔ اکثر ہنود وغیرہ کفار ان خدمات معین۔ غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی

بنا کر نا علما تو علما ہیں، نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

**تنبیہ چہارم:** علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا، صرف قاضی شرع سے خاص۔ جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو۔ یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ غیر قضاة تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا۔ ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انھیں وجوہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں، مقبول نہ ہو۔ اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے، مورد سے آگے تجاوز نہیں کرتا، اور دوسری جگہ اجراء محض باطل و فاحش خطا۔ پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ بلکہ حسب تصریحات علما اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آ کر بیان کرے، ہرگز نہیں گے کہ اجماع تو دربارہ خط منعقد ہوا ہے۔ پیام ایلچی و خود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ سبحان اللہ! پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں۔ اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں:

ع بین تفاوت رہ از کجاست ناکجا

اور جب شرعاً قاضی کا تاریوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے، وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار۔ کہ مقبول الکتاب کا تار تو ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز؟۔

**تنبیہ پنجم:** قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول، جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد و عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آ کر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط

بالیقین اسی قاضی کا ہے۔ اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہرگز قبول نہیں۔ اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں۔ اور اس کی مہر بھی لگی ہو۔ اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔

صدایہ میں ہے: لا یقبل الكتاب الا بشهادة رجلین او رجل وامرأتین

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں، ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا، یا تار دیا۔ مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔

اسی حضرت اہل سنت اخیر رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرات ہے۔ خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادث جدیدہ سے تعلق و نسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا الزام ہم پر چلے گا۔ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً تو یجا تفریحا تا صیلاً سب کچھ فرما دیا ہے۔ زیادہ علم اسے ہے، جسے زیادہ فہم ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا، جو مشکل کی تسہیل، معصل کی تسہیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ قادر ہوں۔ لا ھلا لکون عن افضالہم و کثر اللہ فی بلادنا من امنالہم آمین آمین برھمناک یا ارحم الراحمین۔ وصلى الله تعالى على خاتم النبيين محمد وآله

وصحبہ اجمعین واللہ بیمنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجده اتم وحکمہ  
عزتانه املکم۔

کتبہ عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

(۵۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۴)

غیر مقلد حضرات کے مختصر کردہ مسائل میں سے ایک مصافحہ بھی ہے۔ جہاں ان لوگوں نے اذان، اقامت، نماز، روزہ کے مسائل کو شورٹ اور مختصر کر دیا۔ کلمات اقامت دو دو مرتبہ کہنے کے جگہ ایک ایک ہی مرتبہ پر اکتفا کیا۔ وتر کی تین رکعتوں کو ایک کر دیا۔ تراویح کی بیس رکعتوں کو آٹھ بنا دیا۔ تین طلاقوں کو ایک کر ڈالا۔ مولود شریف، عرس، فاتحہ، ایصال ثواب کو ایک دم سے اوڑا دیا۔ وغیر ذالک من الاختصارات وہیں مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنے کی جگہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کی طرح شیک ہینڈ (Shake Hand) کر دیا۔ ان کی یہ حرکات بعینہ اس برادری کے عالم کی ہے، جنہوں نے ازراہ عقل مندی بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک مختصر سا قرآن نذر شاہی میں گزرانا۔ اور نہایت ہی فخر کے ساتھ اپنے کمال عقل کا ثبوت دینے کو کہا: حضور بادشاہ سلامت! میں نے جناب کی خدمت میں ایک ایسا بیش بہا تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ پیش کیا ہوگا۔ یہ قرآن کا مختصر ہے، جو خاص حضور کے لیے میں نہایت ہی محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ تاکہ آپ کو آسانی ہو، اور وقت عزیز کا قرآن شریف پڑھنے میں زیادہ نہ صرف ہو۔ بادشاہ سلامت نے ازراہ تعجب اختصار کی صورت دریافت کی کہ کس اصول پر آپ نے اس کو شورٹ کیا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہی مسرت کے انداز میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ قرآن کی آیتیں بہت سی مکرر ہیں، اور ان کے بار بار پڑھنے میں حضور کا وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے

مکرر آیتوں کو میں نے حذف کر دیا۔ بادشاہ کو ان کی حماقت پر بہت غصہ آیا، مگر سمجھا کہ اس بے چارے کا قصور نہیں، بلکہ اس کی قلت عقل کا فتور ہے۔ بادشاہ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے بہت ہی مسرت آمیز لہجہ میں کہا: واقعی آپ نے ایسا بے مثل تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ صرف مجھی کو بلکہ کسی بھی بادشاہ کو کسی نے پیش نہ کیا ہو، اور نہ آئندہ امید کہ کوئی ایسا تحفہ کسی کو پیش کر سکے۔ ہم بھی ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے اصول پر آپ کو انعام بھی علاج بالمثل کے طرز پر دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ شاید ایسی جزا بھی کسی کو کسی بادشاہ نے نہ دی ہوگی، اور نہ امید ہے کہ آئندہ دے۔ یہ کہا اور جلا د کو بلا کر حکم دیا کہ ان مولوی صاحب نے میرے لیے نہایت ہی محنت سے ایک نسخہ قرآن شریف کا لکھا ہے، جس میں آیات مکررات کو حذف کر کے مختصر کر دیا ہے۔ تم بھی مولوی صاحب کے اعضائے مکررہ کو حذف کر کے ان کو مختصر کر دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً ہی ہوئی۔ اور دو کانوں میں سے ایک کان، دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ، دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ، دو پاؤں میں سے ایک پاؤں حذف کر کے مولوی صاحب کو مختصر کر دیا گیا، تاکہ ہلکے پھلکے چلا کریں۔ اعضائے مکررہ کی زیرباری و باربرداری سے بچیں۔ عجیب نہیں کہ قیامت کے دن ان غیر مقلد حضرات کو دین کے مختصر کر دینے کی بھی یہی جزائے موفور عطا فرمائی جائے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

اور لطف یہ کہ دعویٰ عمل بالحدیث کا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ان کے نزدیک حدیث سے ثابت ہے۔ اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ خلاف حدیث ہے۔ ان حضرات نے یہ دعویٰ بہت بلند آہنگی سے کیے، تو کسی نے



اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں ۱۳۰۶ھ کو ایک استفتاء اس مضمون کا پیش کیا۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ناجائز و خلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟۔

اعلیٰ حضرت نے اس دوسرے سوال کے جواب میں چالیس صفحے کا مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔ اور اس کا تاریخی نام صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین رکھا۔ اور حسب عادت مستمرہ اس رسالہ کو بھی خطبہ فیصوہ بلیغہ سے شروع فرمایا۔

الحمد لله اللهم لك الحمد يا باسط الیدین بالرحمة تنفق كيف  
تشاء ÷ تصافح حمدك بمزيد رفدك كما تعانق شكرك والعطاء ÷  
صل وسلم وبارك على من يداه بحر النوال ÷ ومنبعا الزلال ÷  
وجنتا البلاء ÷ وعلى آله وصحبه واهله وحزبه ما تصافحت الايدي  
عند اللقاء ÷ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ÷ واشهد ان  
محمدًا عبده ورسوله ÷ الباسط كفيه بالجود والصلة وعلى اله  
وصحبه اولى الود والاخاء ÷ والفيض والسخاء ÷ فى العسر  
والرخاء ÷ الى تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء ÷ آمين اله الحق  
آمين 0

بے شک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علمائے اس کے مسنون و مندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے





اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اولاً: - اس کی سند ضعیف ہے۔ جس میں عن ضمیمہ عن رجل ایک مجہول واقع۔

ثانیاً: - امام بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی۔ یحییٰ بن مسلم طائفی پر اس حدیث کا مدار۔ محدثین ان کا حافظہ برابراتے ہیں۔

ثالثاً: - اس سب سے درگزریے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھ سے مصافحہ کا پتہ دیتی ہے۔ کہ اس میں اخذ بالید بصیغہ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ کہ اسی پر تمامی وانہتا ہے۔ تحیت کی ابتدا سلام، اور مصافحہ تمام۔ اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس رضی اللہ عنہ جس کی طرف امام قاضی خان نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اسے گلے لگائے، اور پیار کرے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے، اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں! ترمذی نے اسے حسن بتایا۔ اس لیے امام ممدوح نے اسی کی تخصیص کی۔

اب جواب امام قاضی خان کی توضیح سنیے۔ ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا، تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا۔ اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں۔

اولاً: قرآن عظیم میں ہے: بیدك الخیر 0 تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں؟ کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

**ثانیاً:** احمد، و بخاری، و مسلم، و ترمذی حضرت سعد بن مالک سے مرفوعاً راوی کہ بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! عرض کریں گے: لیکن یا ربنا وسعدیک والنخیر بیدیک اسی طرح تفسیر مقام محمود میں ہے: فاؤل مدعو محمد ﷺ فیقول لیکن وسعدیک والنخیر فی بیدیک یعنی سب سے پہلے محمد ﷺ کو ندا ہوگی۔ حضور عرض کریں گے: الہی! میں حاضر ہوں۔ خدمتی ہوں۔ تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

**ثالثاً:** اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قل ان الفضل بید اللہ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

**رابعاً:** فرماتا ہے۔ بیدہ ملکوت کل شیء اس کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔ کیا دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں؟ وغیر ذالک من الآیات والاحادیث

(جواب دوم) بلکہ بارہا لفظ بید مفرد لاتے، اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں۔

(۱) ید اللہ مبسوطة

(۲) ید اللہ ملآن

(۳) ید اللہ ہی العلیا

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

ان سب میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل بیدہ بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسب

انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(۶) حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ حضور نے عرض کی: اللہم انی

اسئلك من كل خیر بیدك واعوذ بك من كل شر خزائنه بیدك۔

(۷) صحیح بخاری میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے

میں ہے: ان داؤد النبی علیہ السلام کان لایا کل الا من عمل یدہ داؤد

نبی علیہ السلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

حالانکہ ان کا عمل زرہیں بنانا تھا۔ اور وہ دوہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(جواب سوم) میں موارد استعمال و مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں۔

وہ قاعدہ ہی نہ ذکر کروں، جو خاص اس باب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا، اور

ایسے الفاظ میں تشبیہ و افراد کے یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا۔

علامہ زین بن حکیم نے خطبہ انبیا میں فرمایا: اعملت بدنی بدنی اعمال

الجد مابین بصری و یدی ظنونی۔۔

اس پر علامہ ادیب احمد حموی نے فرمایا: مصنف نے لفظ ید کہا، اور مراد

دونوں ہاتھ ہیں۔ کہ جب دو چیزیں آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں، خواہ اصل

پیدائش میں جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ کان، یا اور طرح جیسے موزے جوتے دستانے

(کہ جوڑا ہی مستعمل ہوتا ہے)۔ تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا

ہے۔ کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا۔ اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔

یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ کہتے ہیں میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں

موزے پہنے۔ جیسا کہ شرح حماسہ میں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس و ہند میں بھی بعینہا رائج

جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین و لاحقین سے واضح و لائح — اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل نہ رہا۔ اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا۔ وَالصمد لله رب

العالمین

(جواب چہارم) سب سے قطع نظر کیجیے۔ اور مان لیجیے کہ لفظ الید کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے۔ تاہم حدیث مذکور میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ ید بصیغہ مکفرد کلام امجد سید اوحد ﷺ میں ہے ہی نہیں، سائل کے کلام میں ہے۔ اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا: کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ حضور اقدس ﷺ نے سوال کا جواب ارشاد فرما دیا کہ ہاں جائز ہے۔ یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر، نہ اس سے سوال۔ پھر اس کلام سے اس کی نسبت حکم نفی نکالنا محض خیال محال۔ دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو۔ ورنہ بالا جماع نفی تاکید ماعدا مفہوم نہ ہوگی۔ یہ دوسرے معنی ہیں کلام امام قاضی خان قدس سرہ کے کہ ”اور مفہوم نیست“ یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

(جواب پنجم) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ وہ ہرگز صحیح، حتمی بلکہ ضعیف منکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبد اللہ سدوسی پر اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام یحییٰ بن قطان نے کہا: میں نے اسے عمداً متروک کیا۔ صحیح الحدیث نہ رہا تھا۔ امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے تعجب خیر روایات لاتا ہے۔

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں، جس میں ان کے قول کی بوجہ آتی ہو، ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے۔ اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح و حسان ہوں۔ تاہم تحقیقات بالانے روشن کر دیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی۔ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع کیا ہو۔ یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ اس کے بغیر ثبوت ممانعت کا دعویٰ محض ہوس پکانا ہے۔ یا جنون خام۔  
والحمد لله ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے؟

**اولا:** صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام بخاری نے مصافحہ کے لیے جو باب وضع کیا، اس میں سب سے پہلے اسی حدیث کا نشان دیا۔ پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا۔ باب الاخذ بالیدین اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود مسنداً روایت کی۔ اگر حضور سید عالم ﷺ کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا، تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ ہاں! اگر منکرین امام بخاری کی نسبت بھی کہیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ رہا بعض جہلا کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود کا تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت و ادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے دونوں ہاتھ ملائے



جائیں، تو ہر ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں ہوگا، نہ کہ دونوں۔ اور جب سید عالم ﷺ کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا۔ تو ابن مسعود کی طرف سے ثبوت نہ ہونا، کیا زیر نظر رہا؟

**ثانیاً:** اکابر علماء عامہ کتب میں تصریح فرماتے ہیں: یجوز المصافحہ والسنة فیہا ان یضع یدیه من غیر حائل من ثوب او غیرہ یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اور سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ بغیر حائل کپڑا وغیرہ کے رکھے۔  
**شیخ محقق شریع منسکواۃ میں فرماتے ہیں:** مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باندہ کہ بہر دو دست بود۔

**ثالثاً:** صحیح بخاری کے اسی باب میں ہے: صافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیه امام حماد نے عبد اللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ تاریخ امام بخاری میں ہے: میں نے حماد بن زید کو دیکھا، اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے، تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ یہ حماد بن زید اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ اور اجلہ ائمہ محدثین و علمائے مجتہدین اساتذہ امام بخاری و مسلم اس جناب کے شاگرد ہوئے۔ اور دوسرے صاحب حضرت امام الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ عالم میں کون سا قدرے لکھا پڑھا ہے، جو اس جناب کی جلالت شان و رفعت مکان سے آگاہ نہیں۔ علمائے دین فرماتے ہیں کہ تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرمادی تھیں۔ علامہ زرقانی نے لکھا کہ علماء فرماتے ہیں: جہاں عبد اللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے، وہاں رحمت الہی اترتی ہے۔ بحوالہ صحیح بخاری ایسے دو امام جلیل

تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے۔

**دابعاً:** ان حضرات کی عادت ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے، اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حضرت سے کوئی پوچھے 'کے آمدی و کے پیر شدی؟' بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ارولم اجد پر اکتفا کرتے ہیں۔ یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔ لاکھوں حدیثیں علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ یاد تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں۔ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں۔ مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔

خیر! ایک درجہ تو یہ ہوا کہ لاکھوں حدیثیں اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں۔۔۔۔۔ درجہ دوم اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں، ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں۔ محض بے نشان ہوئیں۔ اور آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسی علما نے موطا لکھیں۔ پھر سوائے موطا امام مالک، و موطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے؟ امام مسلم کے زمانہ کو حاکم کے زمانہ سے ایسا کتنا فاصلہ تھا؟ پھر بعض تصانیف مسلم کے متعلق حاکم نے کہا کہ معدوم ہیں۔ غرض صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا۔ مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔۔۔۔۔ درجہ سوم اس سے بھی

گزرے۔ جو کتابیں باقی رہیں، ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کئے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے؟ — درجہ چہارم اب سب کے بعد یہ فرمانا ہے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں، ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں؟ سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے؟ کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو ان کے پاس ہیں، دیکھ بھال لیا، اور اپنے زعم باطل میں جو حدیث نہ ملی، تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں، اور اجلہ ائمہ کونہ ملیں۔ مثلاً حدیث ”اختلاف امتی رحمة“ امام سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمائی، اور کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں ملیں۔ اس کے بعد علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا: الامر کذا۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت ابن عباس روایت کی۔ اسی طرح حدیث الوضو علی الوضو نور کی نسبت امام منذری نے تصریح کی: لم تقف علیہ حالانکہ مسند امام زین میں موجود ہے۔ وقس علیٰ هذا۔

یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطہ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی، اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو، اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں، پھر کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟

ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن کہ ان احادیث میں ہو، جو علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا؟ اپنے نہ پانے کونہ ہونے کی دلیل سمجھنا، اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے؟ — وجہ پنجم ان سب سے گذریے۔ بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں، اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتا دیتے ہیں، پھر حافظی صاحب! یہ تو طوطے کی طرح ’حق اللہ، پاک ذات اللہ کی یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع و اعلیٰ کدھر گیا؟ لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں احادیث میں ہوگی، جو آپ کو بزبان یاد ہیں۔ اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گذرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی؟ اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں، اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی ”خیرات الحسان“ میں فرماتے ہیں: کسی نے امام اعظم سے کچھ مسائل پوچھے، ہمارے امام اعظم اس زمانہ میں انھیں امام اعظم سے حدیث پڑھتے تھے، حاضر مجلس تھے۔ امام اعظم نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے۔ امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعظم نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنے ہیں۔ اور وہ حدیث مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعظم نے کہا: بس کیجیے! جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو

سنائیں، آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں؟ اے فقہ والو! تم طبیب ہو، اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو حدیث و فقہ دونوں کنارے لے لیے۔  
والحمد لله۔

**خامساً:** بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی۔ پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم؟ فتوہ القدير میں ہے: عدم النقل لا ینفی الوجود۔

**سادساً:** یہ بھی سہی کہ حضور اقدس ﷺ سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت۔ پھر نہ کرنا اور بات ہے، اور منع فرمانا اور بات۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تہذیب اتنا عشرہ میں لکھتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔ پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے؟۔

**سابعاً:** مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں از دیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس و محبت ہے۔ اور بے شک یہ امور عرف و عادت قدیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو امر جس طرح جس قوم میں رائج، اور ان کے نزدیک الفت و موانست، اور اس کی زیارت پر دلیل ہو، وہ عین مقصود شرع ہوگا، جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ حدیث میں ہے: جو مسلمان مسلمان سے مل کر مر جبا کہے، اور ہاتھ ملائے، ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں۔ فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آئیے! آئیے! تشریف لائیے!۔ اور اس کے مثل کلمات۔۔۔ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث و مزاحمت سنت

نہ جانے گا۔ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت و ممنوع و خلاف سنت قرار پاتے؟ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوش دلی بغرض ازیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہل یمن آئے، انہوں نے اپنے رسم کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پا کر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طرح سے ہوتی، اور اس کی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، تو شرع اسے مقرر رکھتی۔ اور ایسے ہی وعدہ ہائے ثواب اس پر فرماتی۔

**ثامنًا:** جو امر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو، اور اس کا فعل سنت کا مزیل و رافع ہو، وہ بے شک ممنوع و مذموم ہے۔ جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب، مجرا، کورنش، بندگی کا رواج ہے۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت السلام علیکم کہیں، تو معززین اپنے حق میں گویا گالی کھیں۔ اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بے شک ذم و انکار کے لائق ہے۔ اور مصافحہ سے اظہار محبت و ازیاد الفت مقصود، تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید و موکد ہے، زہار ممنوع نہیں ہو سکتی۔

**تاسعًا:** دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صد ہا سال سے متوارث، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہو لیا۔ خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ تمام بلاد اسلام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے

ہندو سند تک علما، عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور جو بات مسلمانوں میں متواتر ہوئی، بے اصل نہیں ہو سکتی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القسیر میں فرماتے ہیں: وہ متواتر ہے اور ایسی چیز کے لیے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

**عاشرا:** حدیث شریف میں ہے: لوگوں سے وہ برتاؤ کرو، جس کے وہ عادی رہے ہوں ہوں۔ لہذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں جو امر رائج ہو، جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو، ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے، بلکہ انہیں کی عادت و اخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہے۔ بلکہ اور ان کی خواہی نہ خواہی مخالفت کرنی شرعاً مکروہ ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: خروج از عادت اہل بلد موجب شہرت و مکروہ است۔

**اتنی حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:**

یہ چند جملے ہیں کہ بطریق اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سرزد ہوئے۔ امید کرتا ہوں کہ مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ و ابجاٹ فائقہ خاص قلم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین والہ وصحبہ اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔۔۔

(۵۳) التحبیر بباب التقدير (۱۵)

شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الوفا والسلام والتمیما اپنے جملہ اصول و فروع میں اعلیٰ درجہ کامل، جامع فوائد نقلیہ اور مصالِح حکمیہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بحکم اُدْخُلُوا فِی السَّلْمِ كَافَّةً ۝ تمام مسائل کو مانے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے، اور قرآن و حدیث پر پورے طریقہ پر ایمان لائے، اور جملہ آیتوں کو ماننا اپنا نصب العین قرار دے۔ جتنے فرقے گمراہ، اور بے دین ہوئے، ان کی گمراہی کا اصل سبب بعض آیات پر ایمان لانا، بعض دوسری سے چشم پوشی کر لینا ہے۔ مثلاً

قدریہ: آیت کریمہ: وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود اپنے جانوں پر ظلم کیا۔ اس آیت کو مان کر انہوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ انسان جو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔ اور اس آیت کریمہ: وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝ سے چشم پوشی کر لی۔ یعنی اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو۔ معلوم ہوا کہ اللہ جیسے انسانوں کا خالق ان کے افعال و اعمال کا بھی خالق ہے۔ انسان اپنے افعال میں مستقل نہیں کہ جو چاہیں کریں، مشیت ایزدی کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اسی طرح

جبریہ: آیت کریمہ وَمَا تَشَاؤُنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ وہ سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔ اور اس آیت کریمہ ذَالِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ سے چشم پوشی



کر لی۔ یعنی یہ جزا دیا ہم نے ان کو ان کی سرکشی کے سبب اور یقیناً ہم سچے ہیں۔ تو پہلی آیت کی بنا پر انہوں نے اعتقاد قائم کیا کہ انسان کچھ نہیں کرتا، وہ مجبور محض ہے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اسی طرح

خوارج: اس آیت کریمہ **وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝** پر ایمان لائے۔ یعنی بے شک فجار جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے۔ اس سے عقیدہ قائم کیا کہ گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی، کبیرہ کا مرتکب جہنم میں جاے گا۔ اور اس آیت کریمہ **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۝** یعنی بے شک اللہ بخشتا ہے شرک کو اور شرک سے بچے کا گناہ جس شخص کا چاہے بخش دیتا ہے۔ اس آیت سے چشم پوشی کر لی۔ اسی طرح بے دین

مرجیہ: آیت کریمہ **لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۝** پر ایمان لائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اسی بنا پر یہ عقیدہ رکھا کہ ایمان کے بعد کوئی برا عمل نقصان نہیں دیتا۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اچھا کام مفید آخرت نہیں۔ اور اس آیت کریمہ میں **مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ ۝** سے چشم پوشی کر لی۔ یعنی جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا دیا جائے گا۔ اسی طرح

وہابیہ: اس آیت کریمہ **لَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ سَمْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبِ الْإِلَهِيِّ ۝** پر ایمان لائے۔ یعنی آسمان و زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور اس بنا پر حضور اقدس ﷺ سے علم غیب کی نفی کر ڈالی۔ اور صاف لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اس لفظ کا اطلاق غیر خدا پر کسی تاویل سے بھی

ہو، ایہا م شرک سے خالی نہیں۔ اور ان آیات لَا يُظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهِ اَحَدًا اِلَّا مَنْ اِذْنًا مِنْ رَسُوْلٍ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلٰى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رَّسُوْلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ؕ وَ هُوَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور وہ نہیں کہ ایسے عام لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے اور لیکن جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہے۔ اور وَمَا هُوَ عَلٰى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ؕ یعنی نہیں ہے یہ رسول غیب کی بات بتانے میں بخیل۔ وَ عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُن تَعْلَمُوْنَ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ عَظِيْمًا ؕ اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ ؕ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں سے آنکھیں میچ لیں۔

غرض تقدیر و تدبیر کے مسئلہ میں بھی لوگ دو گروہ ہو گئے ہیں۔

ایک کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ کام بھلایا برا ہوتا ہے، سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے۔ اور جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا ہے؟ بس انسان مجبور محض ہے۔ اس سے باز پرس کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیا، فلاں کیوں نہیں کیا؟ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے۔ جو شخص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، وہ جھک مارتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ بالکل اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت نے دو رسالے لکھ کر ان دونوں کا بہترین فیصلہ اور ان دونوں معصل و مشکل مسلوں پر مثل روشنی ڈالی اور تحقیق فرمائی ہے۔ ایک کا نام التحبیر بباب التدبیر اور دوسرے کا تلج الصدر لایمان القدر ہے۔ دونوں رسالوں کے دیکھنے سے حق واضح ہو جاتا ہے۔

رسالہ التہبیر کی ابتدا حسب عادت مستمرہ اس خطبہ سے فرمائی ہے۔  
 الحمد لله الذی قدر الکائنات ÷ وربط بالاسباب المسببات ÷  
 والصلاة والسلام علی سید المتوکلین سرا و جہرا ÷ و امام العالمین  
 والمدبرات امرا ÷ و علی آلہ وصحبہ الذین باطنہم توکل ÷  
 و ظاہرہم فی الکد والعمل۔۔

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے  
 ہے۔ قال تعالیٰ: کُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ ۝ وقال تعالیٰ: وَكُلُّ شَيْءٍ  
 أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ وقال تعالیٰ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ  
 مُّبِينٍ ۝ الی غیر ذلک من الآیات والاحادیث مگر تدبیر زہار معطل  
 نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس  
 میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا، اور سنت الہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے  
 بعد مسبب پیدا ہو۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفار کی خصلت  
 ہے۔ یوں ہی تدبیر کو محض عبث و مطرود و فضول و مردود بتانا، کسی کھلے گمراہ، یا سچے  
 مجنون کا کام ہے۔ جس کی رو سے صد ہا آیات و احادیث سے اعراض، اور انبیا  
 و صحابہ و ائمہ و اولیا سب پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات سلیمین صلوات اللہ  
 تعالیٰ وسلیمہ علیہم اجمعین سے زیادہ کس کا توکل؟ اور ان سے بڑھ کر تقدیر الہی  
 پر کس کا ایمان؟ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے، اور اس کی راہیں بتاتے، اور خود  
 کسب حلال میں سعی کر کے رزق طیب کھاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دس برس شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت

پر چرائیں۔

خود حضور پر نور سید المرسلین ﷺ حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔

حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی ————— عبد الرحمن بن عوف بڑے نامی تاجر تھے ————— امام اعظم بزازی کرتے۔

بلکہ کوئی منکر تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو، آخر اپنے لیے کھانا پکاتا، یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجیے۔ اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ و ایما کے خود بخود کچی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، ٹکٹنا، یہ بھی تدبیر ————— تدبیر کو معطل کرے، تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الہی میں زندگی لکھی ہے، تو بے کھائے جیے گا۔ یا قدرت الہی سے پیٹ بھر جائے گا۔ یا خود بخود معدے میں چلا جائے گا۔ ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت میں پانی پیاس بجھاتا ہے، نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے مسیبات کو مربوط فرمایا۔ اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری و سیرابی پیدا فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے، تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں (کثرت سے) کھا جائے، کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقا و جوع البقر میں کیا ہوتا ہے؟ وہی کھانا پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا، اب کیوں محض بے کار جاتا ہے؟ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پئے بھوک پیاس، پاس نہ آئے۔ جیسے زمانہ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا۔ اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی گزارنا کسے نہیں معلوم؟ مگر یہ

انسان میں خرق عادت ہے، جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل و حماقت۔ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خور و نوش نہ کرنے کا عہد کر لے، اور بھوک پیاس سے مر جائے، تو بے شک حرام موت مرے، اور اللہ تعالیٰ کا گنہ گار ٹھہرے۔

مگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۗ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔  
گرچہ مردن مقدرست ولے ÷ تو مرد در دہان اثر در ہا  
ہم نے مانا! کہ منکر تقدیر اپنے دعویٰ پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کر کے، پیمان واثق کر لے کہ اصلاً دست و پانہ ہلائے گا، نہ اشارۃ نہ کنلیۃ کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ یہ کیا تدبیر نہیں؟ کہ دعا خود موثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ رب جل جلالہ فرماتا ہے: اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۗ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے۔ پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ کہ انتظام عالم و ترویج دین و دفع مفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

اس آیت کی تفسیر نے کیا روایت کریمہ سے مدلل کر کے فرمایا

ہے۔

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہا تمام اعمال دینیہ خود ایک

تدبیر اور رضائے الہی و ثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۗ اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۗ پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے، اسے وہی راہ آسان اور اس کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل ہو تو دین و شرائع و انزال کتب و ارسال رسل و ایقان فرائض و اجتناب محرمات معاذ اللہ سب لغو و فضول و عبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجا کر دیں۔ دین و دنیا سب یک بارگی برہم ہو جائیں۔ لا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم

نہیں! نہیں! بلکہ تدبیر بے شکستہ ہے۔ اور اس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں۔ جیسے دوا و دعا۔ حدیث میں ہے: لا یرد القضاء الا الدعاء تقدیر کی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یعنی قضائے معلق۔ دوسری حدیث میں ہے: تداووا عباد اللہ فان اللہ لم یضع داء الا و وضع له دواء غیر داء واحد الہرم خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بتائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھا پاپ۔ اور تدبیر کی بعض صورتیں فرض قطعی ہیں۔ جیسے فرائض کا بجالانا، محرمات سے بچنا، بقدر سدر متق کھانا پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالت مخمضہ شراب و مردار کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں، اور حلال معاش کی سعی و تلاش، جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث شریف میں ہے: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے۔

اس تمون واتی حضرت نے بشت احادیث سے ثابت فرمایا ہے اور

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ:

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاشِ حلال و فکر معاش و تعاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں، بلکہ عین مرضی الہی ہے۔ کہ آدمی تدبیر کرے، اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔ اسی لیے جب ایک صحابی نے عرض کی کہ اپنی انٹی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ کھوں، یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا: قید و توکل باندھ دے اور خدا پر تکیہ کر۔

ع بر توکل زانوائے اشتر بند

خود حضرت عزت جل مجدہ نے قرآن عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔ قال تعالیٰ: وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۗ اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

یمن کے کچھ لوگ بے زاد راہ لیے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکل ہیں ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا، توشہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا: کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔

بلکہ انصاف کیجیے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے؟ وہ خود ایک تقدیر ہے۔ اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے روگرداں نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی گئی: دو تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا: الدواہ من القدر

ینفع من یشاء بما شاء اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔  
 ہاں! یہ بے شک ممنوع و مذموم ہے کہ آدمی ہمتن تدبیر میں منہمک ہو جائے، اور  
 اس کی درستی میں جاوے جا، نیک و بد، حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات  
 بے شک اسی سے صادر ہوگی، جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا۔ شیطان  
 اسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑے تو کار براری ہے، ورنہ مایوسی و نا کامی۔ ناچار  
 سب ایں و آں سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کر دیتا ہے، اور  
 زلت و خواری، خوشامد و چا پلوسی، مکر و دغا بازی جس طرح بن پڑے، اس کی راہ  
 لیتا ہے۔ حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا، ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔  
 اگر یہ علو ہمت، و صدق نیت، و پاس عزت، و لحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق  
 کہ اللہ عز و جل نے اپنے ذمہ لیا ہے، جب بھی پہنچتا۔ اس کی طمع نے آپ اس کی  
 پاؤں میں تیشہ مارا، اور حرص و گناہ کی شامت نے خسر الدنیا و الآخرة کا  
 مصداق بنایا۔

اس مضمون کو بشرت احادیث سے مدلل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے

ہیں:-

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش و تدبیر کی طرف ہدایت فرمائی۔ مگر حکم دیا کہ  
 شریعت و عزت کا پاس رکھو۔ تدبیر میں بے ہوش و مد ہوش نہ ہو جاؤ۔ دست  
 درکار، و دل بایار۔ تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ۔ ظاہر میں ادھر باطن میں  
 ادھر۔ اسباب کا نام، مسبب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہیے۔ یہی روش ہدی  
 ہے۔ یہی نھی خدا۔ یہی سنت انبیاء۔ یہی سیرت اولیاء علیہم جمیعاً الصلوة  
 والثناء۔



بس اس بارے میں یہی قول فیصل وصرافہ مستقیم ہے۔ اس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مہمل جاننا، دونوں معاذ اللہ گمراہی، ضلالت، یا جنون و سفاہت۔

آخر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:-

اس تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کیے، اور صد ہا بلکہ ہزار ہا کے پتے دیئے۔ یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انھیں سے ثابت کہ انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، انجسٹ الامراض، اور قرآن و حدیث سے صریح اعراض، اور خدا و رسول پر کھلا اعتراض۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(۲۴۵) ثلج الصدر لايمان القدر (۱۶)

موضع کٹوار ہاکھیری مُلک اودھ سے جناب سید محمد مظفر حسین صاحب خلف جناب سید رضا حسین صاحب تعلقہ دار نے ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو یہ سوال بھیجا۔

چہ می فرمانید علما دین دریں مسئلہ — قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لیے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے — اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں — تو پس کیوں کر خلاف مشیت پر وردگار کوئی امر ظہور ہو سکتا ہے؟ کیوں کہ مشیت کے معنی ارادہ پروردگار عالم کے ہیں۔ تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کر لیا تھا، تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یہدی من یشاء کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی، وہ ہوگا — پس انسان مجبور ہے، اس سے باز پرس کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ کیوں کہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی، فوراً وہ اختیار کرے گا — علم اور ارادہ میں بین فرق ہے۔ یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے — پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے؟ پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسے ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ۱۶ صفحے کا مختصر

جامع و نافع رسالہ مسکئی بہ ثلج الصدر لايمان القدر تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب دستور و عادت شریفہ خطبہ و دعا سے فرمائی۔

اللهم هداية الحق والصواب ه ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ه رب انى اعوذ بك من همزات الشيطان واعوذ بك رب ان يحضرون ۔۔

اللہ عزوجل نے بندے بنائے۔ انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ آلات و جوارح عطا فرمائے۔ اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور ان کے ارادے کا تابع و فرماں بردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں، اور مضرتوں سے بچیں۔۔۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا، جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر و شر، نفع و ضرر، یہ جو اس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔۔۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و یا اور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں، جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا، ان میں لغزش کرنے ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا بات کا حسن و قبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرمادی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ لَيْتَلَا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۗ

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہو گیا۔ ہدایت و گمراہی پر پردہ نہ رہا۔ لا

اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۗ

بائیں ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم

چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی

کے اختیار میں دیا، نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے۔ ہاں! یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنے غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائی ہے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادے سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے، ان میں پھلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قدرت رکھی۔ تلوار بنانی بتائی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا لگانا، اٹھانا، وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی۔ اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جدا دی۔ زید نے وہی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی۔ اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی، اور ولید کے جسم پر لگی۔ تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی، بارادہ خدا واقع ہوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا، یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے، تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی۔ اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا تو زمین آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیلے پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی۔ اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا، تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی۔ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا، گردن کٹنا تو بڑی بات ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔

لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں، اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں، اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں۔ — تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا و بارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل و لید کا ارادہ کیا، اور اس طرف اپنے جوارح آلات کو پھیرا۔

اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے، تو زید پر کچھ انزام نہیں رہا، بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا، اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا۔ — اور اگر قتل ناحق ہے، تو یقیناً زید پر انزام ہے، اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفت حکم شرعی اس شی کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا، جسے مونی تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنی غضب اپنے ناراضی کا کام بتایا تھا۔

غرض فعل، انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا۔ اور یہ برے کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا۔ — دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں۔ اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو! یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں۔ اور زہر دار! یہ زہر ہے، اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ — ان ناح اور

خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی، اور کچھ نے زہر کی — ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا کے ہی بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت، اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے — اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو منوں شہد پی جائے، کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے — یوہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے؟ یا زہر خود بخود خالق ضرر ہوگا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو سیروں زہر کھا جائے، اصلاً بال بانکا نہ ہوگا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین و آفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا و نفریں ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خود کشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو! اول سے آخر تک جو کچھ ہوا، سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا۔ اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے، سب اللہ ہی کے مخلوق تھے۔ اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیے، جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے، اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچھریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں، ان زہر نوشوں کو

مجرم بتاتی ہیں۔ پھر کیوں بتاتی ہیں؟ نہ زہران کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے، اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن و حلق ان کے پیدا کیے ہوئے، نہ ان میں جذب و کشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا۔۔۔ آدمی پانی پیتا ہے، اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے۔ مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔ اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے، جو صاحب سارے جہان کا ہے۔۔۔ اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا، اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا، اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے، نہ اس کی طاقت سے۔ بہترے زہر پی کر نامدم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں، جو ہونی ہے، ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا، تو اس ارادہ سے باز آتے ہی، زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔ مگر نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔

پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟۔ ہاں! باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان بتا دیئے تھے۔ دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دیدی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا، اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق و مشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا، بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اس کے پینے کا عزم لایا۔

وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔ وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ قصد کرے، اور وہ خلق فرمادے۔ اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا، اور خلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرمادیا۔ پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پاسکتا ہے؟ — انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار ہونا، ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو ریشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا، اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے، ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اوپر کودنا اپنے ارادہ و اختیار سے تھا، اگر نہ چاہتا، نہ کودتا۔ اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا، اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں۔ ولہذا اگر رکنا چاہے، تو نہیں رک سکتا۔

پس یہی ارادہ، یہی اختیار، جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے، عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر و نہی، جزا و سزا، ثواب و عقاب و پریش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ و اختیار بھی اللہ عز و جل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ بنا سکتا تھا۔ یوہیں اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ سب کچھ اسی نے دیا، اور اسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے، تو ہم پتھر ہو گئے۔ قابل ہزار جزا و باز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے؟



صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ و اختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ و اختیار ہوئے، یا مضطر و مجبور و ناچار؟

صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں کیا فرق تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا، اور تم میں اللہ نے یہ صفت پیدا کی۔ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکت سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے؟

اللہ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم آنکھیاں رکھنے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یو ہیں اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا، اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ اٹلے مجبور؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اسی کی خلق، اسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں۔ تو مختار کردہ ہوئے، خود مختار نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندہ کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا و سزا کے لیے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کسی طرح ہو، وہ بدابہت حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی بیانی اطاعت الہی ہے۔ اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکما، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے، کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا۔ اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچنا ہے، کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ مگر طاعت والے تعریف کیے جائیں گے، اور تمرد والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے۔ یغفر لمن یشاء باقی ہے۔ والحمد لله رب العالمین له العکرم والبه نرجسوں۔

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔ ہاں!

یہ ضرور فرمایا کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان ابھی ہو چکا۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجیے؟ فرمایا: گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجیے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دوامروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص حضور میں حاضر ہے، وہ کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اسے دیکھا تو تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی، اور فرمایا: تو کام کی قدرت کا خدا کے ساتھ مالک ہے، یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا، ورنہ کافر ہو جائے گا، اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے کچھ اختیار نہیں۔

پس یہی عقیدہ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، نہ خود مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے، جس کی کنہ، راز خدا، اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ

ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرمادیا۔۔۔ ایک صاحب نے اس بارہ میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۃ الہیہ واقع نہیں ہوتے؟ ارشاد فرمایا: کیا زبردستی اس کی معصیت کر لے گا؟ افیعضی قہراہ یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو، مگر اس نے کر ہی لیا۔ تو اس کا ارادہ زبردست پڑا۔۔۔ گویا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہتیرا بند و بست کریں، پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا! وہ ملک الملوک، بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے علم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: فکانما القمنی حجرا مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟۔

اس کا جواب ابن ابی حاتم و اصفہانی و لال کائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں: مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! تجھے اس لیے پیدا کیا، جس لیے اس نے چاہا۔ یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا: جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا، تو تیرا یہ سر، جس میں تیرنی آنکھیں ہیں، تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ  
 أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق  
 اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا۔ اور جا چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے  
 مشورہ نہ لیا تھا، بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے، اور  
 مالک سے دربارہ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔ یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے  
 مگر انشاء اللہ تعالیٰ کافی و وافی و صافی و شافی۔ جس سے ہدایت والے  
 ہدایت پائیں گے۔ اور ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ وَلِلَّهِ الْخَصْمُ وَاللَّهُ  
 سُبْحٰنُهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.....

مؤلف کتاب ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ  
کی تالیفات و تصنیفات پر ایک نظر

سوانح	حیات اعلیٰ حضرت
سیرت	ترغیب کتاب الشفا.....
سیرت	مولود رضوی.....
سیرت	تنویر السراج.....
فقہ	التعلیق علی القدوری.....
فقہ	تحفة الاحباب.....
فقہ	نافع البشر فی فتاویٰ ظفر.....
فقہ	اعلام المساجد.....
فقہ	بسط الراحة فی المظنر والاباحہ.....
فقہ	الفیض الرضوی.....
فقہ	نہایت المنتہی.....
فقہ	مواعظ ارواح القدس.....
فقہ	نصرة الاصحاب.....
فقہ	عید کا چاند.....
فقہ	تنویر المصباح.....
فقہ	جامع الاقوال.....
فقہ	اصلاح الابضاع.....
فقہ	مجموعہ فتاویٰ.....

اصول فقہ	تسریل الوصول.....
حدیث	جامع الرضوی.....
حدیث	نزول السکینة.....
اصول حدیث	الافاداة الرضویة.....
نحو	التعلیوہ علی شروع المعنی.....
نحو	واقیہ.....
نحو	القصر المبنى علی بناء المعنی.....
نحو	نظم المبانی.....
صرف	عافیہ.....
فلسفہ	تذہیب.....
فلسفہ	انوار اللامعة من الشمس البازغہ.....
ہیئت	توضیح الافلاک.....
ہیئت	مشرقی اور سمت قبلہ.....
ہیئت	مشرقی کا غلط مسلک.....
کلام	الفرائض التامہ.....
منطوق	تقریب.....
تاریخ	غیر السلوک فی نسب الملوک.....
تاریخ	اعلام الاعلام.....
تاریخ	المجمل المعرد لتالیف المجدد.....
تاریخ	جو اہل البیان.....
فضائل	مبین الہدی.....

فضائل	تحفة العظمای فضل العلماء.....
مناقب	تحفة الابرار.....
مناقب	النور والضیاء.....
بیاضت	قہادی السہداء لتترك الموالات.....
مناظرہ	المسام المسلول.....
مناظرہ	بجہم الكنزہ.....
مناظرہ	النبراس.....
مناظرہ	رفع الخلاف من بین الائمةاف.....
مناظرہ	كشف الستور.....
مناظرہ	گنجینہ مناظرہ.....
مناظرہ	ظفر الدین الجید.....
مناظرہ	شکست سفاہت.....
مناظرہ	ظفر الدین الطیب.....
مناظرہ	ندوة العلماء.....
اخلاق	برود القلب المحزون.....
نصائح	دلچسپ مکالمہ.....
تکسیر	الاکسیر.....
تکسیر	اطیب الاکسیر.....
توقیت	الجواهر والیواقیت.....
توقیت	موزن الاوقات.....
	وغیرہ.....

علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سے  
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی اور اعتقادی خدمات کا اعتراف

# حساک الحرمین

## علی منکر الکفر والہین

تالیف: اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی  
ایم اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور



علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں  
آٹھ گھنٹے میں لکھی جانے والی بے مثال تاریخی کتاب

# الدولة المكيّة

اُردو ایڈیشن

تصنیف و تالیف عربی

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

تعلیق و ترجمہ اُردو  
حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری  
ترتیب و تزیین نو  
پیر زادہ  
علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور

